محافلِ ایصالِ ثواب
پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
مصنف
محمد نعیم اللہ خان قادری
ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ
قادری رضوی کتب خانہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

ایصالِ ثواب کے موضوع پر لاجواب کتاب

محافلِ ایصالِ ثواب

اور

پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

مصنف
محمد نعیم اللہ خان قادری
بی ایس سی، بی ایڈ
ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ

گنج بخش روڈ، لاہور 042-7213575

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ••• — — • — — ••• محافل ایصال ثواب پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

مصنف ••• — — • — — ••• محمد نعیم اللہ خان قادری

صفحات ••• — — • — — ••• 256

اشاعت اوّل ••• — — • — — ••• 2010ء

سرورق ••• — — • — — ••• فیضی گرافکس دربار مارکیٹ لاہور

تعداد ••• — — • — — ••• 1100

زیر نگرانی ••• — — • — — ••• چوہدری محمد خلیل قادری

تحریک ••• — — • — — ••• چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

ناشر ••• — — • — — ••• چوہدری عبدالمجید قادری۔

قیمت ••• — — • — — ••• =/165 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

ذخیرہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ
مکتبہ حنفیہ
قادری رضوی کتب خانہ لاہور

سوال نمبر۱: ایصالِ ثواب کسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر۲: کیا ایصالِ ثواب کیلئے زبان سے مروّجہ الفاظ ادا کرنے ضروری ہیں؟

سوال نمبر۳: کیا ایصالِ ثواب صرف فوت شدہ مسلمانوں کو کیا جاتا ہے؟

سوال نمبر۴: کیا ایصالِ ثواب کرنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے وہ نیک کام کرے پھر اس کے بعد اس کا ثواب بخشا جائے؟

سوال نمبر۵: جب ایصالِ ثواب کرنے والا اپنی کسی مالی، بدنی، مرکب عبادت، نیک اعمال کا ثواب کسی دوسرے کو بخش دیتا ہے تو اس ثواب میں سے اس کا تو کچھ حصہ نہیں رہتا ہوگا، کیا یہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے والا معاملہ نہ ہوا؟

سوال نمبر۶: اگر میّت کے عزیز و اقارب، محلّہ دار یا ورثاء کھانا وغیرہ نمود و نمائش، فخر و غرور کے اظہار اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کیلئے کھلائیں تو اس کھانے والے اور کھلانے والے کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر۷: جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو اپنے مال سے ایصالِ ثواب کرنا چاہیئے یا کہ میّت کے مال سے بھی کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر۸: اگر ورثاء سب بالغ ہیں اور ان کی مالی حالت اچھی نہیں، کیا وہ قرض لے کر میت کیلئے ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر۹: یہ جو عام رواج ہے کہ کسی شخص کے فوت ہونے کے بعد جو کوئی بھی

افسوس کرنے، اظہارِ تعزیت کیلئے آتا ہے، وہ دوسرے تمام اشخاص کو بھی مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میّت کیلئے دعا کریں، اس کا کیا ثبوت ہے؟

سوال نمبر۱۰: ایصالِ ثواب کے مروّجہ طریقے (سوم (قل)، ساتواں، دسواں، چالیسواں، سالانہ) ہندوؤں کی رسومات سے مشابہ ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جس نے مشابہت کی کسی قوم کی پس وہ انہیں میں سے ہے، لہٰذا ان کو قطعاً ترک کر دینا چاہیئے اور اپنے والدین، عزیز و اقارب کے ایصالِ ثواب کیلئے مساجد، مدارس کی تعمیر، طلبہ کے اخراجات اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں حصہ ڈالنا چاہیئے۔

سوال نمبر۱۱: کیا تینوں قسم کی عبادات یعنی بدنی، مالی اور مرکب (جس کا تعلق بدن اور مال دونوں سے ہو) کا ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے، قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت دیں؟

- میّت کیلئے دُعا و استغفار کرنا
- نمازِ جنازہ کی دُعائیں
- میّت کیلئے نماز پڑھنا
- میّت کیلئے روزہ رکھنا
- زندہ بوڑھے شخص اور فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا

- میّت کیلئے تسبیح وکلمہ پڑھنا
- میّت کیلئے قرآن وفاتحہ خوانی کرنا
- میّت کیلئے صدقہ وخیرات کرنا

سوال نمبر۱۲: اگر ورثاء میّت کی مالی حالت اچھی نہ ہو تو کیا وہ قرض لے کر بھی صدقہ وخیرات (ایصالِ ثواب) کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر۱۳: صدقہ واجبہ اور صدقہ نافلہ کا فرق بیان کریں؟

سوال نمبر۱۴: صدقہ جاریہ سے کیا مراد ہے؟ مثالوں سے وضاحت فرمائیں۔

سوال نمبر۱۵: میّت کو صدقات وخیرات سے دُعا کرنا تو ثابت ہوا' اہلِ میّت کیلئے کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا تو احادیث سے ثابت ہے' کیا اہلِ میّت نے کبھی اپنی میّت کے ایصالِ ثواب کیلئے کھانا پکوایا؟ کیا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دَور میں کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کیا جانا ثابت ہے؟

سوال نمبر۱۶: جو کھانا ایصالِ ثواب کیلئے پکایا گیا ہو' کیا اسے صرف فقراء کو ہی کھلایا جا سکتا ہے یا اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں؟ جو کھانا اغنیاء نے کھایا کیا اس کا ثواب بھی میّت کو پہنچتا ہے' یا نہیں؟

سوال نمبر۱۷: ویسے تو قریبی عزیز واقارب اور پڑوسیوں کیلئے مستحب ہے کہ وہ

اہلِ میّت کیلئے کھانے کا اہتمام کریں لیکن کن صُورتوں میں اہلِ میّت خود کھانے وغیرہ کا اہتمام کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۸: کھانا پکا کر غریبوں' مسکینوں کو کھلا دینے سے ہی اس مُردہ کو ایصالِ ثواب ہو جاتا ہے' جس کیلئے کھانا پکا کر تقسیم کیا' لیکن یہ جو آپ کے ہاں طریقہ ہے کہ پہلے اس کھانے پر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں' درود شریف پڑھتے ہیں' کیا اس طرح کھانا سامنے رکھ کر تلاوت قرآن پاک کرنا' درود شریف پڑھنا اور پھر جو کچھ پڑھا گیا' پڑھایا گیا' اہتمام کیا گیا' اس کا ایصالِ ثواب کرنا ضروری ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دَور میں تو اس طرح ایصالِ ثواب کرنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا' پھر آپ کیوں کرتے ہیں؟

- میّت کیلئے قربانی کرنا
- میّت کیلئے غلام آزاد کرنا
- میّت کا قرض ادا کرنا
- میّت کی نذر پوری کرنا
- نذر شرعی اور نذر عرفی
- نذر کا حکم
- نذر کی شرائط
- نذر کی اقسام
- میّت کی طرف سے نذر پوری کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

- اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروّج غلط طریقہ اور اس کی اصلاح کی صورتیں۔
- اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق شاہ عبدالعزیز کا نظریہ
- انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں راہِ اعتدال اپنایئے۔

سوال نمبر۱۹: شریعت کے کسی مطلق حکم کو اپنی رائے سے مقید کر دینا شریعت پر دست اندازی اور اسے تبدیل کرنے کے مترادف ہے' یہ جو ایصالِ ثواب کیلئے تیجہ' دسواں' چالیسواں وغیرہ دن اور وقت کی تعیّن کے ساتھ کئے جاتے ہیں' یہ شریعت میں دست اندازی ہے کیونکہ خیرالقرون میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔ نیز جو چیز باوجود داعیہ اور محرک کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو اور صاحبِ شریعت کی اس پر ترغیب و تحریص بھی موجود نہ ہو یا کسی چیز میں اپنی طرف سے وقت کی کیفیت کی تعیّن کر لی جائے تو وہی چیز بدعت ہے' جس سے سنّت کی مخالفت لازمی آتی ہے' جو حرام ہے۔

=====

سوال نمبرا: ایصالِ ثواب کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت دُعا کی ہے، جس میں ایک مُسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی یا بھائیوں یا اہلِ ایمان کیلئے دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ! میں نے جو بدنی عبادت کی ہے، مالی عبادت کی ہے یا ایسی عبادت کی ہے جو مالی بھی ہے اور بدنی بھی۔ اُس کا مجھے اپنے فضل وکرم سے اپنی بلند و بالا شان کے لائق عظیم اجر وثواب عطا فرما اور مجھ کو جو تیری بارگاہِ عالی شان سے عظیم اجر وثواب حاصل ہوا ہے، میں اس کو فلاں فلاں یا تمام اہلِ ایمان، جمیع مومنین ومومنات، جمیع مسلمین ومسلمات کو بخشتا ہوں، ہدیہ کرتا ہوں۔ اے اللہ تبارک وتعالیٰ! اس اجر وثواب کو ان تمام کو اپنی شان کریمی ورحیمی کے صدقے مساوی ایک جیسا ثواب پہنچا کر جو تیرے فضل وکرم سے بخشے ہوئے ہیں ان کے درجات بلند فرما اور جو گنہگار ہیں ان کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما اور ہمارا ہدیۂ ثواب ان کیلئے کفارۂ سیئات (ان کے کبیرہ وصغیرہ گناہوں کا کفارہ) بنا دے اور ان کی بخشش فرما کر ان کو بھی جنت میں داخل فرما دے۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا علامہ ظفر الدین قادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایصالِ ثواب کی اقسام، اس پر منکرین حدیث اور ایصالِ ثواب کے اعتراضات کے ردّ میں ایک بڑی جامع کتاب "نصرۃ الاصحاب باقسام ایصالِ ثواب" تالیف فرمائی تھی، جسے اب فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور نے بڑے اچھے انداز میں شائع فرما دیا ہے۔ اِس کتاب سے بہتر کتاب اِس موضوع پر موجود نہیں ہے۔ اِس کے صفحہ نمبر ۲۵ میں آپ ایصالِ ثواب کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''ایصالِ ثواب کسی عمل خیر، فرض، واجب، سُنّت، مستحب، مباح ومجاز شرعی، بدنی یا مالی یا دونوں کے مجموعہ کا کسی کے نفع اُخروی کی نیّت سے کرنا یا بغیر نیّت کسی دوسرے کے خود اپنے لئے کرے، اس وقت یا کچھ بعد، زبان سے یا فقط دِل سے، خُدَاوند عالم سے دُعا کرنا ہے کہ اِس کا ثوب فلاں شخص یا اشخاص مردہ یا زندہ کو پہنچے''۔

اِس سے پہلے صفحہ نمبر ۲۲ میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ جس عمل پر جس کو چاہے اجر عطا فرمائے، کسی کو کسی عمل پر اجر بے پایاں دے تو خُدَا کو کوئی روکنے والا نہیں، اب رہا ایصال، یہ خدا کو وکیل کرنا نہیں کہ اس امر کا ثواب میرے نامہ اعمال میں نہ لکھا جائے، بلکہ فلاں شخص کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے، اس کو دیا جائے، اس لئے کہ توکیل اس میں صحیح ہے، جو کام انسان خود کر سکتا ہے''۔

ہدایہ جلد ۳، ص ۱۷۶ میں ہے:

کُلُّ عَقْدٍ جَازَ اَنْ یَعْقِدَہُ الْاِنْسَانُ بِنَفْسِہٖ جَازَ اَنْ یُّوَکِّلَ غَیْرَہٗ	جس کام کو انسان خود کر سکتا ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرنا جائز ہے۔

اور ظاہر ہے کہ ثواب یہ شخص نہ خود لے سکتا ہے، نہ کسی دوسرے کو دے سکتا ہے، تو اس میں کسی دوسرے کو وکیل بھی نہیں کر سکتا، بلکہ ایصالِ ثواب خداوند عالم سے دُعا ہے کہ خداوندا! میں نے جو یہ نیک کام تیرے لئے کیا ہے اس کا ثواب مجھ کو اور میرے ساتھ فلاں فلاں اشخاص کو بھی اپنے فضل وکرم سے عطا فرما''۔

علامہ منیر احمد یوسفی (ایم اے) اپنی حوالہ جات سے لبریز اچھی تصنیف ''ایصالِ ثواب'' (جسے نگینہ کتب خانہ وسن پورہ لاہور نے شائع کیا ہے) کے حرفِ آغاز صفحہ نمبر ۱۲ میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرنے کے بعد بھی ان کو ثواب پہنچتا ہے۔ نیز اسلامی نظام میں کئی ایسے اعمال بھی ہیں کہ زندہ آدمی میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کرے تو ان کا ثواب اور نفع بھی میت کو پہنچتا ہے جسے عرف عام میں "ایصالِ ثواب" کہتے ہیں"۔

ایصال کا مادہ ہے "و ص ل" اور "وصل" کے معنی "ملانے" کے ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا دینا اور صلہ یصالاً اس کو اس تک پہنچا دیا یا اس کے ساتھ ملا دیا۔

ثواب کا مادہ "ث و ب" ہے۔ لغوی اعتبار سے "ثواب" کا لفظ خیر و شر دونوں قسم کی جزاء پر بولا جاتا ہے لیکن اکثر اور متعارف استعمال نیک اعمال کی جزاء پر ہے۔ اس لئے ثواب کے معنی بھلائی، نیکی، نیک کام کی جزاء یا اچھا بدلہ کئے جاتے ہیں تو ایصالِ ثواب کے معنی ہوئے بھلائی اور نیکی کا ثواب پہنچانا"۔

آگے صفحہ نمبر ۱۴ میں لکھتے ہیں:

ایصالِ ثواب کیلئے میّت کا مومن صحیح العقیدہ ہونا شرط ہے کیونکہ کافر، مُشرک، منافق اور بدعقیدہ کو قطعاً کوئی ثواب نہیں ملتا۔

سوال نمبر ۲: کیا ایصالِ ثواب کیلئے زبان سے مروّجہ الفاظ ادا کرنے ضروری ہیں؟

جواب: نہیں، صرف دل سے ارادہ کرنے سے بھی ایصالِ ثواب ہو جائے گا لیکن ایصالِ ثواب کیلئے زبان سے جو مروّجہ الفاظ ادا کئے جاتے ہیں وہ شرکیہ، کفریہ نہیں لہٰذا جائز ہیں۔

ہر عالم دین کا اپنا اپنا انداز ہے اور یہ ان کی نیت نیتی پر مبنی ہونے کی بناء پر جائز ہیں۔

صحیح بخاری شریف کِتَابُ الرِّھْنِ کے باب "الخطاء والنسیان ......" میں ہے۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا "اعمال کا دارومدار نیّت پر ہے اور ہر آدمی کو نیّت کا پھل ملے گا"۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الایمان میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الایمان والنذور کے باب النیّۃ فی الایمان میں بھی ہے۔

سنن ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب فِی فَضْلِ سَقْیِ الْمَآءِ میں ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ (ﷺ)! میری والدہ محترمہ (اُمِّ سعد) کا انتقال ہوگیا ہے۔

فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ۔ قَالَ الْمَآءُ۔ قَالَ پس کون سا صدقہ افضل ہے۔ فرمایا "پانی"

فَحَفَرَ بِئْرًا وَ قَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ پس انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ اُمِّ سعد کی طرف سے ہے۔

اور نسائی شریف (جلد ۲، ص ۱۳۲) میں ہے۔

فَتِلْکَ سِقَایَۃُ سَعْدٍ بِالْمَدِیْنَۃِ تو ابھی تک مدینہ منورہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کی سبیل ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَۃِ کی دوسری فصل میں ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس چیز کا ایصالِ ثواب کرنا ہو اس کا اور جس کیلئے ایصالِ ثواب کیا اس کا نام بھی لے سکتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کِتَابُ الْفِتَنِ بَابُ الْمَلَاحِمِ کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت صالح بن درھم سے روایت ہے، وہ کہا کرتے کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے تو ایک آدمی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے ہم سے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک کوئی بستی ہے جسے اُبُلّہ کہا جاتا ہو؟ ہم نے کہا، ہاں (اس میں ایک مسجد عشّار ہے) میں سے کون ہے جو مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ میرے لئے مسجدِ عشار میں دو رکعتیں پڑھے یا چار پڑھے اور کہے:

هٰذِهٖ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ (یہ ابو ہریرہ کیلئے ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ بے شک قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسجدِ عشار سے شہیدوں کو اُٹھائے گا جن کے ساتھ شہدائے بدر کے سوا کوئی کھڑا نہیں ہوگا۔ (ضعیف)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ جس چیز کا اور جس کیلئے جتنی تعداد میں پڑھا ہو اس کا ذکر کر کے ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الملاحم کے باب فی ذکر البصرہ میں ہے۔

ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی نے "تحقیق الحق" (۱۳۴۶ھ۔۱۹۲۷ء) کے نام سے مسئلہ ایصالِ ثواب پر تاریخی دستاویزات و تصدیقات شائع کی ہیں۔ اس کی تقدیم میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

ایصالِ ثواب اصل میں ایصالِ ثواب کرنے والے کی نیّت پر موقوف ہے۔ نیّت کرتے ہی پہنچ جاتا ہے، دیر نہیں لگتی، اللہ کی رحمت ہمارے تکلفات کا انتظار نہیں کرتی۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ زبانی ایصالِ ثواب کرتے وقت قُرآن کریم، دورد شریف اور

وظائف کی ایک لمبی فہرست اللہ کے سامنے پیش کی جاتی ہے گویا کہ ہم نے اللہ پر بڑا احسان کیا ہے...... جب اللہ ہم پر احسان کرتا ہے تو احسان اور انعام کا کسی سے ذکر تک نہیں کرتے اور چند سیپارے پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں تو اعلان کرتے ہیں' ہمیں اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ (تحقیق الحق، صفحہ ۱۶)

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دکھلاوے اور ریاکاری سے روکنے کیلئے فرمارہے ہیں کیونکہ دکھلاوے اور ریاکاری سے ثواب ضائع ہوجاتا ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الاضاحی کے باب "استحباب الضحیة و ذبحها......" میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا' جس کے ہاتھ پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں' سو قربانی کرنے کیلئے ایک ایسا مینڈھا لایا گیا' آپ نے فرمایا "اے عائشہ! چھری لاؤ' پھر فرمایا اس کو پتھر سے تیز کرو' میں نے اس کو تیز کیا پھر آپ نے چھری لی' مینڈھے کو پکڑا' اس کو لٹایا اور ذبح کرنے لگے۔ پھر فرمایا

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰی بِهٖ	اللہ کے نام سے' اے اللہ! محمد' آلِ محمد اور اُمّتِ محمد کی طرف سے اِس کو قبول فرما' پھر اِس کی قربانی کی۔

اسی مفہوم کی دو حدیثیں سنن ابن ماجہ شریف ابواب الاضاحی کے باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہیں۔

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابوداؤد کتاب الضحایا میں بھی ہے جس کے الفاظ ہیں:

هٰذَا عَنِّی وَ عَمَّنْ لَمْ یُضَحِّ عَنْ اُمَّتِیْ — یہ میری طرف ہے اور میرے ہر اس اُمتی کی طرف سے ہے جو قربانی نہ کر سکے۔

مذکورہ بالا حدیث مُسلم شریف' مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب فی الاضحیۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

اس حدیث سے بھی زبان سے الفاظ ادا کرنے ثابت ہیں۔

ایصالِ ثواب میں بھی عموماً یہی الفاظ دہرائے جاتے ہیں کہ یا اللہ! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' تمام انبیاء علیہم السلام' تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' تمام اہل بیت' تمام امہات المومنین' تمام اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قولی' بدنی یا مرکب عبادت کا ثواب پہنچا۔

علامہ منیر احمد یوسفی اپنی کتاب ''ایصالِ ثواب'' کے صفحہ نمبر ۴۷ میں لکھتے ہیں:

''ثواب بخشتے وقت ایصالِ ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت ہے کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ دوسرے یہ کہ کسی شے پر میت کا نام (یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی بندہ کا نام) آجانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی۔ دیکھو:

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو اپنی والدہ محترمہ کے نام سے منسوب کیا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث کے الفاظ ہیں:

هٰذِهٖ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ — یہ ابوہریرہ کیلئے ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ کیلئے ادا ہوتی ہے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ ادا کرنے کے بعد کہنا کہ یہ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کیلئے ہے یعنی اس کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیلئے ہے۔

اس حدیث سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ جس کے ثواب کیلئے جو عمل کرے اس کا نام لے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جن کیلئے قربانی کر رہے ہیں' زبان سے ان کو ساتھ شامل کر رہے ہیں۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب المناسک کے باب الحج عن المیت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا "لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ" آپ نے فرمایا "شبرمہ کون ہے؟" اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میرا ایک رشتہ دار ہے"۔ آپ نے فرمایا "کیا تو نے اپنا حج کیا ہے؟"۔ اس نے جواب دیا "نہیں"۔ آپ نے فرمایا "پہلے اپنی جانب سے حج کرو' پھر شبرمہ کی جانب سے حج کرو"۔

اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ جس کے ایصال ثواب کیلئے جو عبادت یا عمل کرے تو اس کا نام لے کر کہے یہ فلاں کیلئے ہے۔

سوال نمبر ۳: کیا ایصالِ ثواب صرف فوت شدہ مسلمانوں کو کیا جاتا ہے؟

جواب: نہیں' ایصالِ ثواب زندہ اور مُردہ دونوں مسلمانوں کو کیا جا سکتا ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے بَابُ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جب نماز جنازہ پڑھتے تو اس میں یہ دُعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.	اے اللہ! ہمارے زندوں، مردوں، حاضر، غائب، چھوٹوں، بڑوں، مردوں اور عورتوں سب کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے موت دے اسے ایمان پر موت دے۔
اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا (تُضِلَّنَا) تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ	اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد ہمیں گمراہی میں نہ ڈالنا۔

(رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ والنسائی)

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الجنائز کے باب مَا یَقُوْلُ فِی الصَّلٰوۃ عَلَی الْمَیِّتِ میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب ما جاء فی الجنائز کے باب ما جاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ میں ہے۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ سنن نسائی شریف کتاب الجنائز کے باب الدُّعَاءِ میں ہے۔

یہ حدیث ابوداؤد شریف کتاب الجنائز کے باب الدعاء للمیت میں ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الجنائز کے آغاز میں ہی حدیث ہے۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کسی مریض یا میت کے پاس جاؤ تو کلمہ خیر کہو کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ

عنہ فوت ہو گئے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ابو سلمہ فوت ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: یہ دعا پڑھو:

''اے اللہ! میری مغفرت کر اور ابو سلمہ کی مغفرت کر اور ان کے بعد میرے لئے ان سے اچھا شخص مقرر کر دے''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کر دیا۔

سوال نمبر ۴: کیا ایصالِ ثواب کرنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے وہ نیک کام کرے پھر اس کے بعد اس کا ثواب بخشا جائے؟

جواب: جو کام بھی کیا جاتا ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کیلئے کیا جاتا ہے اور اس کا اجر وثواب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے۔ اس میں بندہ کے اخلاص کو بہت عمل دخل ہے۔ جتنا اخلاص زیادہ ہوگا' اللہ تبارک وتعالیٰ اتنا زیادہ ثواب بھی عطا فرمائے گا۔

❁ صحیح بخاری شریف کتاب الرہن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کو نیت کا پھل ملے گا۔

اگر کوئی شخص مسکینوں' یتیموں کو کھانا کھلانے کیلئے کچھ پکواتا ہے۔ اس کھانے کو اخلاص کے ساتھ پکواتا اور تقسیم کرتا ہے لیکن پھر بھی کافی کھانا بچ جاتا ہے۔ اب کیا اس شخص کو صرف اس کھانے کا ثواب ملے گا جس کو یتیموں' مسکینوں نے کھالیا یا کہ اس کے اخلاص کے ساتھ پکائے ہوئے سارے کھانے کا ثواب ملے گا، اب اس شخص کی نیت

کے مطابق اس کو اس پورے کھانے کا ثواب حاصل ہوگا۔ (واللہ ذوالفضل العظیم)

صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اس کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا اپنی والدہ محترمہ کیلئے کنواں کھدوانے کی حدیث پیچھے بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے کنواں کھدوا کر کہا "یہ سعد کی ماں کیلئے ہے"۔ اس سے جتنے آدمی' جانوروں نے پانی پیا جب تک وہ کنواں موجود رہے گا اس کا ثواب ان کی والدہ محترمہ کو پہنچتا رہے گا۔ ان کے الفاظ سے واضح ہے کہ کنواں تعمیر کروانے کے بعد انہوں نے یہ دعا کی ہے' نہ کہ کوئی دس بیس سال بعد کہ اب تک جتنے آدمیوں' جانوروں نے پانی پی لیا ہے' اس کا ثواب میری والدہ کو پہنچے۔ باقی جتنا پھر پئیں گے پھر ایصالِ ثواب کروں گا۔

❁ سنن ابن ماجہ "باب النیۃ" میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يُبْعَثُ النَّاسُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ

لوگ اپنی نیتوں پر اُٹھائے جائیں گے۔

جب لوگ اپنی نیتوں پر اُٹھائے جائیں گے تو ثواب بھی اللہ تعالیٰ اخلاص کو دیکھتے ہوئے جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔

❁ بخاری شریف کتاب الرقاق کے باب مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ اَوْ بِسَيِّئَةٍ میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور بدیاں

لکھ دیں اور انہیں واضح فرما دیا ہے۔ پس جس نے نیک کام کا ارادہ کیا اور اسے نہ کر سکے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کیلئے پوری نیکی کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے ارادہ کیا اور پھر اسے کر بھی لیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے دس نیکیوں سے سات سو تک یعنی کئی گنا کر کے لکھ دیتا ہے اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اسے نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر ارادہ کیا اور اسے کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک برائی لکھتا ہے۔

سوال نمبر۵: جب ایصالِ ثواب کرنے والا اپنی کسی مالی، بدنی، مرکب عبادت، نیک اعمال کا ثواب کسی دوسرے کو بخش دیتا ہے تو اس ثواب میں سے اس کا تو کچھ حصہ نہیں رہتا ہوگا، کیا یہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے والا معاملہ نہ ہوا؟

جواب: یہ غلط ہے کہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو کچھ بھی نفع حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کو بھی اس کا پورا پورا اجر و ثواب ملتا ہے۔

❁ مؤطا امام مالک کتاب القرآن کے باب اَلْعَمَلُ فِی الدُّعَاءِ میں ہے:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ دَاعٍ یَدْعُو اِلٰی هُدًی اِلَّا کَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ مَنِ اتَّبَعَهُ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُورِهِمْ شَیْئًا.

جو راہِ ہدایت کی جانب بلائے اسے پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جو

وَمَا مِن دَاعٍ يَدْعُو إِلٰى ضَلَالَةٍ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ أَوْزَارِهِمْ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا.

گمراہی کی جانب بلائے تو اسے سب پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اسی مفہوم کی حدیثیں سنن ابن ماجہ شریف کے باب من سن سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً میں بھی ہیں۔

سنن ابن ماجہ شریف ابواب فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب من سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً میں ہے۔

عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ لَهٗ اَجْرُهَا وَ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِهِمْ. شَيْئًا

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص اچھا طریقہ جاری کرے اور اس پر عمل کرے تو اس کیلئے بھی اس کا اجر ہوگا اور عمل کرنے والوں کا اجر بھی۔ عمل کرنے والے کیلئے بھی اتنا ہی اجر ہوگا اور ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ ایسے ہی اگر کوئی برا کام جاری کرے اور لوگ اس پر عمل کریں تو تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کا بھی اور ان کیلئے بھی گناہ ہوگا اور کسی کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اسی باب میں اس مفہوم کی دو اور حدیثیں بھی ہیں۔ان کے علاوہ درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں' جو اسی باب میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' آپ نے اس کیلئے لوگوں کو صدقہ پر اُبھارا۔ ایک شخص نے عرض کیا" یارسول اللہ! میری طرف سے اتنا اتنا مال ہے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مجلس میں کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جس نے اس پر کم ہو یا زیادہ صدقہ نہ کیا ہو۔آپ نے فرمایا" جو اچھا طریقہ جاری کرے اور اس پر لوگ عمل کریں تو اسے اپنا ثواب بھی ملے گا اور دیگر لوگوں کے عمل کرنے کا بھی اور کسی کے ثواب میں سے کوئی کمی نہ کی جائے گی' اور اگر کوئی بُرا طریقہ جاری کرے اور اس پر لوگ عمل کریں تو جاری کرنے والے کو اپنا بھی گناہ ملے گا اور دوسروں کا بھی اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی"۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب العلم کے باب مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً وَ مَنْ دَعَاءِ اِلٰی هُدًی اَوْ ضَلَالَةً میں ہے۔

مذکورہ بالا احادیث بھی صحیح مسلم شریف کے اس باب میں موجود ہیں۔

سنن ابن ماجہ شریف میں اس سے آگے باب ثَوَابِ مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَا میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو علم کی بات بتائے گا تو اسے اس پر عمل کرنے والے کا بھی اجر ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی"۔

❁ سنن ابوداؤد شریف کتاب الادب کے باب فِی الْمَعُوْنَةِ لِلْمُسْلِمِ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے کسی مسلمان سے دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف اس سے دور کردے گا' جو کسی غریب کو آسانی دے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسے آسانی میسر کرے گا' جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرنے میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہتا ہے۔

ایصالِ ثواب کرنا بھی اپنے فوت شدہ مسلمان بھائی کی مدد کرنا ہے۔

❁ ترمذی شریف ابواب الزکوٰۃ کے باب مَا جَآءَ فِی نَفَقَةِ الْمَرْاَةِ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ دے تو اس کیلئے بھی اجر ہے اور خاوند کیلئے اس کی مثل ہے۔ خزانچی کیلئے بھی اس کے برابر ہے اور کسی ایک کا ثواب دوسرے کے ثولب میں کمی نہیں کرے گا۔ خاوند کیلئے کمانے کا اور عورت کیلئے خرچ کرنے کا ثواب ہے''۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب'' اَلْاَجْرِ الْخَازِنِ الْاَمِيْنِ وَالْمَرْاَةِ......''میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب الزکوۃ کے باب "صَدَقَةُ الْمَرْاَةِ من بَيْتِ زَوْجِهَا" میں ہے۔

بخاری شریف کتاب الرقاق کے باب مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ اَوْ بِسَيِّئَةٍ میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزّوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور بدیاں لکھ دیں اور انہیں واضح فرما دیا ہے' پس جس نے نیک کام کا ارادہ کیا اور اسے کر نہ سکے تب بھی اللہ تعالیٰ اس کیلئے پوری نیکی کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر اُس نے ارادہ کیا اور پھر اسے کر بھی لیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے دس نیکیوں سے سات سو تک یعنی کئی گناہ کر کے لکھ دیتا ہے' اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اسے نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر ارادہ کیا اور اسے کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک برائی لکھتا ہے۔

جب ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کیلئے ایصالِ ثواب کرتا ہے تو وہ ایک نیک کام کرتا ہے' جس کا خود اسے بھی کئی گنا ثواب مل جاتا ہے اور قرآن پاک میں بھی حکم موجود ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ کیا اس طرح مدد کرنے والا تہی دامن رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی اس نیک کام کرنے' بھلائی اور نیکی کے کام کے صلہ میں ضرور نوازتا ہے۔

ابن ماجہ شریف کے باب فضل العلماء میں ہے:

اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

98381

سوال نمبر٦: اگر میّت کے عزیز و اقارب، محلہ دار یا ورثاء کھانا وغیرہ نمود و نمائش، فخر و غرور کے اظہار اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کیلئے کھلائیں تو اس کھانے والے اور کھلانے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کھانے یا کوئی اور نیکی کا کام، صدقہ و خیرات وغیرہ کا مُردہ کو ثواب پہنچنا تو کیا ممکن، وہ شخص خود عتابِ الٰہی میں گرفتار ہوگا، وہی مثل ہو جائے گا، محنت برباد گناہ لازم غرباء، مساکین کے علاوہ کسی کو اس کا کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔ کیونکہ وہ تو مجبور محض ہیں۔

نمود نمائش، فخر و غرور کے اظہار کا کھانا غمی کا ہو یا شادی اور خوشی کا، دونوں نہیں کھانے چاہئیں۔

اگر اہلِ محلہ اور رشتہ دار اِس نیّت سے کھلائیں کہ آج میں اِس کو کھلا دُوں تو کل یہ مجھ کو کھلا دے گا، اِس صورت میں بھی ثواب نہ ملے گا اِس لئے کہ ارادہ تو اللہ کی رضا کی بجائے معاوضہ لینے کا ہے، پھر ثواب کہاں؟

❁ سنن ابوداؤد شریف کتاب الاطعمة کے باب فی طعام المتباريين میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلے پر کھانا کھلانے والے دونوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

کیا کسی دیوبندی یا غیر مقلد نے شادی بیاہ کے کھانے کو حرام قرار دینے کیلئے کتابیں لکھیں کیونکہ اکثر و بیشتر اب شادیوں میں کھانا مقابلے پر کھلایا جاتا ہے۔

ریا کاری، دکھلاوا، نمود و نمائش، شہرت و ناموری، تکبر کیلئے جو کام کیا جاتا ہے اس کا کچھ ثواب نہ ملنے کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قیامت کے دن لوگوں میں سے جس کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا وہ شہید راہِ حق ہے۔ اس کو سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد کرائے گا، جن کو وہ پہچان لے گا۔ اس کے بعد رب تعالیٰ اس (شہید) سے دریافت کرے گا کہ تو نے اس سلسلہ میں کیا عمل کیا، تو وہ کہے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہادت حاصل کی۔ رب تعالیٰ فرمائے گا تو نے غلط کہا، تو نے جنگ اس لئے کی تھی کہ تو بہادر کہلائے اور تجھے یہی کہا گیا پھر اس کے بارے میں فیصلہ ہوگا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ایک اور شخص جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ قرآن پاک پڑھا، اس کو بھی لایا جائے گا، اس کو بھی نعمت الٰہی بتائی جائیں گی، جن کا وہ اعتراف کرے گا۔ رب تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کیلئے قرآن پڑھا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا، تو نے غلط کہا، تو نے علم اس کیلئے سیکھا تھا کہ تجھے عالم اور قاری کہا جائے اور لوگوں نے تجھے یہی کہا پھر اس کے بعد اس کے بارے میں حکم ہوگا اور اس کو چہرہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ان کے علاوہ ایک وہ شخص ہوگا کہ اللہ نے اس کو دولت سے نوازا، انواع و

اقسام کے مال دیئے' اس کو لایا جائے گا' اس کے سامنے بھی نعمتوں کا تذکرہ ہوگا اور وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اس سے رب کریم فرمائے گا ''تونے اس مال سے کیا کیا ہے؟'' وہ عرض کرے گا ''مولا! میں نے کوئی راہ نہ چھوڑی اور جہاں جہاں تیری رضا کے حصول کیلئے مال خرچ کر سکتا تھا' کیا''۔ رب تعالیٰ فرمائے گا ''تو غلط کہتا ہے' تو نے میری رضا کیلئے نہیں بلکہ مال اس لئے خرچ کیا تھا کہ تو سخی کہلائے'' جو کہا گیا۔ پس اس کیلئے حکم فرمایا جائے گا تو اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسلم شریف)

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الامارۃ کے باب من قاتل للریآء والسمعة استحق النار میں ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث ترمذی شریف ابواب الزہد کے باب ماجاء فی الریا والسمعة میں بھی ہے۔

قارئین آپ غور فرمائیں کہ شہرت و ناموری کے طلبگار شہید کا انجام دوزخ ہوا۔ علم اور فن قرأت سیکھنے والے کی ہمارے معاشرے میں کتنی عزت ہے۔

شیخ الحدیث' شیخ التفسیر' شیخ الفقہ' محدث اعظم' امام القراء' امام فن تجوید' مقرر بے بدل' مناظر اعظم' امام المناطقہ' صوفیٔ باصفا کہلانے والے اگر شہرت و ناموری کے طلبگار ہیں تو ان کا حشر واضح ہے کہ منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

نمود و نمائش اور دکھلاوے کیلئے ایصال ثواب کی محافل میں قرأت قرآن کرنے والوں' سیپارے پڑھوانے والے اور پڑھنے والوں' کھانا کھانے والوں اور کھلانے والوں کے متعلق تو درجنوں کتابیں ان نام نہاد محدث اعظم' مناظر اعظم' مفسر

اعظم قسم کے عالموں نے لکھی ہوں گی۔ کیا مذکورہ بالا شہرت و ناموری کے طلبگاروں کے متعلق بھی لکھیں؟ کیا کبھی لکھا کہ ان کی تفسیر برباد ان کی محنت برباد ان کا درجنوں کتب لکھنا برباد ان کا ہر روز بھاری رقم وصول کر کے تقریریں کرنا برباد ان کا وظائف لے کر دورۂ قرآن دورۂ تفسیر قرآن کرانا بیکار برباد باعث وبال اور جہنم میں لے جانے والا ہے

دیو بندیوں غیر مقلدین اور جماعت اسلامی کی علیحدہ علیحدہ جہادی تنظیمیں ہیں۔ سب ایک سے بڑھ کر ایک نمود و نمائش کا اظہار کرتی ہیں۔ جہادی سنٹر بنائے جاتے ہیں لوگوں سے جہاد کے نام پر رقمیں بٹوری جاتی ہیں۔ گاؤں گاؤں بڑی بڑی گاڑیوں میں سفر کر کے چندہ اور کھالیں اکٹھی کی جاتی ہیں۔ جس شہر یا قصبہ میں جلسہ یا اجتماع کیا جاتا ہے تو پورے شہر بلکہ پورے ملک میں بینر' پوسٹر' اسٹیکر' جھنڈے وغیرہ لگا اور لہرا دیئے جاتے ہیں۔ ٹینٹ' خیمے لگا کر' اسٹیج سجا کر' اسٹیج پر کرسیاں' صوفے' میزیں' دور دور تک آواز پہنچانے والے سپیکر لگا کر' آگے ٹینٹوں کے نیچے کرسیوں کی لمبی قطاریں سجا کر بھاری نذرانے وصول کرنے والے مقررین' نام نہاد مجاہدین' امیر عسا کر اور قائدین جماعت بلائے جاتے ہیں۔

اسلحہ کی بھر پور نمود و نمائش ہوتی ہے۔ فوجی جیکٹیں پہن کر اس طرح اظہار کیا جاتا ہے کہ یہ اسلامی فوج کا اسلامی لباس ہے!!

فوجی کرتب اور مظاہرے دکھلا کر لوگوں کو مداری دکھلانے والے کی طرح محظوظ کیا جاتا ہے۔ بیوقوف اور جاہل لوگوں کو احساس دلایا جاتا ہے کہ اسلام کے ٹھیکیدار صرف اور صرف ہم ہیں۔ اگر ہم نہ ہوں تو یہود و نصاریٰ اور ہندو تمام پاکستانیوں بلکہ تمام مسلمانوں کو چند مہینوں بلکہ چند دنوں میں غلام بنالیں' ان کے ملک ہڑپ کر لیں۔ یہ چند

نام نہاد مجاہدین جنہوں نے چند روزہ معمولی قسم کے اسلحہ چلانے کی تربیت اپنے شہروں، قصبوں اور محلوں میں انتشار پھیلانے، مسجدوں پر قبضہ کرنے اور اپنے پیٹ کو ایندھن سے پُر کرنے کیلئے لوگوں سے جہاد کے نام پر چندہ بٹورنے کیلئے لی ہے۔ انہوں نے سارے ملک کو بچایا ہوا ہے اور افواجِ پاکستان جو کہ مکمل طور پر تربیت یافتہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں، جہاد کے ہر شعبہ میں کام کر رہی ہیں، ان کے مقابلے میں اُن کا کہیں نام و نشان نہیں۔

شہرت و ناموری کی خاطر جہاد کرنے، جہادی معرکے سرانجام دینے والے شہید کا انجام کیا ہے؟ ''دوزخ''

میں تمام اہل علم و ذی فہم حضرات کو دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ غور و فکر کریں اور ان نام نہاد جہادی تنظیموں کے پراسرار طریقہ واردات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

اگر ایصالِ ثواب کی محافل دکھلاوے، نمود و نمائش کی وجہ سے موردِ الزام ہیں، ان محافل کا کھانا حرام ہے، ان محافل میں خرچ کئے ہوئے ہزاروں روپے ضائع اور بیکار ہیں تو پھر یہ جہاد کی نمود و نمائش کے اجتماع کس طرح ثواب کا کام ٹھہر سکتے ہیں؟

کس نے نہیں دیکھا کہ جب ان کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے، ہزاروں دیگیں پکتی ہیں، ہزاروں جانور ذبح کئے جاتے ہیں، چاولوں کی سینکڑوں بوریاں پلاؤ، زردے کی دیگیں پکانے کے کام آجاتی ہیں۔ ہر ٹینٹ والوں کی علیحدہ علیحدہ دعوتِ طعام ہوتی ہے۔

وہاں نمود و نمائش حرام، یہاں جائز۔

وہاں کھانا حرام، یہاں حلال، طیب و طاہر۔

وہاں نذرانہ حرام، یہاں نذرانہ تبرک

دکھلاوے، نمودونمائش کیلئے جہادی جیکٹیں پہننے والے درج ذیل حدیث میں غور فرمائیں۔

سنن ابن ماجہ شریف کے باب من لبس شھرۃ من الثیاب میں ہے:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص دنیا میں شہرت اور ناموری کیلئے کپڑے پہنے گا' اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا' پھر اس میں آگ لگادے گا''۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب اللباس کے باب فی لبس الشھرۃ میں بھی ہے۔

ترمذی شریف ابواب الزہد کے باب ما جاء فی الریاء والسمعہ میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص لوگوں کو دکھانے کیلئے عمل کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دے گا اور جو شہرت طلب کرے گا' قیامت کے دن اس کے عیوب کی تشہیر ہوگی''۔ راوی کہتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحم نہیں فرماتا''۔

یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔

ان دنیا پرست علماء کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

محترم قارئین! کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ ان کے نام نہاد علماء' مناظرین' امیر عساکر' کس طرح بڑی بڑی گاڑیوں میں جہاد اور مذہب کے نام پر اکٹھی کی ہوئی دولت

کے بل بوتے پر پورے ملک میں دھندناتے پھرتے ہیں۔کیاان کی ذاتی فیکٹریاں چل رہی ہیں کہ روزانہ ہزاروں روپے اپنی ذات پر خرچ کر سکیں۔فروعی مسائل میں لوگوں کو الجھائے رکھنے کیلئے شرک' کفر اور بدعت کے فتوے جڑے جاتے ہیں۔ یہ فتاویٰ بازی کیا دنیاوی فوائد کے حصول کیلئے نہیں؟ کیا لوگوں کو آپس میں لڑانے کیلئے نہیں؟ کیا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے نہیں؟ آیئے ان جیسے نام نہاد علماء کا انجام ملاحظہ فرمائیں۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جوشخص اس لئے علم حاصل کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے علماء پر فخر کرے' یا اَن پڑھوں سے جھگڑا کرے یا یہ سوچے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالے گا''۔

ترمذی لیکن ابن ماجہ نے اس حدیث کو جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

❁ اس سے اگلی حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جوشخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کی بجائے دنیاوی فوائد کیلئے علم حاصل کرتا ہے تو اس کو قیامت کے دن جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی''۔(احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ)

یہ احادیث ابن ماجہ شریف کے باب انتفاع بالعلم والعمل بہ میں ہیں۔

بظاہر تو یہ نام نہاد شیخ الحدیث والتفسیر' محدث اعظم قسم کے علماء لوگوں کو یہی دکھاوا کرتے ہیں کہ ہم ایم این اے' ایم پی اے' ضلعی ناظم' قسم کے عہدیدار بنیں گے تو

دین کیلئے کام کریں گے، ہم عالم ہیں اس لئے دنیا کے پیچھے نہیں دوڑیں گے۔ان کے متعلق فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میری اُمت کے کچھ لوگ دین کی سمجھ اور قرآنی علوم حاصل کر کے یہ کہیں گے کہ ہم امراء کی صحبت حاصل کر کے ان کے ذریعے دنیا تک رسائی حاصل کریں گے اور اپنے دین کو محفوظ رکھیں گے لیکن ایسا ناممکن ہوگا کیونکہ خاردار درخت سے کانٹا ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔اس طرح ان کے قرب سے کانٹے ہی چنے جائیں گے۔اس موقعہ پر محمد بن صباح نے کہا ہے کہ وہ اس سے گناہوں کو مراد لیتے تھے''۔(ابن ماجہ)

سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث ''باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ'' میں ہے۔

ہمارے علماء نے کبھی بھی ان لوگوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی جو نمود و نمائش، تکبر اور فضول خرچی سے محافل ایصال ثواب کا اہتمام کرتے ہیں۔یہ ان لوگوں کا ذاتی فعل ہے اور معاشرے میں اپنی جھوٹی انا اور عزت و وقار کیلئے ایسا کچھ کرتے ہیں۔

آیئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند فرامین ملاحظہ فرمائیں۔شاید کچھ لوگ ہی ان پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوار لیں۔

سنن ابن ماجہ شریف کتاب اللباس کے باب البس ما شئت ما اخطاک سرف او مخیلۃ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو لیکن اس میں اسراف اور تکبر نہ ہو۔

اگر یہ صدقہ و خیرات تکبر کے اظہار کیلئے ہے تو اس کا اظہار تو ضرور ہوگا لیکن آخرت میں اس کو اور نہ اُس کو فائدہ ہوگا جس کیلئے صدقہ و خیرات کیا' یہ دولت کا زیاں ہے۔

تکبر کا اظہار کرنے کیلئے بظاہر نیک کام کرنے والا درج ذیل حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائے۔

سنن ابن ماجہ شریف ''باب فی الایمان'' میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائے کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الایمان کے باب تحریم الکبر و بیانہ میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب اللباس کے باب ماجاء فی الکبر میں بھی ہے۔

میں تمام علماء کرام سے عرض گزار ہوں کہ جس محفل میں خلاف شرع کام دیکھیں وہاں شرکت نہ فرمائیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔

سنن ابن ماجہ شریف ابواب الفتن باب ''اذا التقیٰ المسلمان بسیفھما'' میں ہے:

''ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن اللہ کے حضور بدترین شخص وہ ہوگا جس نے دنیا کیلئے آخرت برباد کی''

سوال نمبر ۷: جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو اپنے مال سے ایصالِ ثواب کرنا چاہیئے یا کہ میّت کے مال سے بھی کر سکتے ہیں؟

جواب: جب کوئی آدمی فوت ہو جائے اور کوئی شخص، اس کا عزیز اپنے خاص مال میں سے اس کیلئے فاتحہ کرے، اس میں کسی کو کلام نہیں اور اگر خاص میّت کا مال اس کام میں صرف کرنے لگیں تو اس میں یہ شرط ہے کہ اس کے وارثوں میں کوئی نابالغ لڑکا یا لڑکی نہ ہو اس لئے کہ ترکہ بعد مرنے مورث کے وارثوں کی ملکیت ہو جاتا ہے۔

پس اگر وارث بالغ ہیں تو مال خاص ان کا ہوگا اس لئے جس قدر چاہیں متفقہ طور پر میّت کیلئے صرف کر دیں۔

اگر کوئی وارث ان میں سے غائب ہے اور اس نے بھی اجازت دے دی ہے تو اس صورت میں بھی ان کو اختیار ہے، جس قدر چاہیں متفقہ طور پر میّت کیلئے صرف کر دیں۔

اگر سب نابالغ ہیں تو ترکۂ میّت سب ان کی ملکیت ہو گیا، اس کو صرف کر دینا میّت کے ایصالِ ثواب کیلئے جائز نہیں، نہ کپڑا، نہ کھانا، نہ روپیہ نہ پیسہ، فقط تجہیز و تکفین میں جو اُٹھے وہی درست ہے اور بس۔

اگر بعضے وارث نابالغ ہیں، تب بھی نابالغوں کا حصّہ کُل اشیاء ترکہ میں مشترک ہے، اس کا صرف کرنا بھی ایصالِ ثواب کیلئے جائز نہیں۔ اگر شریعت کے قاعدے کے مطابق تقسیم واقع ہو جائے اور صغیر وارث کو اُس کا حصّہ مل جائے تو پھر بالغ اپنے حصّے سے خرچ کر سکتے ہیں۔

عورت اپنے حق مہر میں سے صرف کر سکتی ہے۔

سوال نمبر ۸: اگر ورثاء سب بالغ ہیں اور ان کی مالی حالت اچھی نہیں، کیا وہ قرض لے کر میت کیلئے ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں؟

جواب: اگر ورثاء کی مالی حالت اچھی نہیں تو انہیں ہرگز ہرگز مالی صدقات و خیرات نہیں کرنا چاہئیں۔

انہیں چاہیئے کہ وہ خود اور ان کے گھر والے درود شریف، وظائف، تلاوت قرآن پاک اور نفلی عبادات کر کے اپنی میّت کو بخشیں۔

قرض لے کر کسی صورت میں بھی ایصالِ ثواب نہیں کرنا چاہیئے بالخصوص مالی ایصالِ ثواب صرف غنی کیلئے ہی مستحسن ہے اور مقروض کیلئے کسی طرح روا نہیں۔

اگر کسی نے قرض لے کر ایصالِ ثواب کیا اور اس شخص کو موت آجائے اور پیچھے مال بھی نہ ہو اور ورثاء میں سے کوئی قرض ادا کرنے والا نہ ہو تو اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

درج ذیل احادیث پر خود ہی غور و خوض کرے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب البُیُوعِ بَابُ الْاِفْلَاسِ وَالْاَنْظَارِ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن کی جان اس کے قرض کے بدلے میں لٹکی رہتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے"۔ (شافعی، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

اسی باب کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ بندہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو' کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی اس حالت میں مرے کہ اس پر قرض ہو اور ادا کرنے کیلئے مال نہ چھوڑے''۔ (احمد' ابوداؤد)

سوال نمبر ۹: یہ جو عام رواج ہے کہ کسی شخص کے فوت ہونے کے بعد جو کوئی بھی افسوس کرنے' اظہارِ تعزیّت کیلئے آتا ہے' وہ دوسرے تمام اشخاص کو بھی مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میّت کیلئے دُعا کریں اس کا کیا ثبوت ہے؟

جواب: میّت کے گھر والوں سے تعزیّت کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ تعزیّت کا مقصد ان کا غم بانٹنا ہوتا ہے اور تعزیّت کیلئے عزیز و اقارب' دوست احباب' اہلِ محلہ میں سے جو لوگ جمع ہو جاتے ہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

جو عزیز و اقارب اور دوست احباب دُور دراز سے یا دوسرے شہروں سے آئے ہوتے ہیں' ان کو قطعاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بس تعزیّت کریں اور چلتے نظر آئیں۔ لہٰذا تعزیّت کیلئے لوگوں کا دن کے مختلف اَوقات میں کبھی زیادہ اور کبھی کم ہو جانا ایک قدرتی بات ہے کہ کچھ عزیز و اقارب آتے ہیں اور کچھ تعزیّت کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں۔

جو لوگ اس طرح بیٹھنے کو بدعت قرار دیں' انہیں اس کے مقابلے میں کوئی سُنّت طریقہ بتلانا ہوگا؟

جو لوگ تعزیّت کیلئے آئے ہوئے اشخاص' عزیز و اقارب کے پاس بیٹھتے نہیں

لیکن اس کا انکار بھی نہیں کرتے' اس پر فتوے بھی نہیں جڑتے' ان کے اس نہ بیٹھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ فرض یا واجب نہیں' یہ ضرورت اور حالات کے مطابق ایسی صورت حال بن گئی ہے اور فقہاء کرام کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ وسائل اپنے مقاصد کے احکام کے تابع ہوتے ہیں۔ اسی قاعدہ کے تحت اس طرح بیٹھنا اور اظہار تعزیّت کرنا جائز ہے۔

اب میں صحیح مسلم شریف سے ایک حدیث اس فعل کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں کہ کچھ لوگ اکٹھے میّت کیلئے مغفرت کی دُعا کر سکتے ہیں۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الحدود کے باب حَدِّ الزَّانِیْ میں ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے''۔ آپ نے فرمایا ''تمہیں ہلاکت ہو' جاؤ اللہ سے استغفار کرو' اور توبہ کرو''۔ انہوں نے پھر تھوڑی دیر بعد واپس آ کر کہا ''یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح فرمایا' حتیٰ کہ چوتھی بار ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں تم کو کس چیز سے پاک کروں؟''۔ انہوں نے کہا زنا سے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق پوچھا ''کیا ان کا دماغ خراب ہے؟'' انہوں نے کہا ''نہیں'' وہ کوئی میراثی یا پاگل نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے شراب پی ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کا منہ سونگھا تو شراب کی بد بو محسوس نہیں کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم نے زنا کیا ہے؟'' انہوں نے کہا ''ہاں'' پھر آپ نے رجم کرنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت ماعز کے متعلق لوگوں کی دو رائیں ہو گئیں' بعض کہتے تھے کہ حضرت ماعز ہلاک

ہو گئے اور اس گناہ نے انہیں گھیر لیا اور بعض لوگ کہتے تھے کہ حضرت ماعز کی توبہ سے کسی کی توبہ افضل نہیں ہے............ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درآں حالیکہ وہ بیٹھے ہوئے تھے' آپ سلام کرنے کے بعد بیٹھ گئے پھر آپ نے فرمایا:

اَسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ ابْنِ مَالِكٍ

ماعز بن مالک کیلئے استغفار کرو

صحابہ نے کہا" اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت کرے" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ماعز نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس کو تمام اُمت پر تقسیم کر دیا جائے تو اسے کافی ہو"۔

فاتحہ خوانی کے وقت ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے کو بدعت کہنا بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

تعزیت کے موقع پر لوگوں کا اجتماع ہو جانے کے ثبوت میں ایک اور صحیح حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے بَابُ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ کی تیسری فصل میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِّعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِمَكَّةَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَ حَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنِّیْ لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ مُوَاجِهُهُ......

حضرت عبداللہ بن ملیکہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی کی صاحبزادی کا مکہ میں انتقال ہوا تو لوگ تعزیت کیلئے آئے، میں بھی گیا تو وہاں حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے' میں ان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا' حضرت ابن عمر کے

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) سامنے جناب عثمان کے صاحبزادے عمرو بن عثمان بیٹھے تھے ان سے جناب ابن عمر نے فرمایا............

اس متفق علیہ حدیث سے بھی تعزیت کے موقع پر اجتماع اور تعزیت کیلئے جانا ثابت ہے۔

یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ تعزیت کرنا، دعا کرنا تو ثابت ہے، ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا کس طرح ثابت ہے؟

فوت شدہ شخص کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے ثبوت میں صحیح بخاری شریف کتاب المغازی کے باب غَزَاۃِ اَوْطَاسٍ کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعامر کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی روانہ فرمایا تھا۔ پس دورانِ جنگ حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں ایک تیر آ کر لگا جو کسی جبشی نے پھینکا تھا اور وہ تیر ان کے گھٹنے میں ترازو ہو گیا۔ میں ان کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ چچا جان! یہ تیر آپ کو کس نے مارا ہے؟ انہوں نے اشارے سے حضرت ابوموسیٰ کو بتایا کہ میرا قاتل وہ ہے، جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں اس کی جانب دوڑا اور نزدیک جا پہنچا، جب اس نے مجھے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا۔ میں نے اس کا تعاقب جاری رکھا اور میں اسے یہ کہتا جاتا تھا، او بے شرم، اب ٹھہرتا کیوں نہیں، پس وہ ٹھہر گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواروں سے حملہ کر دیا۔ آخر کار میں نے اسے قتل کر دیا اور حضرت ابوعامر کو آ کر خوشخبری سنائی کہ آپ کے قاتل کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اب یہ تیر تو نکال دو، چنانچہ

میں نے تیر انکال دیا اور اس جگہ سے پانی (خون) بہنے لگا۔ پھر فرمایا اے بھتیجے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام کہنا اور میری جانب سے یہ عرض کرنا کہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں۔

پھر حضرت ابو عامر نے مجھے اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ وہ تھوڑی دیر زندہ رہ کر اپنے مالک کی بارگاہ میں جا پہنچے' میں واپس لوٹا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ آپ اپنے مکان عرش آستان کے اندر ایسی چارپائی پر آرام فرما تھے جس کے بان موٹے تھے اور اوپر برائے نام کپڑا بچھا ہوا تھا' جس کے باعث بانوں کے نشانات آپ کی پشت مبارک اور پہلوئے انور میں نظر آ رہے تھے۔ میں نے فتح کی بشارت دی اور حضرت ابو عامر کی شہادت کا ذکر کر کے کہا کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میری دعائے مغفرت کیلئے حضور سے عرض کر دینا۔

پس آپ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا اور اس کے بعد ہاتھ اُٹھا کر یوں دعا فرمائی

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِيْ عَامِرٍ

اے اللہ! اپنے بندے ابو عامر کی مغفرت فرما۔

اس وقت میں آپ کی نُورانی بغلوں کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد پھر یوں دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ

اے اللہ! ابو عامر کو قیامت کے دن اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت دے

پھر میں عرض گزار ہوا کہ میری بخشش کیلئے بھی دعا کیجئے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اے اللہ! عبداللہ بن قیس کی مغفرت فرما اور قیامت کے روز اسے عزت کی جگہ

میں داخل کرنا۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فوت شدہ شخص کیلئے دُعائے خیر کرتے ہوئے زندہ اشخاص کیلئے بھی دعائے خیر کی جاسکتی ہے۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ بخاری شریف کتاب الدعوات کے باب الدُّعَآءِ عِنْدَ الْوُضُوْءِ میں بھی ہے۔

دُعا کرنے کی قرآن پاک اور احادیث میں بہت زیادہ تاکید ہے لیکن آج کل لوگ دعا کرنے میں تشدّد برت رہے ہیں اور فتویٰ جاری کرتے ہیں کہ فلاں وقت دعا جائز نہیں' فلاں وقت بدعت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ قرآن پاک میں صاف صاف الفاظ میں فرمارہا ہے کہ دعا مانگنے والا جب بھی دعا مانگے' میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

پارہ ۲، سورہ البقرہ، آیت ۱۸۶ میں ہے:

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

دُعا قبول کرتا ہوں' پکارنے والے کی جب مجھے پکارے

دُعا کی فضیلت' اہمیّت اور طریقہ کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے معزز اور کوئی چیز نہیں''۔

اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الدعوات کے باب ''ما جاء فی فضل الدعاء''

میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الدعا کے باب "فضل الدعا" میں ہے۔

﴿۲﴾ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دعا کے علاوہ اور کوئی چیز قضا کو تبدیل نہیں کرتی اور عمر کی زیادتی کا سبب سوائے نیکی کے اور کوئی نہیں"۔ (ترمذی شریف)

یہ حدیث ترمذی شریف میں ابواب القدر کے باب "ما جاء لا یرد القدر الا الدعا" میں ہے اور یہ حدیث حسن غریب ہے۔

﴿۳﴾ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے"۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الدعوات کے باب ما جاء فی فضل الدعا میں ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الدعا کے باب فضل الدعا میں بھی ہے۔

﴿۴﴾ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک تمہارا رب حَیِیٌّ (حیاء فرمانے والا) اور کریم ہے جب بندہ دعا کیلئے اس کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اس کو حیاء آتی ہے کہ وہ بندہ کے ہاتھوں

کو خالی واپس کر دے"۔

اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں درج کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح علی شرط الشیخین لکھا ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الدعوات میں ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ کے باب رفع الیدین فی الدعا میں بھی ہے اور سنن ابن ماجہ شریف کے اسی باب میں ہے۔

﴿۵﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تو اللہ سے دعا کرے تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلیوں سے دعا کیا کر نہ کہ ان کی پشت سے اور جب دعا سے فارغ ہو تو اپنے ہاتھوں کو منہ پر مل لے"۔

﴿۶﴾ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم اللہ سے دعا مانگو تو ہتھیلیوں کا رُخ چہرہ کی طرف رکھو اور ہاتھوں کی پشت تمہارے چہرہ کی جانب نہ ہو اور جب دعا سے فارغ ہو تو ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لو"۔

یہ حدیث ابوداؤد شریف باب الدعا میں ہے۔ امام ابوداؤد کا بیان ہے کہ سلیمان بن عبدالحمید نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک حضرت مالک بن یسار کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔

﴿۷﴾ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دعا کیلئے ہاتھ اُٹھاتے تو ان کو منہ پر پھیرنے سے پہلے نیچے نہ رکھتے۔ (ترمذی)

دعا کرتے وقت ہاتھ سینے کے برابر، کندھوں کے برابر اور اوپر بھی اُٹھا سکتے ہیں جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو اُٹھانا بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سینہ سے اونچے نہیں اُٹھائے۔ (احمد)

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے علماء کرام اپنے ہاتھ سینہ کے سامنے رکھتے ہیں اور زیادہ اوپر نہیں اُٹھاتے لیکن کندھوں تک اور اس سے اوپر ہاتھ اُٹھانے کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ دعا کے دوران ہاتھوں کی انگلیوں کو کندھوں کے برابر کر لیتے تھے۔

(رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب "صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اونچے ہاتھ کسی دُعا میں نہیں اُٹھاتے تھے جتنے استسقاء میں کیونکہ اس میں مبارک ہاتھوں

کو اتنے بلند فرماتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی۔

سوال نمبر ۱۰: ایصالِ ثواب کے مروّجہ طریقے (سوم (قل)' ساتواں' دسواں' چالیسواں' سالانہ) ہندوؤں کی رسومات سے مشابہ ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جس نے مشابہت کی کسی قوم کی پس وہ اُنہیں میں سے ہے' لہٰذا اِن کو قطعاً ترک کر دینا چاہیئے اور اپنے والدین' عزیز وا قارب کے ایصالِ ثواب کیلئے مساجد' مدارس کی تعمیر' طلبہ کے اخراجات اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں حِصّہ ڈالنا چاہیئے۔

جواب: مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت' عقائد و نظریات' عبادات و عادات' تعلیم و تربیت' رہن سہن' کھانا پینا' المختصر ہر چیز تمام اقوام سے منفرد اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے حبیب کریم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہے۔ مشابہت کئی طرح کی ہوتی ہے اور اس کے احکام بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

۱۔ عقائد میں مشابہت

۲۔ عبادات میں مشابہت

۳۔ عادات واطوار میں مشابہت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قوم کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔

۱۔ کُفّار ومُشرکین کی مشابہت سے منع فرمایا

۲۔ یہودیوں کی مشابہت سے منع فرمایا

۳۔ عیسائیوں کی مشابہت سے منع فرمایا

۴۔ مجوسیوں کی مشابہت سے منع فرمایا

۵۔ منافقین کی مشابہت سے منع فرمایا

اسی طرح

۶۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا

۷۔ شیطان کی مشابہت سے منع فرمایا

۸۔ اہلِ فسق کی مشابہت سے منع فرمایا

۹۔ اہلِ عجم کی مشابہت سے منع فرمایا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع ارشاد ملاحظہ فرمائیں:۔

سنن ابوداؤد شریف کتاب اللباس کے باب فِی لُبْسِ الشُّھْرَۃِ میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں شمار ہوگا''۔

اگر یہ مشابہت اس قوم کے عقائد سے مشابہہ ہے تو اس کے مطابق شرعی حکم ہوگا۔

اگر یہ مشابہت اس قوم کی عادات سے مشابہہ ہے تو اس کے مطابق شرعی حکم ہوگا۔

اگر یہ مشابہت عادات واطوار میں اس قوم سے مشابہہ ہے تو اس کے مطابق شرعی حکم ہوگی۔

عادات واطوار میں سے مزید یہ دیکھا جائے گا کہ ان عادات واطوار کا تعلق دینی امور سے متعلق ہے یا کہ دنیا کے امور سے متعلق ہے اور اس کے مطابق شرعی حکم ہوگا یہ اسی طرح ہے، جس طرح عقائد قطعی اور ظنی ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے احکام اور ان کیلئے دلیل درکار ہوتی ہے۔

اگر قطعی عقیدہ ہے تو یہ دلیل قطعی یعنی قرآن پاک کی آیت سے یا حدیث متواتر سے ثابت ہوگا۔

اگر ظنی عقیدہ ہے تو اس کے لئے ظنی دلائل یعنی حدیث مشہور، صحیح، حسن وغیرہ بھی کافی ہے اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے۔

عبادات میں سے کچھ فرض ہیں ان کی دلیل ان کے مطابق ہے۔

عبادات میں سے کچھ واجب ہیں، ان کی دلیل ان کے مطابق ہے۔

عبادات میں سے کچھ سنت ہیں، ان کی دلیل ان کے مطابق ہے۔

عبادات میں سے کچھ نوافل ہیں، ان کی دلیل ان کے مطابق ہے۔

عبادات میں سے کچھ مستحب ومباح ہیں، ان کی دلیل ان کے مطابق ہے۔

عادات واطوار کا درجہ بعد میں آتا ہے۔ اگر یہ عادات واطوار دینی امور سے متعلق ہیں تو اس کے لئے براہ راست دلیل کے ساتھ بالواسطہ دلیل بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

اگر یہ عادات واطوار دنیوی امور سے متعلق ہیں تو یہ اباحت وکراہت کے درمیان ہیں۔

اور اگر یہ عادات واطوار دینی امور سے متعلق ہیں تو مشابہت گناہ ومعصیت ہے۔

مسلمانوں میں سے کوئی بھی کفار ومشرکین کی طرح بتوں کی پوجا نہیں کرتا۔

یہودیوں کی طرح کسی کو بھی مسلمانوں نے اللہ کا بیٹا قرار نہیں دیا۔

عیسائیوں کی طرح مسلمانوں نے کسی دوسرے کو اللہ یا اللہ کا بیٹا قرار نہیں دیا۔

مجوسیوں کی طرح کوئی بھی مسلمان سورج اور آگ کی پوجا نہیں کرتا۔

مشرکین کے متعلق ایک حدیث ملاحظہ فرمالیں۔

مشکوۃ شریف باب الاستعاذہ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے دریافت کیا تم دن میں کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو تو میرے والد نے کہا سات کی، جن میں سے چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمان پر، نبی علیہ السلام نے فرمایا "تم اُمید اور خوف میں کس سے رجوع ہوتے ہو؟ میرے والد نے کہا "آسمان والے سے" (ترمذی شریف)

یہ کس کو معلوم نہیں کہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر اللہ کا جزو قرار دے دیا۔

کس کو معلوم نہیں کہ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا کر ان کی عبادت اور شرک کرتے ہیں اور عیسائی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین خداؤں میں سے تیسرا خدا اور اُس کا بیٹا بنا کر ان کی عبادت کرتے ہیں۔

اس سے بالکل واضح ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے پیغمبروں کی قبروں کے اوپر جو سجدہ کرتے تھے تو وہ سجدہ عبادت کرتے تھے اور آج بھی ان کی عبادت گاہوں اور گرجوں میں دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ خدائے واحد بزرگ و برتر جل جلالہٗ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے پیغمبروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور ان کیلئے بھی سجدے کرتے ہیں

اور جو اللہ کا مقابل یا شریک کر کے ایسا کرے اس کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔

❁ بخاری شریف کتاب التفسیر کے باب قولہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا اَضْدَادًا وَّ احِدُهَانِدٌّ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات ارشاد فرمائی اور دوسری میں نے کہی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ کسی کو اللہ کا نِدّ مقابل ٹھہراتا تھا تو جہنم میں داخل ہوا اور میں نے یہ کہا کہ جو اس حالت میں مرا کہ وہ کسی کو اللہ کا ندِّ مقابل نہیں ٹھہراتا تھا تو جنت میں داخل ہو گیا۔

❁ صحیح بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب الصَّلوٰۃِ فِی الْبِیْعَۃِ میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اُمِّ سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس گرجے کا ذکر کیا جو انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا' جس کو ماریہ کہا جاتا تھا اور ان کا ذکر کیا جو اس میں تصویریں دیکھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان میں سے نیک بندہ یا نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں (جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر' صلیب) بنا دیتے (جن کی وہ عبادت کرتے)۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

یہ حدیث بخاری شری کتاب الجنائز کے باب بناء المسجد علی القبر میں بھی ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس کے باب التصاویر میں ہے۔

اور اس سے اگلی حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت قریب آیا تو چہرۂ انور پر اپنا کمبل ڈال لیتے اور گھبراہٹ محسوس ہوتی تو پُر نور چہرے سے اسے ہٹا دیتے اور اس حالت میں فرمایا ''اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں (عبادت گاہیں) بنالیا'' اور جو کچھ انہوں نے کیا اس سے بچنے کیلئے فرماتے۔

یہ حدیثیں صحیح مسلم کتاب المساجد کے باب النهي عن بناء المسجد علی القبور میں بھی ہیں۔

یہود و نصاریٰ کا قبروں کو مسجد بنانے کا مطلب مسجد کے لفظ سے واضح ہے۔ مسجد وہ جگہ ہے جہاں عبادت کی جاتی ہے کیونکہ وہ انبیاء کو اللہ اور اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام کی بھی عبادت کرتے اور ان کی قبروں پر سجدہ عبادت کرے۔ کیونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمہ (جس طرح اوپر مجسّم تصویریں بنانے یعنی بت بنانے کا ذکر ہے) کی عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے گرجوں کو جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مجسمہ ہوتا ہے' قبر پر مسجد سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ہمارے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام ہے اور جو کوئی عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

آج کل کے محققین کا تحقیق کا اپنا انداز ہے کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو بھی کافر' مشرک' بدعتی ثابت کرنے کے بہت شوقین ہیں اور جنون کی حد تک اپنی اس مہم میں سرگرم عمل ہیں۔

ان کو مسجد (عبادت گاہ) اور مقبرہ کا صحیح مفہوم معلوم نہیں۔ یہ مقبرے کو بھی مسجد قرار دیتے ہیں۔

❁ صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب "مَا یُکْرَہُ مِنْ اِتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ علی القبور ......" میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا "جس کے اندر وفات پائی تھی کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، جنہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو مسجدیں (عبادت گاہیں) بنا لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کی قبر کھلی رہتی لیکن خدشہ یہی تھا کہ مبادا اسے مسجد (عبادت گاہ) بنا لیا جائے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب "مَا جَاءَ فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ ......" میں بھی ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم کتاب المساجد میں بھی ہے۔

حضرت اماں عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا عبادت گاہ بننے کے خدشہ سے حجرہ (مقبرہ) کے اندر دفن کرنا بتا رہی ہیں کہ اگر قبرِ انور کھلی رہتی تو جاہل اس قبرِ انور کو بھی سجدہ گاہ بنا لیتے۔ لہٰذا ان کو حجرۂ شریف کے اندر دفن کیا گیا۔

اگر یہ مقبرے بنانا اتنا ہی بڑا گناہ ہوتا جیسا کہ آج کل کے نام نہاد محققین نے بنا دیا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی بھی آپ کو حجرہ (مقبرہ) کے اندر دفن نہ فرماتے۔

چودہ سو سال سے بڑے بڑے اولیاء کرام، علماء کرام اور بادشاہوں کی قبروں پر مقبرے بن رہے ہیں، کسی نے ان پر اس طرح کے فتوے نہ لگائے جس طرح کہ آج

کل کے نام نہاد محققین لگاتے ہیں۔

ان مقبروں کو قطعاً یہود و نصاریٰ کی مسجدوں (عبادت گاہوں) کے مشابہہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ یہاں بھی وہی سوچ اور فکر کارفرما ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلی جگہ نہ دفنانے میں تھی۔

یہ معترضین کہتے ہیں کہ مشرکین کا معبود بنانا یہ تھا کہ وہ اپنے بتوں کو سفارشی سمجھتے تھے اور موجودہ دور کے مسلمان بھی انبیاء و اولیاء کرام کو سفارشی سمجھتے ہیں لیکن قرآن پاک ان کی واضح تردید فرمارہا ہے۔

پارہ ۱۹، سورہ الشعراء، آیت ۹۷، ۹۸ میں ہے کہ مشرکین روزِ قیامت کہیں گے:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ خدا کی قسم! بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

شروع میں بھی میں نے حدیث پیش کی ہے کہ وہ چھ زمین پر اور ایک آسمان پر خدا مانتے تھے اور پارہ ۲۳، سورہ الصّٰفّٰت، آیت ۳۵، ۳۶ میں ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝

بے شک جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہے تو اونچی کھینچتے ہیں اور کہتے تھے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے

اب کفار کی نماز جیسی عبادت کے اوقات اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روکنا ملاحظہ فرمائیں۔

 سنن نسائی شریف جلد اوّل کے باب النہی عن الصلوٰۃ بعد العصر کی آخری

حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج طلوع ہونے اور سورج غروب ہونے کا وقت کفار کی نماز کا وقت ہے۔

اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں نماز پڑھنے یا مردوں کو دفنانے سے منع فرمایا۔ یعنی پہلا وہ وقت جب سورج نکلنے لگے یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جب عین دوپہر کو کھڑا ہو حتیٰ کہ سورج جھک جائے' تیسرا جب غروب ہونے کو ہو حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔

(سنن النسائی شریف، باب النہی عن الصلوٰۃ نصف النہار)

❁ سنن نسائی شریف باب الساعات التی نہی عن الصلوٰۃ فیہا میں حضرت سیدنا عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو اس کے اوپر شیطان کے سر کی چوٹیاں ہوتی ہیں (اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ سورج کی عبادت کریں' ان کا پوجنا اور سجدہ کرنا شیطان کیلئے ہو) جب سورج بلند ہو جائے تو شیطان الگ ہو جاتا ہے۔ جب دوپہر کو سیدھا ہو جائے تو شیطان اس کے نزدیک ہو جاتا ہے' جب سورج ڈھل جائے تو شیطان الگ ہو جاتا ہے' جب سورج غروب ہونے لگے تو اس کے نزدیک ہو جاتا ہے پھر جب ڈوب جاتا ہے تو الگ ہو جاتا ہے۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

❁ مشرکین مکہ کی نماز کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

پارہ ۹، سورہ الانفال' آیت نمبر ۳۵ میں ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاءً وَّ تَصْدِيَةً

اور کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں مگر سیٹی اور تالی

نماز کے بعد روزہ کا حال دیکھیں کہ ہمارا روزہ رکھنا اور افطار کرنا کسی طرح بھی ان کے مشابہ نہیں ہے۔ ان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرق قائم فرما دیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم کے سحری کے باب کی پہلی فصل ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔" (صحیح مسلم)

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب الصیام کے باب فصل ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب میں ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ عیسائی رات کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو ہی افطار کرتے ہیں۔ وہ قطعاً سحری کا اہتمام نہیں فرماتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار میں بھی ان کی مشابہت ختم فرما دی۔

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تک لوگ (مسلمان) افطار میں جلدی کرتے رہیں گے' دین غالب رہے گا کیونکہ یہود و نصاریٰ اپنے افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

یہ حدیث ابوداؤد شریف کتاب الصیام کے باب ما یستحب من تعجیل الفطر میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف کے ابواب ما جاء فی الصیام کے باب ما جاء فی تعجیل الافطار میں ہے۔

سنن ابوداؤد شریف کتاب الصیام کے باب ماروی ان عاشوراء الیوم التاسع میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! اس دن کی تعظیم تو یہود و نصاریٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلے سال ہم (دسویں کے ساتھ) نویں دن کا روزہ رکھیں گے۔ اگلا سال آیا بھی نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الصیام کے باب صیام التطوع کی پہلی فصل میں ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الصیام میں ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب ما جاء فی الصیام کے باب صیام یوم عاشوراء میں بھی ہے۔

مشرکین بیت اللہ کا ننگا ہو کر طواف کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا بلکہ حکم فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔

ملاحظہ فرمائیں بخاری شریف کتاب المناسک باب لا یطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرک۔

اس طرح ان کا مشرکانہ تلبیہ جو اپنے بتوں کی کرتے تھے اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

الختصر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی کفار، مشرکین، یہود و نصاریٰ، مجوسیوں، منافقین اور شیطان کے طریقوں سے مشابہت کا ہر ممکن طریقہ سے خاتمہ فرمادیا۔

اب آخر میں ان قوموں سے عادات واطوار میں مشابہت کو ختم کرنے کیلئے جو اقدامات فرمائے، ان کی ایک مختصر جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیسوئے مبارک کو ان کی حالت پر چھوڑے رکھتے جبکہ مشرکین کا معمول تھا کہ وہ سر کے بالوں کے دو حصے کرتے تھے اور اہل کتاب ان کی حالت پر چھوڑا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب کی موافقت پسند رہی جب تک اس بارے میں حکم نازل نہ ہوا۔ (حکم آنے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیسوئے مبارک کے دو حصے کرنے لگے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس کے باب الترجل میں ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الفضائل کے باب صفة شعره صلی الله علیه وسلم وصفاته و حلیته میں ہے۔

۲۔ سنن ابوداؤد شریف کتاب الترجل کے باب ماجاء فی الرخصۃ میں ہے۔

حجاج بن حسان کا بیان ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس میری بہن مغیرہ نے مجھ سے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا ''جن دنوں تم لڑکے تھے تو تمہارے سر پر دو زلفیں یا لٹیں تھیں۔ پس انہوں (حضرت انس) نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا، برکت کی دعا کی اور فرمایا کہ انہیں کاٹ دو کیونکہ یہ یہود کا طریقہ ہے۔

۳۔ ترمذی شریف ابواب الفتن کے باب لترکبن سنن من کان قبلکم میں ہے۔

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (غزوہ حنین کے موقع پر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام' حنین کی طرف تشریف لے جاتے ہوئے مشرکین کے ایک درخت سے گزرے جس کو ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا اور وہ اس کے ساتھ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے بھی ان کی طرح کا ذات انواط مقرر فرما دیں۔ آپ نے (تعجب کرتے ہوئے) سبحان اللہ کہا اور فرمایا یہ تو ایسا ہی سوال ہے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کیا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایسا خدا بنا دیں' جیسا ان کے لئے ہے۔ (پھر حضور نے فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم ضرور پہلی اُمتوں کا راستہ اختیار کرو گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الاطعمۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کی برکت کا باعث اس کے بعد ہاتھ دھونا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کھانے کی برکت کا باعث اس سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھوں کے دھونے میں ہے''۔ (ترمذی' ابوداؤد)

بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب ماذکر عن بنی اسرائیل میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بے شک یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو نہیں رنگتے لیکن تم ان کے خلاف کیا کرو''

سنن ابن ماجہ شریف کتاب اللباس کے باب الخضاب بالحناء میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
''یہود و نصاریٰ داڑھی کو (مہندی کے خضاب سے) نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو''۔
یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الترجل کے باب فی الخضاب میں بھی ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الجنائز کے باب مَا جَآءَ فِی الْقِیَامِ لِلْجَنَائِزِ
میں ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
جب جنازہ کے ساتھ جاتے تو قبر میں رکھے جانے تک نہ بیٹھتے۔ ایک یہودی عالم نے
کہا ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا ''یہود کی
مخالفت کرو''۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الجنائز کے باب مَا جَاءَ فِی الْجُلُوْسِ
قَبْلَ اَنْ تُوْضَعَ میں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ بشر بن رافع حدیث میں
قوی نہیں۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الاذان والسنة فیھا کے باب بَدْأِ الْاَذَانِ
میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
کیلئے جمع کرنے کے طریقہ پر لوگوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے بوق کا ذکر کیا۔ آپ نے
اسے یہود سے نسبت کے باعث بُرا سمجھا۔ پھر لوگوں نے ناقوس کا ذکر کیا۔ آپ نے
اسے نصاریٰ کے تعلق کے باعث بُرا سمجھا' تو ایک انصاری کو یہ اذان خواب میں دکھائی

گئی جن کا نام عبداللہ بن زید تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خواب میں دیکھا لیکن انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات ہی کو پہنچ گئے۔ آپ نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا۔ انہوں نے (انصاری کو خواب میں بتلائے گئے الفاظ کے مطابق) اذان دی۔ (بعد میں) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا اضافہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برقرار رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی طرح میں نے بھی خواب میں دیکھا ہے لیکن یہ مجھ سے سبقت لے گئے۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ بخاری شریف کتاب الاذان کے باب بَدْءِ الاَذَانِ میں بھی ہے۔

اور بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب ماذکر عن بنی اسرائیل میں بھی ہے۔

❁ جامع ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن (وَمِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرہِ) میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''یہودیوں کی عورتوں کو حیض آتا تو وہ نہ تو ان کے ساتھ کھانا کھاتے' نہ پانی پیتے اور نہ ہی گھروں میں ان کے پاس ٹھہرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمادی:

ویسئلونک عن المحیض الخ. (سورہ البقرہ، آیت نمبر ۲۲۲)

ترجمہ: اور تم سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں' تم وہ فرمادو' وہ ناپاکی ہے تو حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے نزدیک (جماع کیلئے) نہ جاؤ۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ ان کے ساتھ کھائیں' پئیں'

گھروں میں ان کے ساتھ رہیں اور جماع کے علاوہ سب کچھ کریں۔

یہودی کہنے لگے "یہ تو ہماری ہر بات میں مخالفت کرتے ہیں"۔

امام ترمذی فرماتے ہیں "یہ حدیث حسن صحیح ہے"۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب النکاح کے باب میں اتیان الحائض و مباشرتها میں بھی ہے۔

❁ جامع ترمذی شریف ابواب الاستیذان والآداب کے باب مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ اِشَارَةِ الْیَدِ فِی السَّلَامِ میں ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمارے غیر سے مشابہت کرنے والا ہم میں سے نہیں یہود و نصاریٰ کے مشابہ نہ بنو یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے۔ (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

❁ بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب مَا ذُکِرَ عَنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ میں ہے۔

مَسْرُوق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہیں کولہے پر ہاتھ رکھنا ناپسند تھا اور فرماتی تھیں کہ ایسا یہود کرتے ہیں۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الاشربة کے باب الشرب فی انیة الفضة میں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی اور سونے کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ کفار کیلئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں۔

بخاری شریف کتاب الاشربۃ کے باب اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ میں ہے۔

ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے تو انہوں نے ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیا کرو۔ نیز ریشم اور دیباج نہ پہنا کرو کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں ان (کافروں) کیلئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لئے ہیں۔

یہ احادیث صحیح مسلم شریف کتاب اللباس والزینۃ کے باب تَحْرِیْمِ اِسْتِعْمَالِ اِنَآءِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ عَلَی الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَخَاتِمُ الذَّھَبِ وَالْحَرِیْرِ عَلَی الرَّجُلِ وَاِبَاحَتِہٖ لِلنِّسَاءِ میں ہیں۔

صحیح مسلم شریف کتاب اللباس والزینۃ کے باب النَّھْیِ عَنْ لُبْسِ الرَّجُلِ الثَّوْبَ الْعَصْفَرَ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا' آپ نے فرمایا کہ یہ کفار کے کپڑے ہیں' ان کو مت پہنو۔

اسی باب میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا' آپ نے فرمایا کیا تمہاری ماں نے تمہیں ان کپڑوں کو پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ان کو دھو ڈالوں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ ان کو جلا دو۔

مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس باب الترجل کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مشرکوں کی مخالفت کرو یعنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو'' ایک اور روایت میں ہے کہ مونچھیں نیچی کرواور داڑھیاں بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

❁ مجمع الزوائد جلد ۵، ص ۱۳۱ میں روایت ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مشرکین شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے' آپ نے فرمایا تم شلوار بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو' صحابہ نے عرض کیا: مشرکین موزے پہنتے ہیں اور جوتی نہیں پہنتے' آپ نے فرمایا: تم موزے بھی پہنو اور جوتی بھی اور جس قدر کر سکتے ہو' شیطان کے دوستوں کی مخالفت کرو' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کا ایک راوی علی بن سعید رازی ضعیف ہے۔

❁ بخاری شریف کتاب المناسک کے باب مَتیٰ یُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ میں ہے۔

حضرت عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ میں موجود تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھی' پھر ٹھہرے رہے اور فرمایا: مشرکین اس وقت تک نہ لوٹتے جب تک سورج طلوع نہ ہو جاتا اور کہتے اے شبیر! ''چمک''۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی مخالفت کی اور آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے لوٹے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب اَلْاَطْعِمَۃِ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا (پکے ہوئے) گوشت کو چھری سے نہ کاٹو کیونکہ ایسا عجمی کرتے ہیں بلکہ اسے دانتوں سے نوچا کرو وہ جولذت دے گا اور جلد ہضم ہوگا۔

روایت کیا اسے ابوداؤد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور دونوں نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس کاموں سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ دانت پتلے کروانے

۲۔ گدوانے

۳۔ سفید بال اکھاڑنے

۴۔ مرد کے ساتھ مرد کا اور عورت کے ساتھ عورت کا بغیر کپڑوں کے لپٹنے اور

۵۔ آدمی کا اپنے بیٹھنے کے کپڑے عجمیوں کی طرح ریشم لگانے

۶۔ اپنے کندھوں پر ریشم لگانے عجمیوں کی طرح

۷۔ چیتے کی کھال پر سوار ہونے اور

۸۔ (چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی) انگوٹھی پہننے سے ماسوائے بادشاہ کے

(ابوداؤد' نسائی)

مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے بالوں کو ملانے والی' ملوانے والی' گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے"۔

مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس بَابُ التَّرَجُّلِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی وضع اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی طرح بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دیا کرو''۔ (بخاری شریف)

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الادب کے باب الحکم فی المخنثین میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس بات الترجل کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں جیسا لباس پہنے''۔ (ابوداؤد شریف)

اس سے اگلی حدیث میں ہے:

ابن ابی مُلَیکَہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ عورت مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے۔ فرمایا کہ مردوں سے مشابہت کرنی والی عورت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد شریف)

سنن نسائی شریف کتاب الزکوٰۃ کے بَابُ الْمُسَّرِ بِالصَّدَقَةِ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ تین اشخاص کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ ایک والدین کی نافرمانی کرنے والا' دوسری وہ عورت جو مردوں کا بھیس بنائے اور تیسرا وہ شخص جو اپنی عورت کو دوسرے شخص کے پاس لے جائے اور تین آدمی جنت میں نہ جائیں۔

پہلا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا' دوسرا ہمیشہ شراب پینے والا اور تیسرا احسان کر کے جتلانے والا۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے بَابُ الْبُکَاءِ عَلَی الْمَیِّتِ کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت عمران بن حُصَیْن اور ابو بَرْزَہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو سرکار نے دیکھا کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے بعض لوگوں نے اپنی چادریں پھینک دیں ہیں اور صرف کرتہ پہنے چل رہے ہیں۔ اس وقت سرکار نے فرمایا ''کیا دورِ جاہلیت کے کاموں پر عمل کرتے ہو یا یہ فرمایا (شک راوی) جاہلیت کے دور کے کاموں سے تشبہ کرتے ہو۔ میں نے سوچا تھا کہ تمہارے حق میں ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں بدل جائیں''۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر سب نے اپنی چادریں اوڑھ لیں اور پھر اس کا اعادہ نہ کیا۔ (ابن ماجہ)

مسلمان یہود و نصاریٰ' مشرکین و کفار' مجمیوں و مجوسیوں اور دوسری اقوام سے عقائد و عبادات میں مشابہ نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کی روک تھام کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد و عبادات میں ایک واضح فرق قائم فرمادیا۔ ایک حد فاصل قائم کر دی لیکن عادات و اطوار' رسوم و رواج اور تہذیب و تمدن میں ان کی پیروی کرنے کی پیشینگوئی فرمادی۔

بخاری شریف کتاب الاعتصام کے باب قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا" قیامت قائم نہیں ہوگی' یہاں تک کہ میری اُمت پہلی اُمتوں کی باتوں کو نہ اپنا لے بالشت کے برابر بالشت اور گز کے برابر گز۔ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! کیا ایران اور روم کی طرح' فرمایا کہ لوگوں میں سے یہی تو ہیں۔

اور اس سے اگلی حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم اپنے سے پہلے لوگوں کی پیروی کرنے لگو گے' بالشت کے برابر بالشت اور گز کے برابر گز۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم اُن کے پیچھے جاؤ گے' ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا وہ یہود و نصاریٰ ہیں؟ فرمایا: اور کون ہوتے؟

(یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب ماذکر عن بنی اسرائیل میں بھی ہے)

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب العلم کے باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ میں بھی ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے:

سنن ابن ماجہ شریف ابواب المساجد والجماعات کے باب تشید المساجد میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرا خیال ہے تم اپنی مسجدوں کو ایسے ہی بلند و بالا بناؤ گے جیسے نصاریٰ اور یہود اپنے کنیساؤں اور گرجوں کو بناتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب المساجد مواضع الصلوٰۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق کی دوسری فصل میں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور ہم آپ کے ساتھ تھے' ہم نے ایک بلند قبہ (عمارت) دیکھی تو فرمایا "یہ کیا ہے؟ آپ کے اصحاب عرض گزار ہوئے کہ یہ فلاں انصاری آدمی کا ہے۔ آپ خاموش ہو گئے اور اسے دل میں رکھا۔ یہاں تک کہ جب اس کا مالک حاضر بارگاہ ہوا اور لوگوں میں اُس نے آپ پر سلام عرض کیا تو آپ نے چہرۂ انور پھیر لیا۔ ایسا کئی مرتبہ کیا یہاں تک کہ وہ آدمی غصے اور اعراض کو سمجھ گیا اور اپنے ساتھیوں سے اس کا ذکر کیا اور کہا "خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناخوش دیکھ رہا ہوں"۔ لوگوں نے کہا کہ جب حضور باہر نکلے تو آپ کے قبے (بلند عمارت) کو دیکھا تھا۔ وہ اپنے قبے کی طرف گیا اور اسے مسمار کر دیا۔ یہاں تک کہ زمین کے برابر کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز پھر نکلے اور اسے نہ دیکھا تو فرمایا "قبے کا کیا بنا؟" لوگوں نے کہا کہ اس کے مالک نے ہم سے آپ کے اعراض فرمانے کا ذکر کیا تو ہم نے اسے بتا دیا تھا۔ پس اس نے اسے مسمار کر دیا۔ فرمایا کہ ہر عمارت وبال ہے' سوائے اس کے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث ابوداؤد شریف ابواب السلام کے باب فی البناء میں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کا مروجہ طریقہ یہود و نصاریٰ' کفار مشرکین عجمیوں' مجوسیوں' منافقین وغیرہ اقوام سے مشابہت رکھتا ہے یا نہیں؟

کیا ان اقوام میں ایصالِ ثواب کرنا یا اس کے کرنے کا کوئی طریقہ رائج تھا کہ

جس سے مشابہت ثابت ہو۔ ایسا ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہود و نصاریٰ میں تو یہ ہے کہ انسان کیلئے وہی کچھ ہے جو وہ اپنی کوشش سے حاصل کرے۔ کفار و مشرکین وغیرہ تو روزِ قیامت' مابعد الموت اور جزاو سزا کے ویسے ہی منکر ہیں پھر ان میں ایصالِ ثواب کرنا یا مروّجہ ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ کس طرح پایا جا سکتا ہے کہ جس کے ساتھ مشابہت پیدا ہو۔

اب آخر میں اقوام عالم میں سے ہندو ہی رہ جاتے ہیں کہ جن کیلئے آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ان کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کے عقائد و عبادات میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ مسلمان صرف خدائے واحد جل جلالہٗ کی عبادت کرتے ہیں' ہندو کئی خداؤں کو مانتے ہیں' ان کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔

مسلمان ایصالِ ثواب کرنے کیلئے اپنی بدنی' مالی یا مرکب عبادت صرف اور صرف خدائے واحد جل جلالہٗ کیلئے ادا کرتے ہیں اور اس کے ثواب کو اپنے عزیز و اقارب' دوست احباب کو پہنچانے کے طلبگار ہوتے ہیں لیکن ہندو اپنے کسی بُت کی عبادت کر کے اس کا طلبگار ہوتا ہے۔ ہم قرآن پاک پڑھتے ہیں تو ہندو اپنی خود ساختہ کتاب پڑھتا ہے' جس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو ہندو اپنے بجن پڑھتا ہے جس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اس کے سامنے آگ جل رہی ہوتی ہے اور وہ اپنے بجن پڑھ رہا ہوتا ہے۔

ہم اذان پڑھ کر اکٹھے باجماعت مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں وہ ناقوس یا سنکھ بجا کر اپنے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ تین اوقات میں عبادت کرتے ہیں لیکن ان

اوقات میں انہوں نے اپنے طریقہ سے اپنے بتوں کی عبادت کی اور ہم نے اپنے طریقہ سے خدائے واحدۂ لاشریک کی عبادت کی۔

سکھ داڑھی رکھتے ہیں لیکن ان کا پگڑی باندھنے کا طریقہ انہیں دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی داڑھی رکھتے ہیں لیکن ان کا اسلامی طریقہ سے عمامہ باندھنا انہیں سکھوں سے ممتاز کرتا ہے۔

حاجی لوگ بیت اللہ سے واپس ہوتے وقت آبِ زم زم لاتے ہیں تو کوئی یہ کہنے لگے کہ یہ تشبہ ہنود ہو گیا کیونکہ وہ اپنی عبادت گاہ سے واپس ہوتے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہیں تو اس کی کم عقلی پر ہنسی آئے گی۔

ایک کام جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جائز قرار دیں' اب کوئی اس کو ناجائز کس طرح قرار دے سکتا ہے۔ ایصالِ ثواب کرنا قرآن وحدیث سے ثابت لیکن اب کوئی اس کا انکار کرے کہ اس طریقہ سے نہیں کیا' اس لئے یہ جائز نہیں۔

صحیح مسلم شریف کتاب الفضائل کے باب علمه صلى الله عليه وسلم بالله تعالیٰ و شدة خشيته میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا اور اس کو جائز قرار دیا۔ آپ کے اصحاب میں سے بعض کو یہ خبر پہنچی' انہوں نے گویا کہ اس کام کو ناپسند کیا اور اس کام سے پرہیز کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا "ان لوگوں کا کیا حال ہے' جن کو یہ خبر ملی کہ میں نے ایک کام کو جائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس کام کو ناپسند کیا اور اس کام سے پرہیز کیا' بہ خدا! میں ان سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں اور ان سب سے

زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں"۔

جب ایصالِ ثواب کرنا جائز کام ہے اور شریعت کی طرف سے کوئی طریقہ بھی اس کے لئے خاص نہیں کیا گیا ہے تو پھر مروّجہ طریقہ سے ایصالِ ثواب کرنا کس طرح ناجائز اور خلافِ سنت ہو سکتا ہے؟

آپ پیچھے درج شدہ احادیث پر غور فرمائیں کہ تشبہ کو ختم کرنے کیلئے کیا اقدامات کئے گئے۔

۱۔ اگر کھانے کے بعد ہاتھ دھونا تشبہ ہے تو بعد میں دھونے کے ساتھ ساتھ پہلے بھی دھونے سے تشبہ ختم ہو گیا۔

۲۔ یہود و نصاریٰ بھی داڑھی رکھتے ہیں لیکن مہندی استعمال نہیں کرتے۔ اب صرف مہندی کا خضاب استعمال کرنے سے تشبہ ختم ہو گیا۔

۳۔ یہودی جنازہ کے ساتھ جاتے تو قبر میں میت کے رکھے جانے تک نہ بیٹھتے لیکن میت کے قبر میں رکھے جانے سے پہلے بیٹھ جانے سے تشبہ ختم ہو گیا۔

۴۔ یہودی حیض کے دنوں میں عورتوں کے ساتھ کھانا نہ کھاتے پانی نہ پیتے اور گھروں میں ان کے پاس نہ ٹھہرے۔ اب عورتوں کے ساتھ کھانا کھانے' پانی پینے اور گھروں میں ان کے پاس ٹھہرتے سے تشبہ ختم ہو گیا۔

۵۔ مشرکین صرف شلوار پہنتے اور تہبند نہ باندھتے۔ اب شلوار پہننے کے ساتھ ساتھ تہبند باندھنے سے تشبہ ختم ہو گیا۔

۶۔ مشرکین مونچھیں بڑی بڑی رکھتے۔ اب ان کو پست کرنے سے تشبہ ختم ہو گیا۔

۷۔ عجمی لوگ پکا ہوا گوشت چھری سے کاٹ کاٹ کر کھاتے۔ اب اس کی بجائے

دانتوں سے نوچنے سے تشبہ ختم ہو گیا۔

اسی طرح دوسرے معمولات میں تبدیلی لا کر تشبہ ختم کر دیا گیا لیکن ایصالِ ثواب اور ہندوؤں کے طریقوں میں زمین و آسمان کا فرق قائم ہونے کے باوجود تشبہ کیوں ختم نہیں ہوتا؟

کیا یہاں آگ سامنے جلائی جاتی ہے؟ کیا بجن پڑھے جاتے ہیں؟ کیا یہ بتوں اور دیویوں کو ثواب عطا کرنے کیلئے پیش کیا جاتا ہے؟

ایک جانور مشرک اپنے بت کا نام لے کر ذبح کرے تو وہ حرام اور ایک جانور مسلمان بسم اللہ' اللہ اکبر کہہ کر' یعنی اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو حلال۔

ایک منافق دکھلاوے کیلئے پانچوں وقت نماز پڑھے' حج کرے' رمضان کے روزے رکھے' زکوٰۃ دے' جہاد میں شریک ہو اور اسی طرح دوسرے نیکی کے کام کرے تو وہ سب بے فائدہ اور ان کا اسے کوئی ثواب حاصل نہ ہو لیکن دوسری طرف ایک مسلمان اللہ کی رضا کیلئے یہ کام کرے تو سب قبول' فائدے منداور ثواب حاصل ہو۔

ایک ہندو ہر روز ساری بھگوت گیتا پڑھے تو لا حاصل لیکن مسلمان ایک دفعہ سبحان اللہ بھی کہے تو اس کا ثواب ملے۔

ایک ہندو اپنے سارے مندروں کی یاترا کر کے آئے تو کچھ حاصل نہ ہو۔

ایک مسلمان تھوڑا سا فاصلہ چل کر نماز پڑھنے جائے تو اسے ہر قدم پر ثواب۔

ایک ہندو پھلوں کا باغ بھی غریبوں میں تقسیم کرے تو لا حاصل اور بے سود۔

مسلمان تھوڑا سا پھل بھی صدقہ کرے تو اس کو ثواب ملے۔

ہندوؤں سے تشبہ ان امور میں حرام ہوگا جو ان کا امتیازی نشان ہے۔ جیسے ہنود

کی طرح زنار باندھنا' پیشانی پر قشقہ لگانا حرام ہے' نہ یہ کہ ہندو جو کام بھی کرتے ہوں وہ مسلمان نہ کریں۔ ہندو کھانا کھاتے ہیں اس لئے ہم کھانا نہ کھائیں۔

کیا ایصالِ ثواب کرنا ہندوؤں کے ہاں ان کے مذہب میں ہے اور اس کا کوئی مخصوص طریقہ ہے؟ جب ایسا ہے ہی نہیں تو تشبہ کیسے ہوگا؟

داڑھیاں منڈانا تشبہ بالکفار' تشبہ بالنساء اور تشبہ بالہنود ہے۔ اس کے متعلق اتنی سختی کیوں نہیں برتی جاتی؟

آج کل سر کے بال انگریزی طریقہ سے کٹوائے جاتے ہیں کہ آگے سے بڑے پیچھے سے چھوٹے' اس کے متعلق اتنی سختی کیوں نہیں برتی جاتی؟

آج کل ریشمی کپڑے عام پہنے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق اتنی سختی کیوں نہیں کی جاتی؟

آج کل کئی مرد شادی بیاہ کے موقعوں پر عام سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں۔ اس کے متعلق اتنی سختی کیوں نہیں کی جاتی؟

آج کل جو عورتیں کھلم کھلا مردوں اور عجمی مردوں کے لباس پہننے لگ گئی ہیں۔ اس کے متعلق اتنی سختی کیوں نہیں کی جاتی؟

اسی طرح ہمارا معاشرہ کیبل' ٹی وی' ڈش' انٹرنیٹ کی وجہ سے یورپی اور ہندو تہذیب کے مکمل طور پر زیر اثر ہے۔ اس کے متعلق اتنی سختی کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا جارہا؟

آپ سوچیں کہ ایصالِ ثواب کرنا جس کا ہندوؤں میں تصور ہی نہیں۔ اس کے متعلق تشدد کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور ایصالِ ثواب کے طریقوں کو ہندوؤں سے مشابہت قرار دے کر ایک جائز کام کو ناجائز قرار دینے کی مہم چلائی جاتی ہے۔ یہ سب ایک سوچی

سمجھی سکیم کے تحت ہے۔

ایصالِ ثواب کے ان طریقوں اور محافل نے مسلمانوں کا اپنے فوت شدگان سے ایک گہرا تعلق قائم رکھا ہوا ہے۔ مسلمان ان کیلئے کچھ نہ کچھ اہتمام کرتے رہتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۱: تینوں قسم کی عبادات یعنی بدنی، مالی اور مرکب (جس کا تعلّق بدن اور مال دونوں سے ہو) کا ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے، قُرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیں؟

جواب:

بدنی عبادات

میّت کیلئے دُعا واستغفار کرنا

میت کیلئے دعا واستغفار کرنا بدنی عبادت ہے۔ کیونکہ دعا کرتے وقت خصوصاً سارا جسم اور بالخصوص ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اپنی، اپنے عزیز واقارب اور تمام مسلمانوں کی بخشش کے طلبگار رہوتے ہیں۔

سُنن ابوداوُد شریف اَبْوَابُ السَّلَام کے باب فِیْ قَتْلِ الْحَیَّاتِ میں ہے:

ابوسائب سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابھی بیٹھا ہوا ہی تھا کہ میں نے اُن کے تخت کے نیچے کسی چیز کی سرسراہٹ محسوس کی۔ دیکھا تو وہ سانپ تھا، میں کھڑا ہو گیا۔

حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ عرض گزار ہوا کہ یہاں سانپ ہے۔ فرمایا "پھر کیا ارادہ ہے؟" میں نے عرض کی کہ اسے ماروں گا۔ انہوں نے اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا چچازاد بھائی اس گھر میں رہتا تھا، جب غزوۂ خندق ہوا تو اس نے بیوی کے پاس آنے کی اجازت مانگی کیونکہ اس کی شادی ابھی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت مرحمت فرمادی اور حکم دیا کہ اپنے ہتھیاروں کے ساتھ جائے۔ وہ اپنے گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی گھر کے دروازے پر کھڑی ہے۔ اس نے نیزے سے عورت کی طرف اشارہ کیا۔ عورت نے کہا: جلدی نہ کیجئے، دیکھئے تو سہی کیا نکل آیا ہے۔ وہ گھر میں داخل ہوا تو وہاں ایک بدصورت سانپ تھا، اس نے نیزے کا وار کیا اور اسے نیزے پر ٹانگے ہوئے باہر نکلا۔ مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں سے پہلے کون مرا، آدمی یا سانپ؟

اس کی قوم کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمارے ساتھی کو واپس کر دے۔ فرمایا:

اَسْتَغْفِرُوْا لِصَاحِبِکُمْ اپنے ساتھی کیلئے دعائے مغفرت کرو۔

پھر فرمایا کہ مدینہ منورہ کے کچھ جنات مسلمان ہو گئے ہیں، جب تم کسی سانپ کو دیکھو تو اسے تین دفعہ ڈراؤ۔ اگر اس کے بعد بھی تمہیں نظر آئے تو مار ڈالو لیکن تین دفعہ ڈرانے کے بعد مارنا۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف اَبْوَابُ الْاَدَبِ کے باب صِلْ مَنْ کَانَ اَبُوْکَ یَصِلُ میں ہے:

ابواُسَیْد نے فرمایا کہ ہم ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے' اتنے میں بنوسلمہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب ان کیلئے کوئی نیکی کی صورت ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ''ہاں' ان کیلئے دعا و استغفار کرنا' ان کے مرنے کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا' جن کے ساتھ وہ سلوک کرتے تھے' ان کے ساتھ سلوک کرنا اور ان کے پیدا کئے ہوئے رشتہ کو برقرار رکھنا۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب اسماء اللہ تعالیٰ کے بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَةِ کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ نیک بندے کے درجات کو جنت میں بلند فرماتا ہے تو یہ نیک بندہ کہتا ہے۔ یہ درجہ مجھ کو کس طرح مل گیا' تو رب کریم فرماتا ہے کہ تجھے یہ منزلت تیرے بیٹے کے استغفار کی وجہ سے ملی ہے۔ (مسند احمد جلد ۲، ص ۵۰۹)

حافظ ابن کثیر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَھٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ ۔ (النھایۃ فی الفتن والملاحم۔ ص ۴۰۷)

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الادب کے باب بر الوالدین میں ہے۔

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰، ص ۳۹۷ میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار والتوبۃ کی تیسری فصل میں ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قبر میں مردہ کی حالت ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی ہوتی

ہے۔وہ دعاؤں کا انتظار کرتا ہے۔خواہ وہ ماں باپ کی طرف سے ہو یا بھائی اور دوست کی طرف سے اور جب یہ دعا اُس مردہ کو پہنچتی ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور بے شک رب کریم دنیا والوں کی دعائیں مردوں کو پہاڑوں کی طرح کر کے پہنچاتا ہے اور زندوں کا اپنے مردوں کی طرف تحفہ ان کیلئے مغفرت کی طلب ہوتی ہے۔(شعب الایمان، للبیہقی ص۱۶/ ۷)

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے بَابُ الْمَشْیِ بِالْجَنَازَۃِ وَالصَّلٰوۃِ عَلَیْھَا کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کوئی میت ایسی نہیں جس کیلئے اُمتِ مسلمہ کے افراد جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ اس مردے کیلئے دعائے مغفرت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعائے مغفرت کو قبول فرمالیتا ہے۔(مُسلم)

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب الجنائز کے باب فَضْلُ من علیه مائة میں بھی ہے:

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الجنائز کے باب مَا جَآءَ فِیْمَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ جَمَاعَۃٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو مرنے والے کیلئے خلوص کے ساتھ دُعا (مغفرت) کرو۔(ابوداوٗد، ابن ماجہ)

یہ حدیث ابن ماجہ شریف ابواب ماجاء فی الجنائز کے باب ما جاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ میں ہے۔

یہ حدیث ابوداؤد شریف کتاب الجنائز کے باب الدعاللمیت میں ہے:

قال ابن حجر و صححه ابن حبان

اس حدیث کے متعلق ابن حجر نے فرمایا کہ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❁ سنن ابوداؤد شریف کتاب الجنائز کے باب فَضْلِ الصَّلوٰةِ عَلَى الْجَنَازَة وَ تَشْيِيْعِهَا میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو فوت ہو جائے اور اس کے جنازے کی چالیس ایسے آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں مگر ان کی شفاعت (دعائے بخشش) قبول فرمائی جاتی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے)

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الجنائز کے باب ما جاء فیمن صلی علیه جماعة من المسلمین میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے باب المشی بالجنازۃ و الصّلوٰۃ علیها کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا "کوئی مسلمان ایسا نہیں جب اس کو موت آئے اور اس کیلئے جنازہ کی تین صفیں ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے مغفرت واجب کر دیتا ہے اور

جناب مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا' جب نمازِ جنازہ پڑھنے والے کم ہوتے تو اس حدیث کی وجہ سے ان کو تین صفوں میں کھڑا کرتے۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

لیکن امام ترمذی نے اس طرح روایت کیا کہ مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ جب نمازیوں کی تعداد کم دیکھتے تو ان کو تین صفوں میں تقسیم کرتے اور یہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس مرنے والے پر تین صفیں نماز جنازہ پڑھ لیں' اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ ابن ماجہ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الجنائز کے باب فِي الصُّفُوْفِ عَلَى الْجَنَازَةِ میں ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الجنائز کے باب كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمَيِّتِ وَالشَّفَاعَةُ لَهُ میں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں' یہ حدیث حسن ہے:

یہ حدیث ابن ماجہ شریف' ابواب الجنائز کے باب ما جآء فيمن صلی علیه جماعة من المسلمين میں ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الوصایا کے باب الوَصِيَّة بِالثُّلُثِ میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے ابن آدم! دو چیزیں ایسی ہیں جس میں میرا کوئی حصہ نہیں۔ ایک چیز تو یہ ہے کہ میں نے تیرے مال میں سے تیری موت کے وقت ایک حصہ متعیّن کیا ہے (تہائی حصّہ) تاکہ اس کے ذریعے تو پاک صاف ہو جائے' دوسرے میرے بندے جب تیرے لئے دعا کریں تو تیرے مرنے کے بعد اس کا ثواب بھی

تجھے دیا۔

❁ مؤطا امام مالک کتاب القرآن کے باب اَلْعَمَلُ فِی الدُّعَآءِ میں ہے:

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی کا درجہ اس کی اولاد کی دُعا سے بلند کر دیا جاتا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر آسمان کی جانب اشارہ کیا

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے بَابُ اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آپ دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر کے کنارے ٹھہر جاتے اور حاضرین سے فرماتے' اب اس کیلئے استغفار کرو اور ثابت قدم رہنے کا سوال کرو کیونکہ اب یہ سوال وجواب کی منزل میں ہے۔ (ابوداوَد)

یہ حدیث سنن ابوداوَد شریف کتاب الجنائز کے باب اَلْاِسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِلْمَیِّتِ فِیْ وَقْتِ الْاِنْصِرَافِ میں ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الوصیۃ کے باب مَا یَلْحَقُ الْاِنْسَانُ مِنَ الثَّوَابِ بَعْدَ وَفَاتِہٖ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے۔ صدقہ جاریہ' علم نافع اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہتی ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الاحکام کے باب مَا جَآءَ فِی الْوَقْفِ میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الوصایا کے باب مَا جَآءَ فِی الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب الوصایا کے باب فَضْلُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف کے باب ثَوَابِ مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ میں اس طرح ہے۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''انسان مرنے کے بعد جو کچھ چھوڑ کر مرتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین ہیں اوّل نیک لڑکا جو اس کیلئے دعا کرے۔ دوم صدقہ جاریہ کہ اس کا اجر اسے پہنچتا رہے اور سوم وہ علم جس پر لوگ اس کے بعد عمل کریں''۔

اس حدیث سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ صرف تین عمل ہی فائدہ نہیں دیتے بلکہ فائدہ دینے والوں میں سے بہترین تین یہ عمل ہیں۔

نماز جنازہ کی دُعائیں

ترمذی شریف ابواب الجنائز کے باب ما یقول فی الصلوٰۃ علی المیت میں ہے:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک میت کی نماز جنازہ پڑھاتے سنا تو مجھے آپ کی یہ دعا سمجھ آئی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاغْسِلْہُ اے اللہ! اسے بخش دے اس پر رحم فرما اور

بِالْبَرْدِ كَمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ — اسے اولوں سے اس طرح دھودے جس طرح کپڑا دھویا جاتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: اس باب میں یہ حدیث اصح ہے۔

❁ مؤطا امام مالک کتاب الجنائز کے باب مَا يَقُوْلُ الْمُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَازَةِ میں ہے۔

حضرت ابوسعید مَقبُری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کس طرح پڑھتے ہیں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تمہیں بتاتا ہوں' میں اُس کے گھر سے جنازہ کے ساتھ جاتا ہوں' جب اسے رکھا جاتا ہے تو تکبیر کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں اور اس کے نبی پر درود بھیجتا ہوں۔ پھر یوں دُعا کرتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ اَمَتِكَ. كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ. وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ.

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے نیز تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہے۔ یہ گواہی دیتا ہے کہ نہیں کوئی معبود مگر تو اور محمد مصطفےٰ (ﷺ) تیرے بندے اور رسول ہیں اور تو اس کے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ اے اللہ! اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں کو بڑھا اور اگر یہ بُرا ہے تو اس کی برائیوں سے درگزر فرما اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا

اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کرنا

 سنن ابن ماجہ شریف ابواب ماجاء فی الجنائز کے باب ما جاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ میں ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی میں نے آپ کو یہ پڑھتے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جَوَارِکَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

اے اللہ فلاں بن فلاں تیرے سپرد ہے اور تیری رحمت کا سہارا لیا ہے۔ لہذا اسے قبر کی آزمائش اور دوزخ کے عذاب سے بچانا' تو وفا اور حق والا ہے۔ اے اللہ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما کیونکہ بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الجنائز کے باب الدعا للمیت میں بھی ہے۔

اسی باب میں اس سے اگلی حدیث میں ہے:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے پر حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو یہ پڑھتے سنا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ وَاغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاغْسِلْهُ بِمَاءٍ وَ ثَلْجٍ وَ بَرْدٍ وَ نَقِّهٖ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ بِدَارِهٖ دَارًا

خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَ عَذَابَ النَّارِ.

اسی مفہوم کی حدیث سنن نسائی شریف کتاب الجنائز کے باب الدّعا میں ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے یہ آرزو ہوئی' کاش! اس انصاری کی جگہ میں ہوتا۔

سنن ابوداؤد شریف کتاب الجنائز کے باب الدعا للمیت میں ہے۔

علی بن شماخ کا بیان ہے کہ مروان بن حکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازے پر کیسے نماز پڑھتے ہوئے سنا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا.

اے اللہ! تو اس کا رب ہے اور تو نے اسے پیدا کیا اور تو نے اسے اسلام کی ہدایت دی اور تو نے اس کی روح قبض فرمائی اور تو اس کے چھپے اور ظاہر کاموں کو بہتر جانتا ہے۔ ہم اس کی شفاعت کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس کو بخش دے۔

میّت کیلئے نماز پڑھنا

نماز پڑھنا بھی بدنی عبادت ہے کیونکہ اس میں بدن مشقت برداشت کرتا ہے۔

مقدمہ صحیح مسلم جلد اوّل بَابُ بَیَانِ اَنَّ الْاِسْنَادَ مِنَ الدِّیْنِ میں ہے:

عَبْدَان بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ حدیث کی سند امورِ دین میں سے ہے اور اگر حدیث کے ثبوت کیلئے سند ضروری نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی مرضی سے دین میں اپنی من مانی باتیں کہنے لگتا اور عباس بن رزمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا ہمارے اور لوگوں کے درمیان سند حدیث کے ستون حائل ہیں اور ابواسحاق ابراہیم بن عیسیٰ الطالقانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا اے ابوعبداللہ! اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

''اپنی (فرض) نماز کے ساتھ اپنے ماں باپ کیلئے (نفل) نماز پڑھنا اور اپنے (فرض) روزوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کیلئے (نفل) روزے رکھنا نیکی ہے''۔

یہ سن کر ابن مبارک نے مجھ سے پوچھا اے ابواسحاق اس حدیث کو کس نے روایت کیا ہے؟ میں نے کہا: شہاب بن خراش نے۔ ابن مبارک نے کہا کہ وہ ثقہ راوی ہے۔ اچھا' اس نے کس شخص سے روایت کیا ہے؟ میں نے کہا: حجّاج بن دینار سے' فرمایا' حجاج بھی ثقہ ہے لیکن اس نے کس سے روایت کیا ہے؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ''اے ابواسحاق! حجّاج بن دینار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تو بہت طویل زمانہ ہے۔ (یعنی یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حجاج بن دینار تبع تابعین میں سے ہیں) تاہم یہ مسئلہ صحیح ہے کہ (نفلی) نماز اور روزوں کا ثواب والدین کو پہنچایا جا سکتا ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ الْکَلَامِ مِنْ اَنَّ الْمَیِّتَ لَا یَلْحَقُهُ بَعْدَ مَوْتِهٖ ثَوَابٌ فَهُوَ مَذْهَبٌ بَاطِلٌ قَطْعًا وَ خَطَأٌ بَیِّنٌ، مُخَالِفُ النُّصُوْصِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ فَلَا اِلْتِفَاتَ اِلَیْهِ"

بعض اصحاب کلام نے کہا کہ میت کو اس کی موت کے بعد ثواب نہیں پہنچتا' یہ مذہب یقیناً باطل ہے۔ قرآن پاک' حدیث پاک اور اجماع اُمت کے خلاف ہے' اس کی طرف بالکل توجہ نہ کی جائے۔

❁ علامہ نووی اس کے بعد یہ تحریر فرماتے ہیں:

وَذَهَبَ جَمَاعَاتٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ اِلٰی اَنَّهٗ یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ ثَوَابُ جَمِیْعِ الْعِبَادَاتِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْقِرَاءَةِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ

علماء کی کثیر جماعتوں کا موقف یہ ہے کہ میّت کو تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے' خواہ نماز ہو' یا روزہ ہو' تلاوت قرآن پاک ہو یا ان کے بغیر اور عبادات ہوں۔

❁ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار جلد۲، ص۲۴۳ میں فرماتے ہیں:

دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ میرے ماں باپ جب کہ وہ زندہ تھے تو میں ان کے ساتھ نیک سلوک کیا کرتا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کس طرح نیکی اور بھلائی کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ اَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلٰوتِكَ وَاَنْ تَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صِيَامِكَ.

ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کرنے کی صورت یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کیلئے بھی (نفلی) نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ ان دونوں کیلئے بھی (نفلی) روزہ رکھو۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (شرح الصدور صفحہ ۱۲۹) میں درج فرمایا ہے۔

۲۔ عینی شرح ہدایہ، ص ۱/۱۶۱۱

ملک العلماء علامہ ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ''نصرۃ الاصحاب باقسام ایصالِ ثواب'' کے صفحہ ۱۴۶ (ناشر: فرید بکسٹال اُردو بازار لاہور) پر شرح احیاء، جلد ۲، ص ۲۷۲ کے حوالے سے اور خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی نے ''ثواب العبادات'' کے صفحہ ۱۴۲ (ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) پر شرح الصدور صفحہ ۱۲۸ کے حوالہ سے ایک واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ابن النجار اپنی تاریخ میں مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں شب جمعہ کو قبرستان میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک نور چمک رہا ہے۔ میں نے کہا لا الٰہ الا اللہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس قبرستان والوں کی مغفرت فرما دی ہے۔ اتنے میں سُنا دُور سے ایک ہاتفِ غیبی کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا ہدیہ ہے جو اپنے بھائی اس قبرستان والوں کے پاس بھیجا۔ میں نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے تجھ کو گویائی بخشی! مجھے خبر دے کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ایک مسلمان شخص اس شب میں کھڑا ہوا اور

اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد "قل یایھا الکافرون" اور "قل ھو اللہ احد" پڑھا اور کہا کہ خداوندا! میں نے اس کا ثواب قبرستان والے مردوں اور عورتوں کو بخشا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر روشنی اور نور، کشادگی اور سرور، مشرق و مغرب میں داخل کیا۔ حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں ہر جمعہ کو اسے پڑھنے لگا، پس میں نے حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں "اے مالک! اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا، بقدر تعداد اس نور کے جو تو نے میری اُمت کی طرف ہدیہ کیا اور تیرے لئے اس کا ثواب ہے" پھر مجھ سے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے "قصر منیف" میں گھر بنوایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ "قصر منیف" کیا ہے؟ فرمایا، جنتیوں پر سایہ کرنے والا"۔

میّت کیلئے روزہ رکھنا

روزہ رکھنا بھی ایک بدنی عبادت ہے کیونکہ اس میں بدن مشقت برداشت کرتا ہے۔

❁ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصّوم میں باب باندھا ہے۔

بَاب مَنْ مَّاتَ وَ عَلَيْهِ صَوْمٌ وَّ قَالَ الْحَسَنُ اِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُوْنَ رَجُلًا يَوْمًا وَّاحِدًا جَازَ.

جو فوت ہو جائے اور اس کے اوپر روزے ہوں حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اگر اس کی طرف سے تیس آدمی ایک ہی دن کا روزہ رکھ لیں تو جائز ہے۔

 اس باب میں درج ذیل احادیث بیان کی ہیں:

١

حضرت عُروَہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے“۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الصیام کے باب قَضَآءِ الصَّوْمِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے۔

یہ حدیث سُنن ابوداؤد شریف کتاب الصیام کے باب فیمن مات وعلیہ صیام میں ہے۔

❁ بخاری شریف کتاب الصوم کے مذکورہ بالا باب میں ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا ”یا رسول اللہ! میری والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمے ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھوں؟“ فرمایا ”ہاں، اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے“۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الصیام کے باب قَضَاءِ الصَّوْمِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے۔

امام بخاری نے جو باب باندھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میت کے ولی کے علاوہ دوسرے اشخاص بھی اس کی طرف سے روزے رکھیں تو روزے ادا ہو جاتے ہیں لیکن پہلی حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہے کہ اس کا ولی روزے رکھے۔

اور دوسری حدیث شریف میں بھی اس میت کا ولی ہی پوچھ رہا ہے۔ یہاں میت کے ذمہ روزوں کو اللہ کا قرض قرار دیا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ میت کے ذمے جو قرض ہو اس کو اس کے ولی کے علاوہ دوسرا بھی ادا کر دے تو قرض ادا ہو جاتا ہے۔

بخاری شریف کِتَابُ الْحَوَالَاتِ کے بابِ اِذَا حَالَ دَیْنُ الْمَیِّتِ عَلٰی رَجُلٍ جَازَ میں ہے۔

حضرت سلمہ بن اَکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور عرض کی گئی کہ اس پر نماز پڑھئے۔فرمایا'' کیا اس پر قرض ہے؟''لوگوں نے عرض کی ''نہیں''۔فرمایا'' کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟''لوگ عرض گزار ہوئے' نہیں۔پس اس پر نماز پڑھی۔پھر دوسرا جنازہ آیا اور لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! اس پر نماز پڑھئے۔فرمایا کہ کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کی' ہاں۔فرمایا کہ کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے۔لوگ عرض گزار ہوئے کہ تین دینار' پس اس پر نماز پڑھی۔پھر تیسرا لایا گیا اور عرض کی گئی کہ اس پر نماز پڑھئے۔فرمایا کہ کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کی' نہیں' فرمایا کہ کیا اس پر قرض ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ تین دینار' فرمایا کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! اس پر نماز پڑھئے اور اس کا قرض میں ادا کروں گا''۔پس آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ بخاری شریف کتاب الکفالۃ کے باب مَن تکفل عن میت دینا فلیس لہ ان یرجع وبہ قال الحسن میں بھی ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب الصیام کے باب قَضَاءِ الصَّوْمِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے

حضرت عبداللہ بن بُرَیْدَہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا'' میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت

ہوگئی ہے"۔ آپ نے فرمایا "تمہارا اجر ثابت ہوگیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں واپس لوٹا دی"۔ اس عورت نے کہا "یارسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟" فرمایا "ہاں اس کی طرف سے روزے رکھو"۔ اس نے کہا "میری ماں نے حج نہیں کیا تھا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟" آپ نے فرمایا "ہاں اس کی طرف سے حج کرو"۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الوصایا کے باب ما جاء فی الرجل یهب الهبة ثم یوصیٰ لهٗ بها او یرثها میں ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الزکوٰۃ کے باب ما جاء فی المتصدق یرث صدقته میں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ترمذی شریف ابواب الصوم کے باب مَا جَآءَ فِي الصَّوْمِ عَنِ الْمَيِّتِ میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میری بہن فوت ہوگئی ہے اس کے ذمہ متواتر دو ماہ کے روزے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو ادا کرتیں (یا نہیں)؟ اس نے عرض کیا: ہاں (ادا کرتی) آپ نے فرمایا: اللہ کا حق (ادائیگی کے) زیادہ لائق ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حدیث ابن عباس حسن صحیح ہے۔

سنن نسائی شریف کِتَابُ الْاَیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ کے باب مَنْ نَذَرَ اَنْ یَّصُوْمَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ اَنْ یَصُوْمَ میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون دریا میں کشتی پر سوار ہوئیں اور انہوں نے ایک ماہ کے روزے رکھنے کی نذر مانی۔ بعدازاں وہ عورت روزے رکھنے سے پہلے فوت ہوگئی۔ اس کی بہن حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور آپ کی خدمت اقدس میں اس کی یہ حالت بیان کی۔ آپ نے اس کیطرف سے اسے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔

درج ذیل احادیث کے علاوہ چند دوسری احادیث بھی ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میت کی طرف روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا منع ہے یا منسوخ ہوگیا۔

❁ مؤطا امام مالک کتاب الصّیام کے باب اَلنَّذْرِ فِی الصِّیَامِ وَالصِّیَّامُ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے۔

امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا جاتا کہ کیا کسی کی طرف سے کوئی روزہ رکھ سکتا ہے اور کسی کی طرف سے کوئی نماز پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور کوئی کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے۔

❁ سنن ابوداؤد شریف کتاب الصّیام کے باب فِیْمَنْ مَاتَ وَ عَلَیْهِ صِیَامٌ میں ہے۔

سعید بن جُبَیْر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو جائے پھر تندرست نہ ہو بلکہ مر جائے تو اس کی جانب سے کھانا کھلایا جائے اور اس کے اوپر قضا نہیں ہے اور اگر اس نے نذر مانی ہو تو ولی اسے پوری کرے۔

❁ امام عبدالرزاق المصنف جلد ۹، ص ۲۱۸ کتاب الوصایا میں روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ''کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے، نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور اگر تم نے اس کا کفارہ ادا کرنا ہی ہے تو ان نمازوں یا روزوں کا فدیہ میّت کے (ایصالِ ثواب کیلئے) صدقہ یا ہدیہ کر دو۔

ترمذی شریف کتاب الصّوم کے بابُ ماجَاءَ فِی الْکَفَّارَۃِ میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ رمضان شریف کے روزے باقی ہوں تو ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو (دو وقت کا) کھانا کھلایا جائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف اسی طریق سے مرفوعاً معروف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول یعنی حدیث موقوف ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں میّت کی طرف سے روزہ رکھا جائے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں اگر میّت کے ذمہ نذر کے روزے ہوں تو بدلے میں روزے رکھے جائیں اور اگر اس کے ذمہ قضاء رمضان ہو تو اس کی طرف سے کھانا دیا جائے۔ امام مالک، سفیان اور شافعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں، کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزے نہ رکھے۔

نوٹ: جوہر نقی میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے بھی مرفوعاً صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم جلد ۳، ص ۱۳۸ میں ''میّت کی طرف روزے رکھنے میں مذاہب آئمہ'' کو بیان فرمایا ہے کہ:

 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۱ھ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے

روزوں کی نذر مانی اور نذر پوری کیے بغیر فوت ہو گیا تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے اور اگر کسی شخص پر رمضان کے روزے تھے اور وہ فوت ہو گیا تو ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے ان روزوں کا فدیہ دے۔ (اکمال اکمال المعلم جلد۳،ص۲۶۲)

❁ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ متوفی ۱۷۹ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں' خواہ وہ روزے نذر کے ہوں یا رمضان کے' ولی اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا' البتہ اگر اس نے اپنے مال سے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب ہے ورنہ اس کی طرف سے یہ فدیہ ادا کرنا مستحب اور نفل ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ،جلد۳،ص۲۶۲)

❁ امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر رمضان کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو ایک دن دو مد (۶۲ء اکلوگرام) طعام کھلا دیا جائے۔ (الام، جلد۲،ص۱۰۴)

اور جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس پر روزوں یا نمازوں کی نذر ہو تو اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے البتہ اس کے روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور جس پر نمازیں ہوں تو اس کی طرف سے نمازیں پڑھی جائیں گی' نہ نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔ (الام، جلد۲،ص۱۰۵)

❁ امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک اگر کسی شخص پر روزے ہوں تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا' البتہ اگر اس نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کرنا لازم ہے' ورنہ مستحب ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے' دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادت کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا موت کے بعد بھی نہیں ہو سکتا جس طرح کہ نماز میں سب کا اتفاق ہے' کیونکہ عبادت کا مکلف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلف کے بدن کو کوئی مشقت نہیں ہوئی۔ البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا کیونکہ اب اس مکلف کا خود روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے تو فدیہ اس کا قائم مقام ہو جائے گا جیسا کہ شیخ فانی کے مسئلہ میں ہے اور جب اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے' اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً کھانا کھلانا لازم ہے خواہ وصیت کرے یا نہیں۔ کھانے کے فدیہ کی مقدار ہر مسکین کیلئے نصف صاع (۱۲۵ء۲ کلوگرام) گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک ایک مد (۶۲ء اکلوگرام) ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے آگے تفصیلی بحث کی ہے۔ وہیں سے مطالعہ فرمائیں۔

❁ آخر میں شیخ فانی کے متعلق روزے کے بدلے فدیہ دینے کی موطا امام مالک کتاب الصیام کے باب فِدْيَةُ مَنْ اَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ مِنْ عِلَّةٍ کی حدیث ملاحظہ فرمائیں

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث پہنچی کہ حضرت انس بن مالک اتنے بوڑھے ہو گئے کہ روزہ نہیں رکھ سکتے تھے تو فدیہ دیا کرتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ (فدیہ دینا) واجب نہیں ہے اور میرے

نزدیک فدیہ دینا اسی کیلئے بہتر ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو۔ پس جو فدیہ دے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُدّ کے برابر ہر روز کے بدلے کھانا کھلائے۔

زِندہ بُوڑھے شخص اور فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا

حج ایک مرکب عبادت ہے کیونکہ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر بدن کے ساتھ حج کے ارکانؔ بھی ادا کرنا پڑتے ہیں۔

بخاری شریف کتاب المناسک کے باب وجوب الحج وفضله میں ہے۔

سلیمان بن یَسَار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فضل بن عباس بیٹھے ہوئے تھے تو قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی...... وہ عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے' میرے والد محترم بہت بوڑھے ہو گئے اور سواری پر بیٹھ نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ فرمایا'' ہاں' اور یہ حجۃ الوداع کے موقع کی بات ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف ابواب العمرہ کے باب حج المراة عن الرجل میں بھی ہے۔

یہ حدیث مؤطا امام مالک کتاب الحج کے باب اَلْحَجُّ عَمن يحج عنہٗ میں بھی ہے

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب المناسک کے باب الحج عن الحی اذا لم يستطع میں بھی ہے۔

یہ حدیث مؤطا امام محمد کتاب الحج کے باب اَلْحَجُّ عَنِ الْمَيِّتِ وَعَنِ الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ میں بھی ہے

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الحج کے باب ما جاء فی الحج عن الشیخ الکبیر المیت میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب مناسک الحج کے باب حج المراۃ عن الرجل میں بھی ہے۔

ترمذی شریف ابواب الحج میں ہے:

حضرت ابورَزِین عُقَیلِی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

یارسول اللہ! میرے والد بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، نہ حج وعمرہ کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی سفر کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو"۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرے کا ذکر صرف اسی حدیث میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب المناسک کے باب الحج عن الحیّ اذا لم یستطع میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب مناسک الحج کے باب وجوب العمرہ میں اور المعرہ عن الرجل الذی لا یستطیع میں بھی ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف ابواب المناسک کے بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْحَیِّ اِذَا لَمْ یَسْتَطِعْ میں ہے:

حضرت حصین بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا "یارسول اللہ! میرے والد پر حج فرض ہے اور ان میں حج کرنے کی طاقت نہیں، آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا "تم اپنے والد کی جانب

سے حج کرو"۔

موطا امام محمد کتاب الحج کے باب الحج عن المیت میں ہے:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں حضرت ایوب سختیانی رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ ان سے ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کسی آدمی کی اولاد بلوغت سے قبل ہی فوت ہو جاتی تھی۔ اس نے مَنّت مانی کہ اگر میرا کوئی بچہ اتنی عمر کو پہنچے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اونٹنی کا دودھ دوہنے لگے تو میں اسے ساتھ لے کر حج کروں گا۔ پس پھر اس کا ایک لڑکا (نذر کے مطابق) جوان ہو گیا مگر اب وہ خود بہت بوڑھا ہو چکا تھا' اس کا بیٹا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میرا والد بہت ہی بوڑھا ہو چکا ہے اور اس میں حج کرنے کی طاقت نہیں رہی' کیا اس کے بدلے میں حج کر سکتا ہوں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"۔

امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور اس میں کسی قسم کا ڈر نہیں کہ کوئی شخص فوت ہو چکا ہو یا مرد اور کوئی عورت ایسے بوڑھے ہو جائیں کہ ان میں حج کرنے کی استطاعت نہیں تو ان کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف ابواب المناسک کے باب الحج عن المیت میں ہے:

حضرت ابوالغَوث بن حُصَین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے والد کے حج کے بارے میں دریافت کیا جو ان کے ذمہ تھا اور وہ فوت ہو گئے تھے۔

آپ نے فرمایا "تم اپنے باپ کی جانب سے حج کرو"۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی میت کے ذمہ نذر کے روزے ہوں تو اس کے وارث وہ روزے رکھیں۔

ترمذی شریف ابواب الحج میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بُرَیْدَہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو چکی ہے' انہوں نے حج نہیں کیا' کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ''ہاں' تم ان کی طرف سے حج کرو''۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سنن نسائی شریف کتاب مناسک الحج کے باب الحج عن المیت الذی لم یحج میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت سِنَانْ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا' حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرو کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہے' اس نے حج نہیں کیا تھا' کیا میں اس کی طرف سے حج کروں تو کافی ہوگا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' کیوں نہیں' اگر اس کی والدہ پر قرض ہوتا اور وہ ادا کرتی تو کیا یہ کافی نہ ہوتا؟ اسے اپنی والدہ کی طرف سے حج کرنا چاہیئے۔

بخاری شریف ابواب العمرہ کے باب اَلْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَیِّتِ وَالرَّجُلُ یَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَۃِ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ جُہَیْنَہَ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی کہ میری والدہ ماجدہ نے حج کرنے کی مَنّت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی یہاں تک کہ فوت ہو گئیں۔ کیا

میں ان کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا ''ہاں' تم ان کی طرف سے حج کرو''۔ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں! اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب مناسک الحج کے باب الحج عن المیت الذی نذر ان یحج میں بھی ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب المناسک کے باب الحج عن المیت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا ''لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ '' آپ نے فرمایا ''شبرمہ کون ہے؟'' اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ایک رشتہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا ''کیا تو نے اپنا حج کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا' نہیں۔ آپ نے فرمایا ''پہلے اپنی جانب سے حج کرو پھر شبرمہ کی جانب سے حج کرنا''۔

میّت کیلئے تسبیح وکلمہ پڑھنا

❁ صحیح بخاری شریف کتاب الادب کے بَابُ النَّمِيْمَةُ مِنَ الْكَبَائِرِ میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک باغ کی جانب تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ فرمایا کہ انہیں کسی بڑے گناہ کے باعث عذاب نہیں دیا جا رہا۔ اگرچہ وہ گناہ بھی بڑے ہیں۔ ان میں سے ایک پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا غیبت کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک سبز ٹہنی منگوائی پھر اس

کے دو حصے کئے تو ایک حصے کو ایک قبر پر اور دوسرے حصے کو دوسری قبر پر نصب کر دیا' پھر فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب کے باب اَلْغِیْبَۃِ میں بھی ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کِتَابُ الطَّہَارَۃِ کے باب اداب الخلاء کی پہلی فصل میں ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الطہارۃ کے باب اَلدَّلِیْلِ عَلٰی نَجَاسَۃِ الْبَوْلِ وَوُجُوْبِ الْاِسْتِبْرَآءِ میں ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الوضوء کے باب مِنَ الْکَبَائِرِ اَنْ لَّا یَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِہٖ میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب الجنائز کے باب وَضْعُ الْجَرِیْدَۃِ عَلَی الْقَبْرِ میں ہے۔

اصل میں تخفیف عذاب کا باعث وہ شاخیں ہی نہیں بلکہ ان کی تسبیح ہے' جو وہ پڑھتی ہیں کیونکہ:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (الآیہ)

ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ تخفیفِ عذاب کا سبب شاخوں کی تسبیح تھی اور چونکہ شاخوں کا سوکھ جانا ان کی موت ہے اور موت سے تسبیح موقوف ہو جائے گی۔ جب شاخوں کی تسبیح باعثِ تخفیف عذابِ قبر ہے تو بندوں کی تسبیح بھی یقیناً باعثِ تخفیف عذابِ قبر ہے۔

نیز یہاں سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ قبروں پر پھول ڈالنا بھی جائز ہے کیونکہ کھجور کی شاخوں کی طرح تر و تازہ پھول وغیرہ بھی اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

ہم قبروں پر پھول ڈالنا جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ علماء کی کثیر تعداد نے اس کو

جائز قرار دیا۔ جو قبروں پر پھول ڈالنے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں وہ قطعاً اس پر عمل پیرا نہ ہوں کیونکہ عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ جب ہم پھول ڈالتے ہی اس نیت سے کہ ان کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچے تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیک نیتی کو دیکھتے ہوئے اس کا میت کو فائدہ بھی پہنچائے گا۔

حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ پر ایک تفصیل رسالہ لکھا جسے مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور شائع کرتا ہے' اسے حاصل کر کے مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

جو پھول ڈالنے یا قبر پر شاخ رکھنے کو فضول کام سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ان قبر والوں کو آپ کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے اس شاخ رکھنے کا فائدہ پہنچا اور اگر کوئی دوسرا رکھے تو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا' یا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے ان کے سوکھنے تک کیلئے ان کی شفاعت کی جس کا ان کا فائدہ پہنچا۔

معترضین یہ نہیں سوچتے کہ بعد میں جو صحابہ کرام اور علماء کرام اس پر عمل پیرا ہوئے وہ کس سوچ کے ساتھ عمل پیرا ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو اپنی اس محدود سوچ سے آپ پر ہی محدود کر دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ آپ کا ہر عمل لائق اتباع ہے۔ آپ نے کس فرمان عالی شان میں کہا کہ ان کے بعد کوئی اس پر عمل پیرا ہوگا تو اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا' جس طرح زندوں کے اور بہت سے اعمال کا اللہ تعالیٰ میت کو فائدہ دے سکتا ہے تو اس عمل کا بھی دے سکتا ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی شرح صحیح مسلم کی جلد اوّل کے صفحات (۹۸۱ تا ۹۸۹) میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ میں مختصراً اس میں سے چند دلائل پیش

خدمت کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا اس لئے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے اور آپ کے وصال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام بخاری ذکر کرتے ہیں:

وَاَوْصٰی بُرَیْدَۃُ الْاَسْلَمِیُّ اَنْ یَّجْعَلَ فِیْ قَبْرِہٖ جَرِیْدَانِ۔ (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۸۱)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا باسٹھ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا تھا' اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ (عمدۃ القاری، جلد ۸، ص ۱۸۲)

علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ مقربین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے' کیونکہ اُمت میں صحابی رسول سے بڑھ کر اور کون مقرب ہو گا' نیز جو عمل عام مسلمانوں کیلئے تخفیف عذاب کا باعث ہو مقربین کیلئے وہ عمل ترقیٔ درجات کا سبب ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام نے اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق' درر غرر اور شرح المنیہ میں ہے۔ امداد میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ تر و تازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے' جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے' قاضی خاں میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کئے اور ان دو قبروں پر رکھ دیئے جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علّت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا' یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔ اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے۔ ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں' فقہا شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی دُعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لئے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ (ردالمحتار، جلد ۱، ص ۸۴۷۔۸۴۶)

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ) مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے' ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی اُمید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۷۸)

ملاّ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔ (مرقات، جلد ۱، ص ۳۵۱)

اس کے بعد ملاّ علی قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وتمسک کنند ایں جماعۃ بایں حدیث در انداختن سبزہ و گل رابر قبور (اشعۃ اللمعات، جلد ۱، ص ۲۰۰)	جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔

ملاّ نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرِّیَاحِیْنِ عَلٰی قُبُوْرِ حَسَنٌ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۵، ص ۳۵۱)	پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الجنائز میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا اور اس عمل کو ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔ (فتح الباری، جلد ۳، ص ۲۲۳)

علامہ شربینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قبر پر سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھولوں اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔ (مغنی المحتاج، جلد ۱، ص ۳۶۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شافعی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ بے شک یہ بھی ایک قول ہے کہ شاخ جب تک تُر ہوگی تسبیح کرتی رہے گی اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ اس بناء پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تراوٹ ہو خواہ وہ درخت ہو یا غیر، اسی طرح جس چیز میں برکت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید اور ان سے بطریقِ اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

علامہ وشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں، ان کا یہ عمل اس حدیث کی بناء پر ہے اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم، جلد ۲، ص ۷۳)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں' نیز فقہاء' شافعیہ' حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر شاخ' پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد ا، ص ۵۴۰)

الحمدللہ علیٰ احسانہٖ مذاہب اربعہ کے فقہاء اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ قبر پر سبز شاخوں اور پھولوں کا رکھنا سنت ہے اور بدر عالم میرٹھی دیوبندی' شبیر احمد عثمانی دیوبندی اور انور شاہ کشمیری دیوبندی کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں' نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی خلاف واقع ہے کہ صرف مقربین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے' ہم نے عام قبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے دیکھے ہیں۔ آج بھی کراچی (یا کسی بھی شہر اور قصبہ) کے کسی قبرستان میں آپ جمعرات کو یا شب برات کو چلے جائیں تو بے شمار عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے' اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہگاروں کیلئے رفع عذاب کا موجب ہے اسی طرح وہ مقربین کیلئے درجات کی بلندی کا سبب ہے' اسی لئے بلاوجہ مقربین اور عباد صالحین سے عناد اور مسلمانوں سے سوءِ ظن رکھنا نہیں چاہیئے۔

حضرات محترم کسی بھی اچھے اور نیک نیّتی سے کئے ہوئے فعل کو عبث' فضول اور بے فائدہ قرار نہیں دینا چاہیئے کیونکہ اکثر اعمال بظاہر معمولی نظر آتے ہیں لیکن وہ انسان کی بخشش کا بہانہ بن جاتے ہیں۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب فَضْلِ الصَّدَقَۃِ کی پہلی فصل میں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ایک شخص کا گزر ایسے درخت پر ہوا جس کی شاخ لٹکی ہوئی تھی اور راستہ روکتی تھی' اس شخص نے کہا میں اس کو راستہ سے ہٹادوں گا تا کہ اس سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور یہی عمل اس کے دخولِ جنت کا سبب بنا۔ (متفق علیہ)

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی اسی فصل میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک بدکار عورت صرف اس وجہ سے بخشی گئی کہ وہ ایسی جگہ سے گزری جہاں ایک کتا پیاس کی شدّت سے زبان نکالے کھڑا ہوا ہانپ رہا تھا' یہ دیکھ کر اس عورت نے اپنا موزہ لے کر اس میں اپنی چادر باندھی اور (کنوئیں سے) پانی نکالا اور اس کو پلایا' اس عمل کی وجہ سے اس کی بخشش ہوگئی' اس موقع پر صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بھی ثواب ملتا ہے تو آپ نے فرمایا ''ہر زندہ جگر کے ساتھ بھلائی کرنے میں صدقہ کا اجر ملتا ہے''۔ (متفق علیہ)

مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے بَابُ اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہاں گئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح (سُبْحَانَ اللہ) پڑھنی شروع فرمائی تو ہم نے بھی کافی دیر تک تسبیح (سبحان اللہ) پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر (اللہ اکبر) کہنی شروع کی تو ہم نے بھی کہنی شروع کی' پھر ہم نے عرض کیا: آقا' آج آپ نے پہلے

تسبیح اور پھر تکبیر کیوں کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی تو (ہمارے پڑھنے سے) اللہ نے اس نیک بندے پر فراخی فرمادی۔

(مسند امام احمد، ص ۳۶۰/۳)

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الجنائز کے ابتداء میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقِنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الجنائز کے باب ماجاء فی تلقین المیت لا الہ الا اللہ میں بھی ہے۔

جب میت کیلئے تسبیح وکلمہ پڑھنا ثابت ہے تو اب یہ ملاحظہ فرمائیں کہ تسبیحات و کلمہ پڑھنے سے کتنا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰی کے بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِيْحِ وَالتَّحْمِيْدِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے دن میں ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الدعوات کے باب فَضْلِ التَّسْبِيْحِ میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص صبح اور شام سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ" پڑھے قیامت کے دن اس سے کوئی افضل نہ ہوگا سوائے اس کے جو اس کو پڑھتا ہو یا اس سے زیادہ پڑھتا ہو۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعا کے باب فضل التھلیل والتسبیح والدّعا میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو کلمے جو زبان پر آسان ہیں لیکن میزانِ عمل میں بھاری اور رب کریم جل جلالہٗ کو محبوب ہیں، وہ یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شری کتاب الدعوات کے باب فضل التسبیح میں ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الایمان والنذ ور کے باب اِذَا قَالَ واللہ لا اتکلم میں بھی ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعا میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ہے:

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور دیگر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اس وقت آپ نے فرمایا "کیا تم میں کوئی اس عمل سے عاجز ہے کہ ایک ہزار نیکیاں روز کمائے"۔ حاضرین میں سے ایک

صاحب نے سوال کیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ہزار نیکیاں روز حاصل کرے، تو آپ نے فرمایا "جو شخص سو بار سبحان اللہ پڑھے تو اس کے نامۂ اعمال میں ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا ہزار گناہ معاف کئے جائیں گے۔ (شک راوی)

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعا کے باب فضل التهليل والتسبيح والدُّعا میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اذکار میں سے افضل ترین ذکر

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے

اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث ابن ماجہ شریف ابواب الذکر کے باب فضل الحامدین میں بھی ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعا کے باب فَضْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا کلام محبوب ہے؟ میں نے کہا "یا رسول اللہ! مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا کلام محبوب ہے؟" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام یہ ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

 بخاری شریف کتاب الدعوات کے باب فَضْلِ التَّهْلِيْلِ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

"نہیں کوئی معبود مگر اللہ، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کیلئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

جو دن میں دس مرتبہ یہ کہے تو اس کیلئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے اور اس کیلئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اُس کی سو برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور اُس روز شام تک یہ عمل اس کیلئے شیطان سے بچاؤ ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کسی کا عمل نہیں ہوگا مگر جو ایسا یا اس سے زیادہ عمل کرے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب اسماء اللہ تعالیٰ کے باب ثواب التسبیح والتحمید والتھلیل والتکبیر میں ہے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں کتاب الذکر والدعا کے باب فَضْلِ التَّھْلِیْلِ وَالتَّسْبِیْحِ وَالدُّعَا میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کے مذکورہ بالا باب میں ہی ہے:

جناب یُسَیْرَہ رضی اللہ عنہا جو مہاجرات میں سے ہیں، روایت کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سُبْحَانَ اللّٰہ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور سُبْحَانَ الْمَالِکِ الْقُدُّوْس کا وِرد خود پر لازم کرلو اور انہیں انگلیوں پر شمار کرو کیونکہ ان سے

سوال کیا جائے گا اور وہ شہادت دیں گی اور تم ان سے غافل نہ رہو' ورنہ رحمت الٰہی سے فراموش کر دیئے جاؤ گے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

❁ قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے رسالہ "عالمِ بَرزخ" کے صفحہ نمبر ۳۴ میں یہ واقعہ درج فرمایا ہے:

شبیب بن شیبہ کہتے ہیں کہ میری والدہ نے مرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ بیٹا جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہنا کہ اے اُمِ شبیب کہو لا الہ الا اللہ۔ چنانچہ اس وصیت کے مطابق والدہ کی قبر جب برابر ہو گئی تو میں نے قبر کے پاس کھڑے ہو کر وہ جملہ کہا "اے اُمِ شبیب کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" جب میں قبرستان سے لوٹا تو رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میری والدہ اُمِ شبیب کہہ رہی ہیں کہ میرا بیٹا میں ہلاک ہو جانے کے قریب آ چکی تھی' اگر تیرا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا اس کی روک تھام نہ کرتا' بلاشبہ تو نے میری وصیت یاد رکھی اور عمل کر دکھایا۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الذکر کے باب فَضْلِ التَّسْبِیْح میں ہے:

حضرت اُمِ ہانی نے فرمایا کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' میں نے عرض کی' یارسول اللہ! مجھے کوئی عمل بتایئے' میں بوڑھی اور ضعیف ہو گئی ہوں' میرا بدن بھاری ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا "سو بار اللہ اکبر' سو بار الحمد للہ' سو بار سبحان اللہ پڑھو' یہ ان سو گھوڑوں سے بہتر ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں مع زین و لگام کے دیئے جائیں' سو جانور قربان کرنے اور سو غلام آزاد کرنے سے بہتر ہیں۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الزہد کے باب مَا یُرْجٰی مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو میری اُمت میں سے ایک شخص کی بڑی پکار ہو گی' اس کے اعمال کے ننانوے دفتر کھول کر پھیلائے جائیں گے اور ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نگاہ پہنچے۔ پھر ارشاد ہوگا انہیں پڑھ لے اور ان میں جو تیرے گناہ لکھے ہوئے ہیں ان میں سے تو کس کا منکر ہے۔ وہ عرض کرے گا "اے خداوندا! کسی امر کا منکر نہیں' ارشاد ہوگا کہ کیا کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ پھر ارشاد ہوگا کیا تیرے پاس اس میں کوئی نیکی بھی موجود ہے' وہ ڈرتے ہوئے عرض کرے گا' نہیں' تو ارشاد ہوگا' نہیں' ہمارے پاس تیری نیکیاں بھی ہیں' تجھ پر آج کے روز کوئی ظلم نہ کیا جائے گا پھر ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں تحریر ہوگا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

وہ عرض کرے گا' اے خداوند! یہ رقعہ اتنے بڑے دفتروں کے مقابلے میں کیا کرے گا' تو خدا تعالیٰ ارشاد فرمائے گا "تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا' تو وہ تمام دفاتر ایک پلڑے میں اور وہ رقعہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا' تو وہ دفتر اوپر اُٹھ جائیں گے اور رقعہ بھاری ہو جائے گا۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعا کے باب فَضْلِ مَجَالِسِ الذِّکْرِ میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے کچھ گشت کرنے والے فرشتے ہیں جو ذکر کی مجالس کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں' جب وہ ذکر کی کوئی مجلس دیکھتے ہیں تو ان (ذاکرین) کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے بعض فرشتے بعض دوسرے فرشتوں کو (اوپر تلے) ڈھانپ لیتے ہیں' حتیٰ کہ زمین سے لے کر آسمانِ دُنیا تک جگہ بھر جاتی ہے' جب

ذاکرین مجلس سے اُٹھ جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں' پھر اللہ عزوجل ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اس کو ان سے زیادہ علم ہوتا ہے "تم کہاں سے آئے ہو؟" وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین پر تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو سُبْحَانَ اللہ' اَللہُ اَکبرُ' لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہہ رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟" فرشتے عرض کرتے ہیں "وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟" فرشتے عرض کرتے ہیں "نہیں" اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں" اور وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے تھے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے؟" فرشتے عرض کرتے ہیں "اے رب! تیری دوزخ سے پناہ مانگتے تھے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا انہوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؟" فرشتے عرض کرتے ہیں "نہیں"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر وہ میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر کس قدر پناہ مانگتے" فرشتے عرض کرتے ہیں "اور وہ تجھ سے استغفار کرتے تھے"۔ آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں نے ان کو بخش دیا اور جو کچھ انہوں نے مانگا وہ میں نے ان کو عطا کر دیا اور جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی اس سے میں نے ان کو پناہ دے دی" آپ نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں "اے میرے رب! ان میں فلاں بندہ خطا کار تھا' وہ اس مجلس کے پاس سے گزرا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا' آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں نے اس کو بھی بخش دیا' یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا"۔

آپ اس حدیث کے مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے نماز پڑھنے' نماز کے بعد

افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے پھر تسبیحات سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھنے اور بعد میں ہاتھ اُٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں تمام مسلمانوں کیلئے جنت کا سوال اور دوزخ سے نجات کیلئے طلبگار ہونے کو دیکھیں تو آپ کی آنکھوں کے سامنے مذکورہ بالا حدیث کا نقشہ کھنچ جائے گا۔

دوسرا منظر وہ ذہن میں لائیں جب مسلمان اپنے فوت شدہ مسلمان بھائی کے ایصالِ ثواب کیلئے اکٹھے ہو کر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ اور دوسری تسبیحات پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تلاوت قرآن مجید، درود شریف اور دوسرے ذکر اذکار کئے ہوئے ہوتے ہیں ان کا ثواب اپنے فوت شدہ مسلمان بھائی کو پہنچا رہے ہوتے ہیں اور اس کے لئے جنت کا سوال کر رہے ہوتے ہیں اور جہنم سے نجات کیلئے دست بدعا ہوتے ہیں۔

میّت کیلئے قرآن و فاتحہ خوانی کرنا

قُرآن پڑھنا و فاتحہ خوانی کرنا بدنی عبادت ہے۔ کیونکہ ایصالِ ثواب میں کسی بدنی، مالی یا مرکب عبادت کا ثواب فوت شدہ کو پہنچایا جاتا ہے اس لئے اس بدنی عبادت کا ثواب بھی پہنچایا جا سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی جاتی ہے کہ یاالٰہی! میں نے جو تلاوت قرآن پاک کی ہے یا جو جو سورتیں اور آیات قرآن کریم تلاوت کی ہیں، ان کا ثواب جو مجھے آپ کی بارگاہ سے حاصل ہوا ہے، میں اسے فلاں فلاں فوت شدگان کو بخشتا ہوں۔ یاالٰہی! میرا یہ ثواب ان کو پہنچا دے۔

اگر کوئی اپنے فوت شدگان کیلئے قرآن نہیں پڑھتا تو نہ پڑھے، ہم اہل سنت و

جماعت کے نزدیک فوت شدگان کیلئے قرآن پاک پڑھ کر اس کا ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے اس لئے ہم کرتے رہیں گے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا مَاتَ لَهُمُ الْمَيِّتُ اِخْتَلَفُوْا اِلٰى قَبْرِهٖ يَقْرَؤُوْنَ لَهُ الْقُرْاٰنَ. (شرح الصدور، ص ۱۳۰)

انصار کا طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی مرجاتا تو وہ بار بار اس کی قبر پر جاتے اور اس کیلئے قرآن پڑھتے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کے باب جَامِعِ الْمَنَاقِبِ کی پہلی فصل میں ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی "اے اللہ! انصار کی مغفرت فرما اور ان کے بیٹوں کی اور ان کے پوتوں کی (مسلم)

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب فضائل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب فضائل الانصار رضی اللہ عنہم میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر تمام لوگ ایک راہ پر چلیں اور انصار دوسری راہ پر تو میں انصار کی راہ پر چلوں گا، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک انصاری آدمی ہوتا"۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف اَبْوَابُ مَاجَآءَ فِي الْجَنَائِزِ کے باب مَا جَآءَ فِيْ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْمَرِيْضِ اِذَا حَضَرَ میں ہے۔

حضرت مَعْقَل بن يَسَار سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے مردوں کے نزدیک (سورہ) یٰسین پڑھا کرو"۔

اگر سورہ یٰسین پڑھنے کا مرنے والے یا مردہ کو فائدہ نہ ہوتا ہوتو آپ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پڑھنے کا حکم کیوں فرماتے؟

سورہ یٰسین قرآن مجید کا حصہ ہے۔ لہذا قرآن مجید پڑھنے کا ثبوت ہوا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲، ص ۲۸۲ میں ہے:

قَالَ الْقُرْطِبِیُّ حَدِیْثِ اِقْرَءُوْا عَلٰی مَوْتَاکُمْ یٰسٓ ھٰذَا یَحْتَمِلُ اَنْ تَکُوْنَ ھٰذِہِ الْقِرَاءَۃُ عِنْدَ الْمَیِّتِ فِی حَیَاتِہٖ وَ یَحْتَمِلُ اَنْ تَکُوْنَ عِنْدَ قَبْرِہٖ کذا ذکرہ السیوطی فی شرح الصدور

(شرح الصدور ص ۱۳۰)

یعنی علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اقرء وا علی موتاکم یٰس، اس حدیث کے دو مطلب ہیں اوّل یہ کہ مرنے والے کے پاس اس کی حیات میں پڑھی جائے اور دوسرا یہ کہ اس کی قبر پر پڑھی جائے' اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں فی احوال للموتی والقبور میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن حبان وغیرہ نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یٰسین قرآن کا دل ہے' جو شخص بھی سورہ یٰسین کو اللہ تعالیٰ (کی رضا) اور (اجر) آخرت کیلئے پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ اس کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔

❁ ترمذی شریف ابوابِ فضائل القرآن کے باب ما جاء فی یٰسٓ میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر چیز کا دل ہے اور قرآن کا دل سورہ یٰسین ہے' جس نے سورہ یٰسین پڑھی' اللہ تعالیٰ اس کیلئے دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب لکھے گا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

 اکثر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ تلاوت قرآن مجید کیلئے اجتماع کرنا ثابت نہیں لیکن ایسا اجتماع تو صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعا کے باب فَضْلِ الْاِجْتِمَاعِ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَ عَلَی الذِّکْرِ (تلاوت قرآن مجید اور ذکر کیلئے اجتماع کی فضیلت) میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کی' اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کر دے گا اور جس نے کسی تنگ دست کیلئے آسانی کی' اللہ تعالیٰ اس کیلئے دنیا اور آخرت میں آسانی کر دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی' اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا اور جب تک کوئی بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو شخص علم کو طلب کرنے کیلئے کسی راستہ پر چلا' اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کچھ لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت اور اس کے درس کیلئے جب بھی جمع ہوتے ہیں (چاہے ایصالِ ثواب کیلئے جمع ہوں) ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور جو فرشتے اللہ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ ان فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے اور جس شخص کے اعمال اس کو پیچھے کر دیں اس کا نسب انہیں آگے نہیں بڑھائے گا۔

قرآن مجید کے ایک ایک حرف پڑھنے پر ایک سے دس تک نیکیاں ملتی ہیں پھر

جب کوئی نیک اولاد مرحوم کی بیوی یا اور کوئی عزیز و اقارب یا دوست احباب میں سے اس کیلئے تلاوت قرآن کر کے اس کو ایصالِ ثواب کرے گا تو اندازہ لگائیں کتنا زیادہ ثواب اس کو پہنچے گا۔

ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب مَا جَاءَ فِي مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنَ الْقُرْآنِ مَالَهُ مِنَ الْاَجْرِ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جس نے اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھا اس کیلئے ایک نیکی ہے اور نیکی دس گنا ہوتی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

❁ میت کی طرف سے صدقہ کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ اب صحیح حدیث ملاحظہ فرمائیں کہ صدقہ کرنے سے قرآن پاک کی آیات تلاوت کرنا افضل ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ کی پہلی فصل میں حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے آخر میں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تم میں سے کوئی مسجد جا کر قرآن کی دو آیتوں کی تلاوت کرتا ہے یا دو آیتیں کسی کو سکھاتا ہے تو یہ دو اونٹنیوں کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اسی طرح زیادہ آیتوں کی تلاوت زیادہ اونٹنیوں کے صدقہ سے بہتر ہے۔ (صحیح مُسلم)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب فضل قراءۃ القرآن میں ہے۔

❁ یہ قطعاً ضروری نہیں کہ مخصوص آیات یا سورتیں ہی تلاوت کی جائیں کیونکہ قرآن پاک کے ہر ہر حرف پر ثواب ملتا ہے۔ ہاں کچھ سورتیں اور آیات ایسی ہیں کہ جن

کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا کہ ان کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اکثر علماء کرام ایصالِ ثواب کیلئے تلاوت قرآن پاک کرتے وقت ان سورتوں اور آیات کو پڑھتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا" تم نماز میں قرأت کس طرح کرتے ہو" تو انہوں نے سورۂ فاتحہ سنائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سورہ فاتحہ سن کر فرمایا" اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' تورات' انجیل و زبور اور قرآن مجید میں اس جیسی اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی' اس میں سات آیتیں ہیں اور یہ اس قرآن مجید میں دوبار نازل ہوئی جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث ابواب فضائل القرآن کے شروع میں باب ما جاء فی فضل فاتحة الکتاب میں ہے۔

❁ صحیح بخاری شریف فضائل القرآن کے باب فَضْلِ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ میں ہے:

حضرت ابوسعید بن مُعَلّٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا لیکن میں نے جواب نہ دیا۔ میں (نماز پڑھنے کے بعد) عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا" کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

اَسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ (پارہ ۹، آیت ۲۴) سورہ الانفال — اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب تمہیں بلائیں۔

پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں قرآن کریم کی سب سے عظمت والی سورت نہ سکھاؤں۔ اس سے پہلے کہ تم مسجد سے نکلو؟ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ میں ضرور تجھے قرآن مجید کی بہت ہی عظمت والی سورت سکھاؤں گا۔

فرمایا وہ سورت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہے''۔ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمائی گئی۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

❁ صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن کے باب فضل الفاتحۃ و خواتیم سورۃ البقرہ ولایتین میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ناگاہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اوپر اُٹھایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ''یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا نہیں' پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ''یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔

اس فرشتے نے (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر) سلام کیا اور کہا'' آپ کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیئے گئے ہیں اور آپ سے

پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے"۔

ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری حصہ

آپ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کے مصداق مل جائے گا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

❁ صحیح بخاری شریف فضائل القرآن کے باب فضل فاتحۃ الکتاب میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفر کے دوران ہم ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور قبیلے والے موجود نہیں ہیں تو کیا آپ حضرات میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ پس ہم میں سے ایک آدمی اس کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا حالانکہ ہم نے سنا تھا کہ اسے دم کرنا نہیں آتا۔ پس اس نے دم کیا اور وہ (سردار) اچھا ہو گیا۔ سردار نے اس کو تیس بکریاں دینے کا حکم دیا اور ہمیں دودھ پلایا' جب وہ واپس لوٹا تو ہم نے اس سے کہا: کیا آپ اچھی طرح دم کرنا جانتے ہیں یا کیا آپ دم کیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں' میں نے دم تو نہیں کیا' سوائے اس کے کہ سورہ فاتحہ پڑھ دی تھی۔ ہم نے طے کیا کہ اس بارے میں ہمیں کچھ نہیں کہنا چاہیئے جب تک ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت نہ کر لیں۔ پس جب ہم مدینہ منورہ میں پہنچے تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "اسے کیسے معلوم ہوا کہ اسے پڑھ کر دم کیا جا سکتا ہے؟ بہر حال بکریاں بانٹ لو اور ایک حصہ میرا بھی ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرہ میں ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو'' سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران'' کیونکہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گے جس طرح دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اُڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی۔ سورہ بقرہ پڑھا کرو' اس کا پڑھنا برکت ہے اور نہ پڑھنا حسرت ہے' جادوگر اس کے حصول کی استطاعت نہیں رکھتے۔

اسی مفہوم کی حدیث ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ما جاء فی سورۃ آل عمران میں بھی ہے۔

❁ صحیح بخاری شریف فضائل القرآن کے باب فَضْلِ الْبَقَرَۃِ میں ہے:

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جس نے سورۂ البقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھیں تو وہ اس کو کفایت کریں گی۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب فضل الفاتحہ وخواتیم سورہ البقرہ والایتین میں بھی ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ما جاء فی آخر سورۃ البقرہ میں بھی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

 صحیح بخاری شریف فضائل القرآن کے باب فضل البقرۃ میں بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان المبارک کے اندر مالِ زکوٰۃ کی حفاظت پر متعیّن فرمایا۔ ایک شخص آیا اور خوراک میں سے لپ بھر کر لے جانے لگا' تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور پیش کروں گا۔ پس اس نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب تم سونے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو صبح تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت تمہارے ساتھ رہے گی اور شیطان تمہارے قریب نہیں پھٹکے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم سچ کہتے ہو لیکن وہ جھوٹا ہے کیونکہ شیطان ہے''۔

یہ حدیث تفصیل کے ساتھ ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ما جاء فی سورۃ البقرہ و آیۃ الکرسی میں ہے۔

یہ حدیث زیادہ تفصیل کے ساتھ مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی میں ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوالمنذر رکیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟'' میں نے عرض کیا ''اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ '' آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا

اے ابوالمنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی میں ہی ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص سورۂ کہف کی پہلی دس آیات یاد کرے گا وہ دجّال (کے شر) سے محفوظ رہے گا''۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

❁ ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ما جاء فی سورۃ الکہف میں ہے

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ایک آدمی سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک اس نے اپنے جانور کو بدکتے ہوئے دیکھا' نظر اُٹھا کر دیکھا تو بدلی کی طرح کی کوئی چیز تھی' اس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا ''یہ سکینہ (اطمینان) تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ یا (فرمایا) قرآن پر نازل کیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

❁ صحیح بخاری شریف فضائل القرآن کے باب فضل سورۃ الفتح میں ہے:

حضرت زید بن اسلم نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ اپنے ایک سفر کے دوران رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے جا رہے تھے اور حضرت عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی بات پوچھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ پوچھا لیکن آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔ پھر سہ بارہ پوچھا لیکن آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا ''تجھے تیری ماں روئے'' تین دفعہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا لیکن تینوں مرتبہ تجھے جواب مرحمت نہیں فرمایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو بھگایا یہاں تک کہ لوگوں سے آگے جا پہنچا اور میں ڈر رہا تھا کہ میرے بارے میں قرآن کریم کی کوئی آیت نازل ہو جائے گی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک پکارنے والے نے مجھے آواز دی۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا پھر آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے پیاری ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر آپ نے سورہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کی تلاوت فرمائی۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب فضل قراء ۃ قل ھو اللہ احد میں ہے:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم میں سے کوئی شخص ہر رات تہائی قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ نے عرض کیا تہائی قرآن مجید کیسے پڑھے گا! آپ نے فرمایا ''سورہ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ تہائی قرآن مجید کے برابر ہے''۔

امام بخاری نے صحیح بخاری فضائل القرآن کے باب فضل قل ھو اللہ احد میں اس حدیث کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے:

اسی مفہوم کی حدیث ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص میں بھی ہے۔

جامع ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص و فی سورۃ اذا زلزلت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سورہ زلزال نصف قرآن، سورہ اخلاص تہائی قرآن اور سورہ کافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آگے بڑھا تو آپ نے ایک آدمی کو ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد'' پڑھتے سنا اور فرمایا ''واجب ہو گئی''۔

میں نے عرض کیا'' کیا چیز واجب ہو گئی؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جنت''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب فضل قراءۃ قل ھو

اللہ احد میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم سب جمع ہو جاؤ تا کہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں''۔ پس جنہیں جمع ہونا تھا وہ جمع ہو گئے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے سورہ قل ھواللہ احد پڑھی اور پھر اندر تشریف لے گئے، ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے شاید آسمان سے کوئی خبر آ گئی ہے جس وجہ سے آپ اندر تشریف لے گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا 'میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تم پر تہائی قرآن پڑھوں گا' سنو! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص میں ہے۔

صحیح مسلم شریف کے اسی باب میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کرتے تھے اور ہر سورت کے بعد قل ھواللہ احد پڑھتے تھے، جب لشکر واپس آیا تو لوگوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا ''اس شخص سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟'' جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا چونکہ اس سورۃ میں رحمٰن کی صفت ہے اس لئے میں اس کے پڑھنے سے محبت کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے''۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب فضائل القرآن کے باب فضل قراءۃ المعوذتین میں ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آج رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی کبھی نہیں دیکھی گئیں اور وہ آیتیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (سورہ فلق) اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (سورہ ناس) ہیں۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب فضائل القرآن کے باب ماجاء فی المعوذتین میں ہے۔

❁ صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر فضائل القرآن کے باب فضل المعوذات میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو آپ سورۂ الفلق اور سورۂ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے، جب آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو میں انہیں آپ پر پڑھتی اور ان کی برکت کی اُمید رکھتے ہوئے اپنا ہاتھ پھیرا کرتی۔

اس سے اگلی حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رات کو جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر آرام فرما ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے ان پر سورۂ اخلاص، سورۂ الفلق اور سورۂ الناس پڑھ کر دم کرتے، پھر انہیں اپنے سارے جسم اطہر پر پھیرتے جہاں تک ہو سکتا۔ آپ اپنے سر اقدس اور چہرۂ مبارک سے ابتداء فرماتے اور جسمِ انور کے سامنے کے حصے پر۔ غرض تین مرتبہ ایسا ہی کرتے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن کی پہلی فصل میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے باب دَفْنِ الْمَیِّتِ کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے فرمایا'' جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو تو اس کو زیادہ دیر نہ روکو اور جلد اس کو دفن کر دو اور میت کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائنتی سورہ بقرہ کی آخری آیات کی تلاوت کرو۔

بیہقی نے شعب الایمان جلد ۷، ص ۱۶ برقم (۹۲۹۴) میں نقل کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

یہ حدیث کئی اسناد سے مروی ہے۔

مناظرِ اسلام علامہ محمد عباس رضوی مدظلہ العالی نے میت کیلئے قرآن خوانی کے موضوع پر ایک جامع کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کتاب ''القول المنصور فی القرأۃ علی القبور'' (تلاوت قرآن برائے ایصالِ ثواب) کے صفحہ نمبر ۲۳ میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ روایت کم از کم حسن درجہ کی ہے اور اس حدیث کی تصحیح کی تائید میں درج ذیل دو احادیث صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی ہیں۔

حضرت اللحاج رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا'' اے میرے بیٹے! جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے تم لحد میں رکھنے لگو تو کہنا:

بسم اللہ و علی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور پھر مجھ پر مٹی ڈال دینا اور بعد میں میرے سرہانے سورۃ البقرۃ کا پہلا رکوع (اور پاؤں کی طرف) اس کا آخری رکوع تلاوت کرنا کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ اسی طرح فرماتے تھے' اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم مجھے

قبر میں داخل اور لحد میں رکھو تو کہنا:

بسم اللہ و علی سنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور مجھ پر مٹی ڈال کر برابر کر دو تو میرے سر کے پاس سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ اور اس کا آخری حصہ پڑھنا کیونکہ میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ اس کو اچھا جانتے تھے"۔

اس حدیث کے تمام رواۃ ثقات میں سے ہیں۔

محقق العصر علامہ محمد عباس نے آگے اس کے تمام رواۃ کی ثقاہت ثابت کی ہے۔

پہلے راوی' حضرت یحییٰ بن معین:

یہ امیر المومنین فی الجرح والتعدیل' امام الحدیث ہیں' ان کی ثقاہت میں شک کرنا اپنے آپ کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔

دوسرے راوی' مبشر بن اسماعیل الحلبی:

یہ بھی زبردست ثقہ ہیں۔

امام عثمان بن سعید الدارمی حضرت امام یحییٰ بن معین سے نقل فرماتے ہیں:

سألته عن مبشر بن اسماعیل؟ فقال ثقة

(تاریخ عثمان بن سعید، ص ۲۰۵، برقم ۷۶۰)

امام ابوداؤد صاحب السنن فرماتے ہیں:

سمعت احمد بن حنبل قیل له	میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
مبشر بن اسماعیل الحلبی: قال:	سے سنا ان سے مبشر بن اسماعیل الحلبی کے
قدرایته لم یکن به باس	بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا" میں نے

اس کو دیکھا ہے اس میں کوئی حرج نہیں"۔

(سوالات ابی داؤد للامام احمد بن حنبل ص ۲۷۰، ۲۷۱، برقم ۳۱۲)

امام ابن سعد فرماتے ہیں:

وکان ثقة مامونا — وہ ثقہ اور مامون ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ۷/۴۷۱)

امام ابن حبان نے ثقات (۹/۱۹۳) میں ذکر کیا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: ثقة (الکاشف ۳/۱۰۴ برقم (۵۳۷۲)

امام ذہبی ہی فرماتے ہیں:

تکلم فیه بلاحجة — اس میں بغیر دلیل کے کلام کیا گیا ہے۔

میزان الاعتدال ۳/۳۴۳ برقم (۷۱۵۱)

تیسرے راوی، عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج:

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مقبول من السابعة — یہ مقبول ہے۔

(تقریب التہذیب، ص ۲۰۸)

اور امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو کتاب الثقات ۸/۹۰)

اور اس پر کسی بھی محدث کی کوئی جرح ثابت نہیں ہے۔

چوتھا راوی، العلاء بن اللجلاج:

امام عجلی فرماتے ہیں:

شامی تابعی ثقہ　　　کہ یہ شامی تابعی ہیں اور ثقہ ہیں۔

(تاریخ ثقات ۳۴۳، برقم (۱۱۷۲)

امام ابن حبان نے کتاب الثقات ۵/ ۲۴۵ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ثقہ من الرابعة　　ثقہ ہے۔ (تقریب التہذیب، ص ۲۶۹)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

حضرت امام الحافظ عبدالحق الاشبیلی م ۵۸۲ھ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے حکم فرمایا تھا کہ ان کی قبر کے پاس سورہ بقرہ پڑھی جائے اور حضرت العلاء بن اللجلاج سے بھی اس کی اباحت کی روایت کی گئی ہے۔ (کتاب العاقبۃ، ص ۲۵۵، برقم ۵۷۷)

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

وقد ذکر عن جماعة السلف انهم اوصوا ان يقرأ عند قبورهم وقت الدفن...... یروی ان عبد الله بن عمر امران يقرأ عند قبره سورة البقرة و عن رای ذلک العلاء بن عبدالرحمن.	اسلاف کی ایک جماعت سے ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی قبر پر سورہ بقرہ پڑھنے کی وصیّت کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حکم فرمایا تھا کہ میری قبر کے پاس سورۃ بقرہ پڑھی جائے اور حضرت العلاء بن عبدالرحمن بھی اس خیال کے تھے۔
(کتاب الروح ۱۳، المسئلۃ الاولی)	

مناظرِ اسلام علامہ محمد عباس رضوی مدظلہ العالی آگے یہ حدیث پیش کرتے

ہیں: حضرت علاء بن للجلاج فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت فرمائی کہ اے بیٹا! جب میں انتقال کر جاؤں تو میری لحد تیار کرنا اور جب مجھے میری لحد میں رکھنا تو کہنا:

بسم الله وعلی ملة رسول الله صلی الله علیه وسلم

پھر مجھ پر مٹی ڈالنا' جب قبر مکمل ہو جائے تو میرے سرہانے سورۃ البقرہ کا ابتدائی حصہ و آخری حصہ تلاوت کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا انہوں نے اسی طرح حکم فرمایا تھا۔ (المعجم الکبیر ۱۹/ ۱۹۵ برقم (۴۹۱)

امام ہیثمی فرماتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجاله موثقون

(مجمع الزوائد ۳/۴۴، باب مایقول عند ادخال المیت القبر)

اس روایت کے بھی تمام راوی ثقہ ہیں جیسا کہ حضرت علامہ ہیثمی نے فرمایا: اکثر حضرات کی توثیق تو پچھلی حدیث شریف کے تحت گزر چکی ہے۔

یہ حدیث شریف چونکہ مرفوع ہے تو ثابت ہوا کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حکم ہے کہ قبرستان جا کر قبور کے سرہانے کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا جائز ہے۔

تحقیق رواۃ:

اس حدیث شریف میں مبشر بن اسماعیل سے راوی ہے۔

علی بن بحر یہ راوی زبردست ثقہ ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ابن سعد نے اس کو اہل بصرہ کے آٹھویں طبقہ میں شمار کیا اور کہا کہ میں

نے حضرت امام احمد سے اس سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ''یہ لاباٌ س بہ ہے'' میں نے کہا ثقہ ہے؟ فرمایا ''ہاں'' امام یحییٰ بن معین، ابو حاتم عجلی، دار قطنی نے فرمایا ''ثقہ ہے'' امام حاکم نے کہا ''ثقہ مامون ہے'' ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور ابن قانع نے کہا ثقہ ہے۔ (تہذیب ۷/۲۸۰، برقم ۴۹۴)

اور اس سے روایت کرنے والے امام طبرانی کے تین شیوخ ہیں۔

۱۔ امام الحسین بن اسحاق بن ابراہیم التستری

۲۔ امام ابو اسامہ عبداللہ بن محمد بن اسامہ

۳۔ امام ابراہیم بن دحیم الدمشقی

ان میں سے امام الحسین بن اسحاق بن ابراہیم التستری کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں:

وكان من الحفاظ الرحالة (سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۵۷)

یہ ایسے حفاظ میں سے ہیں کہ جو طلب حدیث کیلئے اسفار کرنے والوں میں مشہور ہیں۔

قاضی محمد بن یعلیٰ فرماتے ہیں:

ذكره ابوبكر الخلال فقال: شيخ جليل...... وكان رجلا مقدماً رايت موسى بن اسحاق القاضى يكرمه و يقدمه.

اس کو امام ابو بکر الخلال نے ذکر کیا اور فرمایا کہ بڑے شیخ ہیں اور یہ حنابلہ میں سے متقدمین میں سے ہیں۔ میں نے قاضی موسیٰ بن اسحاق کو دیکھا کہ ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے

(طبقات الحنابلة ص ۱۰۱، للقاضی ابن ابی یعلیٰ)

یہ راوی بھی ثقہ ہے اور پھر اس کے متابع شیخ ابو اسامہ عبداللہ بن محمد اور ابراہیم

بن دحیم بھی ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ یہ روایت مرفوعاً و موقوفاً دونوں طریقوں سے صحیح و ثابت ہے۔

مناظر اسلام علامہ محمد عباس رضوی نے اس کتاب میں سینکڑوں جید ممتاز علماء کرام کی عبارتوں کے حوالوں سے ثابت کیا کہ قدیم سے تمام اہل سنت و جماعت میت کیلئے قرآنی خوانی کرتے رہے ہیں اور اس کا ثواب فوت شدگان کو پہنچاتے رہے ہیں۔ تفصیلی مطالعہ کیلئے آپ کی کتاب کا مطالعہ کریں۔

کچھ احادیث ضعیف ہیں لیکن قدیم سے علماء کرام اور عام مسلمانوں کا ان پر بھی عمل ہے جیسے:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبروں پر گزرا اور اس نے سورۂ اخلاص کو گیارہ مرتبہ پڑھا پھر اس کا ثواب مُردوں کو بخشا تو اس کو مُردوں کی تعداد کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔

(دارقطنی، درمختار قرأت المیۃ باب الدفن۔ شرح الصدور، ص ۱۳۰)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو کوئی قبرستان میں داخل ہو اور سورہ یٰسین تلاوت کرے تو ان قبرستان والوں سے اللہ تعالیٰ عذاب میں تخفیف فرماتا ہے اور پڑھنے والے کو مُردوں کی تعداد کے مطابق نیکیاں ملیں گی۔ (اخرجہ عبدالعزیز صاحب الخلال بسندہ کذافی شرح الصدور، ص ۴۰۴ و نقلہ القرطبی فی التذکرۃ، ص ۸۰)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص قبرستان جائے پھر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد اور الھاکم

الحکاثر پڑھ کر کہے کہ اے اللہ! جو کچھ میں نے تیرے کلام سے پڑھا ہے اس کا ثواب میں نے ان قبروں والے مومنین اور مومنات کو بخشا تو وہ تمام مُردے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کیلئے سفارش کرتے ہیں۔

اب چند علماء کرام کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی فرماتے ہیں:

وَلَنَا مَا ذَكَرْنَاهُ وَاِنَّهُ اِجْمَاعُ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّهُمْ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ وَ مِصْرٍ يَجْتَمِعُوْنَ يقْرأُوْنَ الْقُرْآنَ وَيُهْدُوْنَ ثَوَابَهُ اِلٰى مَوْتَاهُمْ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ.	اور ہمارے دلائل سے جو کہ ہم نے بیان کئے اور یہ کہ اس پر اجماع ہے کیونکہ ہمیشہ سے ہر دور میں اور ہر شہر میں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے مرنے والوں کو بخشتے ہیں اور اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔

(المغنی مع الشرح الکبر۲/ ۴۲۹ باب قرأۃ القرآن علی المقابر)

۲۔ حضرت قاضی القضاۃ شمس الدین ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی السروجی الحنفی مفتی دیار مصریہ، م ۷۱۰ھ فرماتے ہیں:

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى هٰذَا اَيْضًا اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْتَمِعُوْنَ اَيْضًا فِيْ كُلِّ عَصْرٍ وَ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ وَيُهْدُوْنَ لِمَوْتَاهُمْ وَلَمْ يُنْكِرْهُ مُنْكِرٌ فَكَانَ اِجْمَاعًا.	اور اس پر دلالت یہ چیز کرتی ہے کہ تمام مسلمان ہر زمانے میں اکٹھے ہوتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے وفات والوں کو بخشتے ہیں اور کسی منکر نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہذا یہ اس پر اجماع ہوا۔

(نفحات النسمات فی وصول اہدی الثواب للاموات ص ۵۴، طبع ترکی)

۳۔ علامہ بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری، شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ مَازَالُوْا فِیْ کُلِّ عَصْرٍ	مسلمان ہر زمانے میں قرآن پڑھ کر اس کا
یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ وَیَھْدُوْنَ ثَوَابَہٗ	ثواب (مردوں کو) بخشتے رہے ہیں اور
وَلَا یُنْکِرُ ذٰلِکَ مُنْکِرٌ فَکَانَ	اس کا انکار منکر بھی نہیں کرتا اور اہل سنت
اِجْمَاعًا عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ	وجماعت کا تو اس پر اجماع ہے۔

۴۔ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جمہور فقہاء حکم کردہ اند کہ ثوابِ قرأتِ	کہ تمام فقہاء کرام نے حکم کیا ہے کہ قرآن
قرآن واعتکاف بمیت میرسد و بہ قال	مجید پڑھنے اور اعتکاف کرنے کا ثواب
ابوحنیفہ و مالک واحمد وحافظ شمس الدینؒ	میت کو پہنچتا ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک و
بن عبدالواحد گفتہ اند کہ از قدیم در شہر	امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں اور حافظ شمس
مسلمانان جمع می شوند و برائے اموات	الدین بن عبدالواحد نے فرمایا ہے کہ مسلمان
قرآن مجید می خوانند پس اجماع شد۔	قدیم سے شہر میں جمع ہو کر مُردوں کیلئے قرآن
(تذکرۃ الموتیٰ والقبور)	خوانی کرتے ہیں۔ پس اس پر اجماع ہے

۵۔ شیخ المحدثین حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین و	ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت اور ان کی
امداد ایشاں بایصال ثواب وتلاوت قرآن	قبروں سے برکت حاصل کرنا اور ایصالِ
ودعائے خیر و تقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن	ثواب، تلاوتِ قرآن، دُعاءِ خیر، تقسیمِ طعام و

وخوب است باجماع علماء (فتاویٰ عزیزی)	شیرینی سے ان کی مدد کرنا بہت ہی بہتر اور خوب ہے اور اس پر علمائے اُمّت کا اجماع ہے

۶۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِذَا دَخَلْتُمُ الْمَقَابِرَ فَاقْرَءُوْا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَاجْعَلُوْا ذٰلِكَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ فَاِنَّهٗ يَصِلُ اِلَيْهِمْ	کہ جب تم مقابر یعنی قبرستان جاؤ تو سورہ فاتحہ اور معوذتین اور سورۂ اخلاص پڑھو اور ان کا ثواب اہل مقابر کو پہنچاؤ کیونکہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔

(شرح الصدور، ص ۱۳۰، طبقات الحنابلہ، ص ۱۹۶)

۷۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يُسْتَحَبُّ لِزَائِرِ الْقُبُوْرِ اَنْ يَّقْرَأَ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ وَيَدْعُوْلَهُمْ عَقِبَهَا نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ الْاَصْحَابُ وَزَادَفِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَاِنْ خَتَمُوا الْقُرْآنَ عَلَى الْقَبْرِ كَانَ اَفْضَلُ (شرح الصدور، ص ۱۳۰)	زائر قبور کیلئے مستحب یہ ہے کہ جتنا اس سے ہو سکے قرآن پڑھے اور اہلِ قبور کیلئے دعا کرے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر نص پیش کی ہے اور تمام شافعی حضرات اس پر متفق ہیں اور اگر قبر پر قرآن شریف ختم کیا جائے تو اور بھی افضل ہے۔

۸۔ حضرت امام ابن حلال مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْ اَفْتٰى بِهٖ ابْنُ رُشْدٍ وَذَهَبَ اِلَيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَئِمَّتِنَا بِالْاَنْدَلُسِ اَنَّ الْمَيِّتَ يَنْتَفِعُ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ	وہ جو امام ابنِ رُشد مالکی نے فتویٰ دیا اُسی طرف ہمارے اندلس کے علماء کی اکثریت ہے کہ میّت قراءۃ قرآن سے نفع حاصل کرتی

وَيَصِلُ اِلَيْهِ نَفْعُهُ وَ يَحْصُلُ لَهُ اَجْرُهُ اِذَا وَهَبَ الْقَارِئُ ثَوَابَهُ لَهُ وَ بِهٖ جَرٰی عَمَلُ الْمُسْلِمِيْنَ شَرْقًا وَ غَرْبًا وَ وَافَقُوْا عَلٰی ذٰلِکَ وِفَاقًا وَ اسْتَمَرَّ عَلَيْهِ الْاَمْرُ مُنْذُ اَزْمِنَةٍ سَالِفَةٍ.	ہے اور اس کو نفع پہنچتا ہے اور پڑھنے والا اس کو ثواب ہدیہ کرے تو اس اجر سے اس کو نفع حاصل ہوتا ہے اور مشرق و مغرب میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے اور اس پر تمام کا اتفاق ہے اور صدیوں سے مستقل طور پر مسلمان اس پر عمل پیرا ہیں یعنی قرآن پڑھ کر مرنے والوں کو بخشنے کے عمل پر تمام مسلمان متفق ہیں اور صدیوں سے یہ کام استمرار کے ساتھ ہو رہا ہے۔
(کتاب النوازل لابن ھلال اسعاف المسلمین والمسلمات للشیخ محمد العربی بن التبانی مکی، ص ۵۸، ۵۹)	

امام ابنِ رُشد مالکی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

وَاِنْ قَرَاَ الرَّجُلُ وَوَهَبَ ثَوَابَ قِرَاءَتِهٖ لِمَيِّتٍ جَازَ ذٰلِکَ وَحَصَلَ لِلْمَيِّتِ اَجْرُهُ وَوَصَلَ اِلَيْهِ نَفْعُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ.	اور کسی شخص نے قرآن پڑھا اور اس کا ثواب میت کو بخشا' یہ جائز ہے اور میت کو اس کا اجر ملے گا اور اس کا نفع حاصل ہوگا۔ انشاءاللہ۔

(فتاویٰ ابن رشد ۳/۱۴۴۲، مسئلہ نمبر ۵۲۸)

۹۔ حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰی هٰذَا اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْتَمِعُوْنَ فِیْ كُلِّ عَصْرٍ وَ زَمَانٍ وَ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيُهْدُوْنَ	اور اس قرآن کی قراۃ کے (ایصال ثواب) کے جواز پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ مسلمان ہر زمانے میں ہمیشہ اکٹھے ہوتے

ثَوَابَهُ لِمَوْتَاهُمْ وَعَلٰى هٰذَا اَهْلُ الصَّلَاحِ وَالدِّيَانَةِ مِنْ كُلِّ مَذْهَبٍ عَنِ الْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ وَلَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ مُنْكِرٌ فَكَانَ اِجْمَاعًا...... خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ......

(البنایہ شرح الہدایہ ۱/۱۶۱۲ کتاب الحج عن الغیر)

ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے فوت شدگان کو ہدیہ کرتے ہیں اور یہ تمام متقی اور پرہیز گار اور اہل صلاح و دیانت لوگ ہر مذہب کے ہیں، مالکیہ اور شوافع وغیرھم میں سے ہیں اور کسی منکر نے اس کا انکار نہیں کیا۔ (یہ بات وہابیہ کی پیدائش سے پہلے کی ہے) پس یہ اجماع ہوا......اس پر معتزلہ کو اختلاف ہے۔

۱۰۔ حضرت علامہ امام حافظ عبدالغنی مقدسی فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْ رَاَيْنَاهُ فِيْ اَمْصَارِ الْاِسْلَامِ شَاهَدْنَاهُمْ حَيْثُ يَمُوْتُوْنَ اَوْ يَمُوْتُ الْمَيِّتُ مِنْهُمْ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ عِنْدَهُ قَبْلَ دَفْنِهٖ وَعَلٰى قَبْرِهٖ اِذَا دُفِنَ وَيَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ وَيَحْرِصُوْنَ عَلَيْهِ وَمَنْ قَدَرَ عَلٰى ذٰلِكَ بِنَفْسِهٖ فَعَلَهٗ وَاِلَّا اسْتَعَانَ بِمَنْ يُمْكِنُهُ الْاِسْتِعَانَةُ بِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ... مِنْهُمْ مَنْ يَقْرَاُ الْقُرْآنَ عَلٰى قَبْرِ قَرِيْبِهٖ رَاجِيْنَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ

اور وہ جو ہم نے مسلم ممالک کے شہروں میں دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ جب وہ فوت ہوتے یا ان میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو وہ سب لوگ اس کے پاس قبل از دفن اور اس کی قبر پر بعد از دفن قرآن پڑھتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں اور اس کو خوب پسند کرتے ہیں، تو جو خود اس پر قدرت رکھتا ہے خود عمل کرتا ہے ورنہ دوسروں سے مدد لیتا ہے یعنی لوگوں (ہمسایوں اور رشتہ داروں) کو اکٹھا کرتا ہے اور انہیں میں سے وہ لوگ ہیں جو کہ

ذٰلِکَ الْمَثُوْبَۃِ وَالْاِحْسَانِ بَلْ یُحِبُّوْنَہٗ وَیَسْتَحِبُّوْنَہٗ وَاللّٰہُ اَکْرَمُ مِنْ اَنْ یَّتَرَدَّدَ قَصْدَھُمْ اَوْ یُخِیْبَ ظَنَّھُمْ اَوْ یَمْنَعَھُمْ، طَلَبَھُمْ (مرشد الزوار الی القبور الابرار ۱/ ۳۸)	قریبی قبر پر قرآن پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس عمل کے ثواب اور احسان کی امید رکھتے ہیں اور اس عمل کو پسند کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ان کے ارادے کو اور اُمید کو رد کردے یا ان کے حُسنِ ظن کو ٹھکرادے یا ان کی طلب کو منع کردے۔

۱۱۔ علامہ ابن تیمیہ موسس اوّل مذہب وہابیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لٰکِنْ اِذَا تُصُدِّقَ عَنِ الْمَیِّتِ عَلٰی مَن یُقْرَأُ الْقُرْآنُ اَوْ غَیْرِھِمْ یَنْفَعُہٗ ذٰلِکَ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِیْنَ کَذَالِکَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ مُحْتَسِبًا وَاَھْدَاہُ اِلَی الْمَیِّتِ نَفَعَہٗ ذٰلِکَ. (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۴/۳۰۰)	لیکن جب میت کی طرف سے وہ صدقہ کہ جس پر قرآن پڑھا گیا ہے تو وہ پس میت کو نفع دیتا ہے' اس میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ایسے ہی جس نے قرآن ثواب کی نیت سے پڑھا اور اس کا ثواب میت کو بخشا تو وہ اس کو فائدہ دے گا۔

تو ثابت ہوا کہ تمام اُمت کا یہی عمل ہے اور مسلمانوں میں اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ اگرچہ چند غیر مقلد نجدی اس کے مخالف بھی ہوں تو اجماعِ اُمت میں ان کا اختلاف کچھ حیثیت نہیں رکھتا جیسا کہ مختلف محدثین وفقہاء نے بیان فرمایا ہے۔

۱۔ امام زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسن العراقی م ۸۰۶ھ فرماتے ہیں:

وَقَدْ اَحْسَنَ الْقَاضِیْ اَبُوْبَکْرٍ حَیْثُ قَالَ اِنَّ اَھْلَ الظَّاھِرِ لَیْسُوْا مِنَ الْعُلَمَاءِ وَلَا مِنَ الْفُقَھَاءِ فَلَا یُعْتَدُّ بِخِلَافِھِمْ بَلْ ھُمْ مِنْ جُمْلَةِ الْعَوَامِ (طرح التثریب فی شرح التقریب للحافظ العراقی ۲/ ۳۸، باب ما یفسد الماء وما لا یفسده)	اور بہترین قول اس سلسلہ میں قاضی ابوبکر کا ہے کہ اھل ظاہر (غیر مقلدین) علماء اور فقہاء میں شمار نہیں ہوتے اور ان کا اجماع وغیرہ میں اختلاف کرنا کسی شمار میں نہیں آئے گا بلکہ وہ تو عوام اور جہال میں شامل ہیں۔

۲۔ حضرت امام بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں:

قَالَ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ اَلْمُحَقِّقُوْنَ لَا یُقِیْمُوْنَ لِخِلَافِ الظَّاھِرِیَّةِ وَزْنًا...... وَنَقَلَ ابْنُ الصَّلَاحِ عَنِ الْاُسْتَاذِ اَبِیْ مَنْصُوْرٍ اَنَّهٗ حَکٰی عَنِ ابْنِ اَبِیْ ھُرَیْرَةِ وَغَیْرِهٖ اَنَّھُمْ لَا یُعْتَدُّ بِخِلَافِھِمْ...... (البحر المحیط فی اصول الفقه للزرکشی ۴/ ۴۷۲)	امام الحرمین نے فرمایا "محققین، غیر مقلدین (ظاہریہ) کے اجماع کی مخالفت میں کوئی وزن نہیں سمجھتے ...... اور امام ابن الصلاح نے استاذ ابومنصور سے نقل فرمایا اور وہ امام ابن ابی ہریرہ وغیرہ سے حکایت فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین کا اجماع کے انکار میں کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ حضرت امام ابوبکر الرازی الحنفی، م ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

وَاَمْثَالُ ھٰؤُلَاءِ لَا یُعْتَدُّ بِخِلَافِھِمْ وَلَا یُؤْنَسُ بِوِفَاقِھِمْ. (الفصول فی الاصول ۲/ ۱۲۵)	اور ان (غیر مقلدین) کی مثل لوگوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی موافقت فائدہ مند ہے۔

اگر چہ غیر مقلدین کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں لیکن پھر بھی چند غیر مقلدین کے حوالے پیش کر دیئے جاتے ہیں تا کہ موجودہ اختلاف کرنے والے غیر مقلدین غور فرمائیں کہ وہ اختلاف کر کے اپنے بڑوں کو بھی طعن وتنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

ا۔ علامہ وحید الزمان حیدر آبادی نے لکھا ہے:

اہل سنت کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ مرنے والے زندوں کے اعمال سے دو امروں میں نفع حاصل کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ میت اپنی زندگی میں اس کا سبب بنی اور دوسرے مسلمانوں کی دعائیں اور ان کیلئے استغفار اور صدقہ، حج وغیرہ اور ہمارے اصحاب (غیر مقلدین) نے عبادات بدنیہ کے ثواب میں اختلاف کیا ہے جیسا کہ قرأۃ قرآن وغیرہ اور محققین اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ ہر عبادت مثل ختم قرآن اور عبادات مالیہ صدقہ کا ثواب ان (مردوں) کو پہنچتا ہے...... تمام ثواب بخشیں یا آدھا یا چاہے چوتھا حصہ جیسے چاہے کرے، اس پر امام احمد نے نص قائم فرمائی ہے۔

ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا کہ قرأۃ قرآن اور اس کا ثواب میت کیلئے نفلی طور پر بغیر اُجرت کے ہو تو پہنچتا ہے اور یہ اگر چہ اسلاف میں معروف نہیں لیکن دلیل اس کی تائید و تقاضا کرتی ہے کیونکہ جب حج و روزہ اور دعا و استغفار اور صدقہ کا ثواب صحیح احادیث کی نصوص کے مطابق پہنچتا ہے تو قرآن کی تلاوت کے ثواب پہنچنے سے کون سی چیز مانع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس بات سے اس قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو ہمارے اصحاب میں سے اسماعیل دہلوی نے کہا کہ عبادات بدنیہ کا ثواب ایصالِ ثواب بدعت ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں: ہدیۃ المہدی (عربی) ص ۱۰۷)

۲۔ مولوی محمد ابوالحسن غیر مقلد مصنف ''ظفر المبین'' حصہ دوم نے لکھا ہے:

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ قبر کے نزدیک قرآن پڑھنا مستحب ہے' واسطے اس حدیث کے کہ آپ نے ایک کھجور کی چھڑی تازہ چیر کر گاڑی اس واسطے کہ جب چھڑی کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی اُمید ہے تو پھر قبر کے پاس قرآن پڑھنے سے بطریقِ اولیٰ اُمید ہے۔ (فقہ محمدیہ کلاں ۱/۲۰۳)

۳۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:

سوال: گھر یا قبرستان میں قرآن خوانی سے میت کو ایصالِ ثواب ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مرقومہ میں بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ۲/۳۳، کتاب الجنائز باب ششم)

مزید لکھا ہے:

سوال: میت کو ثواب رسانی کی غرض سے قرآن خوانی سے میت کو ایصالِ ثواب ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بہ نیّت نیک جائز ہے اگرچہ بہ ہیئت کذائی سُنّت سے ثابت نہیں' میت کے حق میں سب سے مفیدتر اور قطعی ثبوت کا طریق استغفار ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۲/۵۱)۔

۴۔ مولوی محمد صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے:

میت کو دفن کر کے ایک شخص قبر کے سر کی طرف کھڑا ہو جائے اور ایک شخص پاؤں کی طرف' سرہانے والا سورۃ بقر کی شروع الم سے مفلحون تک پڑھے اور پائنتی والا اس سورۃ کا اخیر آمن الرسول سے فانصر نا علی القوم الکافرین تک

پڑھے۔(مشکوٰۃ شریف)

(نماز جنازہ صفحہ ۴۵،۴۴، از صادق سیالکوٹی، نعمانی کتب خانہ لاہور)

ابن تیمیہ کی قبر پر قرآن خوانی

حضرت امام ناصر الدین الدمشقی م ۸۴۲ھ حضرت علامہ برزالی و ابن کثیر و امام علامہ عینی حنفی سے نقل فرماتے ہیں:

"قَالَ الْعَیْنِیُّ: وَامْتَدَّ الْخَلْقُ اِلٰی مَقَابِرِ الصُّوْفِیَّۃِ وَخَتَمُوْا عَلٰی قبرہ ختمات و بات اصحابہ علی قَبْرِہٖ لَیَالِیَ عَدِیْدَۃً...... وَقَالَ الْبرزالی: وَحَضَرَ جَمْعٌ کَثِیْرٌ اِلَی الْقَلْعَۃِ فَاَذِنَ لَھُمْ فِی الدُّخُوْلِ وَجَلَسَ جَمَاعَۃٌ عِنْدَہٗ قَبْلَ الْغُسْلِ وَقَرَاُوْا الْقُرْآنَ وَتَبَرَّکُوْا بِرُؤْیَتِہٖ وَتَقْبِیْلِہٖ ثُمَّ انْصَرَفُوْا...... وَقَالَ ابن کثیر: وَتَرَدَّدَ شَیْخُنَا الْاِمَامُ الْعَالِمُ الْعَلَّامَۃُ بُرْہَانُ الدِّیْنَ الْفَزَارِیُّ اِلٰی قَبْرِہٖ فِی الْاَیَّامِ الثَّلَاثَۃِ، وَکَذٰلِکَ جَمَاعَۃٌ مِنْ عُلَمَاءِ الشَّافِعِیَّۃِ

امام عینی نے فرمایا" اور مخلوق مقبرہ صوفیہ کی طرف اُمڈ آئی اور ابن تیمیہ کی قبر پر ختمات قرآن کئے اور اس کے اصحاب نے قبر پر کئی راتیں گذاریں، برزالی نے کہا: بہت سارے لوگوں کا جم غفیر قلعہ کی طرف آیا تو ان کیلئے قلعے کے دروازے کھول دیئے گئے تو ایک جماعت غسل سے قبل اس کے پاس بیٹھ گئی اور قرآن کی تلاوت کرنے لگی اور اس کی زیارت سے تبرک حاصل کرتے اور چومتے، پھر لوٹ گئے، ابن کثیر نے کہا: ہمارے شیخ برہان الدین الفزاری تین دن تک ابن تیمیہ کی قبر پر لگا تار جاتے رہے، ایسے ہی دیگر علماء شوافع بھی اور برہان

وَكَانَ بُرْهَانُ الدِّيْنِ الْفَزَارِيُّ يَأْتِيْ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارِهٖ وَعَلَيْهِ الْجَلَالَةُ وَالْوَقَارُ وَعَمِلَتْ لَهٗ خَتَمَاتٌ كَثِيْرَةٌ

الدین گدھے پر سوار ہو کر آتے اور ان کے چہرے پر جلال و وقار ہوتا اور قبر پر قرآن کی تلاوت کرتے، حتیٰ کہ انہوں نے بہت سارے قرآن پاک ختم کیئے۔

(الردالوافر للناصر الدین الدمشقی ص ۱۲۶، ۲۱۹، ۲۶۶)

مناظر اسلام علامہ محمد عباس مذکورہ بالا عبارت کو رقم کر کے لکھتے ہیں:

قارئین کرام! یہ بات نقل فرمانے والے اپنے وقت کے محدث، مفسر و مؤرخ ہیں اور ان کی امامت وثقاہت وہابیوں میں کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ وہ نقل کر رہے ہیں کہ ابن تیمیہ کی قبر پر کئی قرآن پاک ختم کیئے گئے۔ اگر یہ بدعت ہوتی تو ابن تیمیہ کے شاگرد ابن کثیر، ابن القیم، ابن الھادی، البرزالی وغیرہم اس کا رد کرتے لیکن یہ تمام لوگ تو اس بات کو ابن تیمیہ کے مناقب اور خوبیوں میں شمار کر رہے ہیں حالانکہ اس کی بدعات پر علماء کی ایک پوری جماعت شاہد ہے۔

آخر میں دیوبندیوں کے ختم قرآن، تلاوت قرآن کے چند حوالہ جات مناظرِ اسلام علامہ ارشد القادری کی کتاب "تعزیراتِ قلم" سے پیش کرتے ہیں۔

- مولوی اصغر حسین صاحب دیوبندی اپنی کتاب "حیاتِ شیخ الہند" میں مولانا محمود الحسن دیوبندی کے انتقال پر ان کیلئے ایصالِ ثواب کی مجالس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دفن سے اگلے روز (یعنی دوسرے دن) پنجشنبہ کو دارالعلوم میں طلبہ و علماء جمع ہوئے، نہایت شوق اور خلوص سے ایک لاکھ پچیس ہزار کلمہ شریف کا ختم تین بار ہوا اور

بالترتیب قرآن مجید پچیس پڑھے گئے"۔(حیاتِ شیخ الہند، ص ۱۵۶)

اس کے بعد چہارم کی تقریب ملاحظہ فرمائیں:

"یکشنبہ کو جامع مسجد میں بعد نماز صبح شہر کے تمام مسلمان اور دارالعلوم کے تمام طلبہ و مدرسین و متعلقین جمع ہوئے، اکثر لوگ قرآن شریف پڑھتے رہے اور کچھ کلمہ طیبہ۔ اس طرح باقاعدہ ترتیب وار بیس (۲۰) قرآن ختم ہوئے"۔(حیات شیخ الہند ص ۱۵۶)

شیخ دیوبند مولانا حسین احمد صاحب کی موت پر ان کے ایصالِ ثواب کا تذکرہ کرتے ہوئے مولوی فخرالحسن دیوبندی مدرس دارالعلوم دیوبند اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"تین روز تک مسلسل قرآن خوانی، تسبیح و تہلیل اور ایصالِ ثواب ہوتا رہا، اسباق بند رہے، اساتذہ، طلبہ اور جملہ کارکنان دارالعلوم دیوبند اسی مشغلہ پاک سے دل بہلاتے رہے"۔(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر، ص ۱۵۸)

ذرا اہل انصاف غور فرمائیں! کہ اپنے مولانا کے ایصالِ ثواب کیلئے جس مشغلہ کو پاک کہا جا رہا ہے اسی کو عام اموات المسلمین کیلئے ناپاک کہتے کہتے علماء دیوبند کی زبانیں خشک ہو گئیں اور لکھتے لکھتے قلم گھس گئے۔ تین روز تک مسلسل قرآن خوانی، تسبیح و تہلیل، اسباق کی بندش، دینی تعلیم، کاروبار کا تعطّل اور تعیّنِ وقت کے ساتھ اجتماع، ان سارے امور کی کوئی مثال عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں ملتی ہو تو اس کی نشاندہی فرمائی جائے اور اگر زمانہ خیرالقرون میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں تو یہ الزام قبول کیا جائے کہ آپ حضرات کے یہاں شریعت دو طرح کی ہے، ایک دوسروں کیلئے ہے اور ایک اپنے لئے ہے"۔

جمعیۃ العلمائے دہلی کے جنرل سیکرٹری مولوی حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

کی وفات پر دیوبندی حلقوں نے ایصالِ ثواب کیلئے جن رسوماتی سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا' ان کا مختصر خاکہ ملاحظہ فرمایئے۔

سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند کی رپورٹ پڑھیئے:

''دارالعلوم میں فوراً ایصالِ ثواب کیلئے کلمہ طیبہ کے ختم کا اعلان کردیا گیا' جس میں دارالعلوم کے تمام طلبہ' اساتذہ اور کارکنوں نے شرکت کی''۔

(اخبار سیاست جدید کانپور)

مولوی منت اللہ رحمانی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے بھی ان کے ایصالِ ثواب کیلئے جو اپیل شائع کی تھی' اس کا یہ حصہ پڑھنے کے قابل ہے:

''حضرت مولانا (حفظ الرحمٰن) کیلئے ختم قرآن' ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کا مسلمان پورا پورا بندوبست کریں''۔ (اخبار آزاد ہند کلکتہ)

سُنّی عوام کو بدعتی کا طعنہ دینے والے ایک بار پھر مذکورہ بالا اقتباسات پڑھ جائیں اور ذرا غور فرمائیں کہ مولانا محمود الحسن سے لے کر مولوی حفظ الرحمٰن تک اپنے مُردوں کے ایصالِ ثواب کیلئے جن رسومات کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے' ان میں رائج شدہ کون سی بدعت ہے جو باقی رہ گئی ہے۔ اجتماعِ مسلمین' اہتمام و تداعی' تعینِ یوم' تخصیصِ وقت' تسبیح و تہلیل اور قرآن خوانی وغیرہ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ دینی معاملات میں اپنے اور بیگانے کا امتیاز کیوں برتا جاتا ہے؟ اس مقام پر مجھے یہ کہنے کی اجازت دی جائے کہ جب حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے تو صرف ذہنی تفریح اور دماغی عیاشی کیلئے اُمت میں فساد پھیلانے کا مشغلہ اب مفتیان دیوبند کو ترک کردینا چاہیئے۔

میت کیلئے صدقہ وخیرات کرنا

میت کے ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ وخیرات کرنا جائز ہے۔

۱۔ بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب مَوْتِ الْفُجَآءَۃِ بَغْتَۃً میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا کہ میری والدۂ ماجدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ گفتگو کرتیں تو صدقہ دیتیں، اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب ملے گا؟ فرمایا "ہاں"۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الوصایا ما یَسْتَحِبُّ لِمَنْ یتوفی فجاءۃ ان یتصدقوا عنہ...... میں بھی ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الوصیّۃ کے باب وُصُوْلِ ثَوَابِ الصَّدَقَاتِ اِلَی الْمَیِّتِ (میت کو صدقات کا ایصالِ ثواب) میں ہے۔

یہ حدیث مؤطا امام مالک کتاب الرہن کے باب صدقۃ الحی عن المیت میں بھی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب الوصایا کے باب اِذَا مَاتَ الْفُجَاۃَ هَلْ یَسْتَحِبُّ لِاَهْلِهٖ اَنْ یَتَصَدَّقُوْا عَنْهُ میں بھی ہے۔

❁ سنن ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب فِی فَضْلِ سَقْیِ الْمَآءِ میں ہے

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ محترمہ (اُمِّ سعد) کا انتقال ہوگیا ہے۔

فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَآءُ . قَالَ — پس کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا ''پانی''

فَحَفَرَ بِئْراً وَّقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ — پس انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ اُم سعد کی طرف سے۔

اور نسائی شریف (جلد۲، ص۱۳۲) میں ہے:

فَتِلْکَ سِقَایَۃُ سَعْدٍ بِالْمَدِیْنَۃِ — تو ابھی تک مدینہ منورہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کی سبیل ہے۔

فتلک سقایۃ

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فضل الصدقۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ ایصالِ ثواب کے موضوع پر اپنے مشہور و معروف رسالے ''ثواب العبادات'' کے صفحہ نمبر ۲۱ میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بات نہایت ہی قابلِ غور ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی فرمارہے ہیں ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ کہ یہ کنواں سعد کی ماں کیلئے ہے۔ یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنوایا ہے۔ اس سے صراحۃً ثابت ہوا کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ و خیرات کی جائے، اگر اس صدقہ اور خیرات اور نیاز پر مجازی طور پر اس کا نام لیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ یہ سبیل حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کیلئے ہے' یا یہ کھانا' یا یہ نیاز صحابۂ کبار یا اہلِ بیت اطہار' یا غوثِ اعظم' یا خواجہ غریب نواز کیلئے ہے تو ہرگز اس سبیل کا پانی اور وہ کھانا و نیاز وغیرہ حرام نہ ہوگا۔ ورنہ پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ اس کنوئیں کا پانی حرام تھا حالانکہ اس کنوئیں کا پانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد میں

تابعین، تبع تابعین اور اہلِ مدینہ نے پیا۔ کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ ان سب مقدّس حضرات نے حرام پانی پیا؟ معاذ اللہ کوئی مسلمان ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتا، جس کنوئیں کے پانی کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے، اس کنوئیں کا پانی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور صحابہ کرام کے نزدیک حلال وطیّب ہے تو جس سبیل کے پانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کیلئے ہے یا یہ نیاز وغیرہ فلاں مومن کیلئے ہے تو وہ بھی تمام مسلمانوں کے نزدیک حلال وطیب ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الوصیۃ کے باب **وُصُوْلِ ثَوَابِ الصَّدَقَاتِ اِلَی الْمَیِّتِ** میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے والد فوت ہو گئے ہیں، انہوں نے مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا ”ہاں“

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب الوصایا کے باب **فَضْلُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَیِّتِ** میں بھی ہے۔

❁ بخاری شریف کتاب الوصایا کے باب **اَلْاِشْهَادِ فِی الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ** میں ہے۔

عکرمہ مولیٰ ابن عباس، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جو بنی ساعدہ کی برادری سے تھے، جب ان کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا تو یہ ان کے پاس موجود نہ تھے، یہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر

عرض گزار ہوئے ''یارسول اللہ! میری والدہ محترمہ کا میری عدم موجودگی میں انتقال ہوگیا ہے اگر میں ان کی جانب سے کچھ صدقہ خیرات کروں تو کیا انہیں کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟''

ارشاد فرمایا ''ہاں'' عرض گزار ہوئے' تو میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الوصایا کے باب اِذَا وَقَفَ اَرْضًا وَّلَمْ یُبَیِّنِ الْحُدُوْدَ فَھُوَ جَآئِزٌ وَکَذٰلِکَ الصَّدَقَۃُ میں بھی ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث مؤطا امام مالک کتاب الرہن کے باب صَدَقَۃِ الْحَیِّ عَنِ الْمَیِّتِ میں بھی ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الزکوٰۃ کے باب مَا جَآءَ فِی الصَّدَقَۃِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی شریف کتاب الوصایا کے باب فضل الصدقۃ عن المیت میں بھی ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الوصایا کے باب الْوَصِیَّۃِ بِالثُّلُثِ میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تمہاری وفات کے وقت بھی تمہارے تہائی مال کا صدقہ کر دیا ہے تا کہ تمہارے اعمال میں زیادتی ہو۔

اس سے اگلی حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے ابنِ آدم! دو چیزیں ایسی ہیں جس میں میرا کوئی

حصہ نہیں، ایک چیز تو یہ ہے کہ میں نے تیرے مال میں سے تیری موت کے وقت ایک حصہ متعین کیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ تو پاک صاف ہو جائے، دوسرے میرے بندے جب تیرے لئے دعا کریں تو تیرے مرنے کے بعد اس کا ثواب بھی تجھے دیا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم اپنے مردوں کیلئے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں، تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک وہ ضرور ان کو پہنچتا ہے اور وہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی ہدیہ بھیجنے سے خوش ہوتا ہے"۔

(عینی شرح بخاری جلد ۴، ص ۲۴۶، مسند امام احمد، عینی شرح ہدایہ ۱/۱۶۱۱)

یعنی میت کو ہر قسم کی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے چاہے وہ عبادت بدنی ہو یا مالی یا ان دونوں کا مجموعہ۔

۱۔ علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم جلد ۲، ص ۱۴۱ (مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی) میں لکھتے ہیں:

"تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے"۔

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی اکمال اکمال المعلم جلد ۴، ص ۳۴۴ (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ غیر کی طرف سے صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے"

۳۔ علامہ علاؤ الدین علی بن محمد البغدادی صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

اِنَّ الصَّدَقَةَ عَنِ الْمَيِّتِ تَنفَعُ الْمَيِّتَ وَيَصِلُهُ ثَوَابُهَا وَهُوَ اِجْمَاعُ الْعُلَمَاءِ	بلا شک وشبہ میت کی طرف سے صدقہ دینا میت کیلئے مفید و نافع ہے اور اس صدقہ کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

۴۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی الشافعی لکھتے ہیں کہ:

وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ الْاِسْتِغْفَارَ وَالدُّعَاءَ وَالصَّدَقَةَ وَالْحَجَّ وَالْعِتْقَ تَنفَعُ الْمَيِّتَ وَيَصِلُ اِلَيْهِ ثَوَابُهُ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ مُسْتَحَبَّةٌ۔	اس پر اجماع ہے کہ استغفار' دعا' صدقہ' حج اور غلام آزاد کرنا میت کو نفع دیتا ہے اور اس کو اس کا ثواب ملتا ہے اور قبر پر تلاوت کرنا مستحب ہے۔

سوال نمبر۱۲: اگر ورثاء میّت کی مالی حالت اچھی نہ ہو تو کیا وہ قرض لے کر بھی صدقہ وخیرات (ایصالِ ثواب) کر سکتے ہیں؟

جواب: اگر ورثاء کی مالی حالت اچھی نہیں تو انہیں ہر گز مالی صدقات و خیرات نہیں کرنے چاہئیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ درود و وظائف' تلاوت قرآن مجید اور نفلی عبادات سے ایصالِ ثواب کریں۔ قرض لے کر ایصالِ ثواب کرنا ایسے ورثاء کیلئے ٹھیک نہیں' مالی صدقات وخیرات صرف اغنیاء کیلئے ہی مستحسن ہیں' مقروض کیلئے کسی طرح روا نہیں۔

اب میں احادیث سے واضح کرتا ہوں کہ صدقہ کا مفہوم اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا' سخاوت کرنا ہی نہیں یا ان پڑھ لوگوں کے سمجھنے کی طرح اس کا مفہوم صرف یہ نہیں کہ بکرے یا بکری کی کالی سری کسی غریب کو دے دی جائے' کسی دریا میں پھینک دی

جائے یا قبرستان میں پھینک دی جائے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہی صدقہ ادا ہوتا ہے۔

صدقہ کی جامع تعریف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب فَضْلِ الصَّدَقَۃِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت جابر و حذیفہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ہر نیک کام صدقہ ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب بَيَانِ اَنَّ اسْمَ الصَّدَقَةِ يَقَعُ عَلٰى كُلِّ نَوْعٍ مِّنَ الْمَعْرُوْفِ میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الادب کے باب فی المعونة للمسلم میں ہے۔

کیا قرآن پڑھنا نیک کام نہیں ہے؟ کیا كُلُّ مَعْرُوْفٍ میں قرآن خوانی نہیں آتی؟ کیا قرآن پاک پڑھنے سے ثواب نہیں ملتا کہ قرآن خوانی سے ایصالِ ثواب کا انکار کیا جاتا ہے؟

مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب فضل الصدقۃ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تسبیح (سُبْحَانَ اللہ) تکبیر (اَللہُ اَکبر)، تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہ) اور تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ) صدقہ ہیں، اسی طرح نیک بات کی ترغیب اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ بیوی کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کرنا صدقہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! انسان اپنی شہوت کی تکمیل کرتا ہے تو اس میں بھی اس کو اجر ملتا ہے"۔ آپ نے فرمایا "اگر وہ گناہ کی

جگہ اپنی شہوت پوری کرے تو کیا اس کو گناہ نہ ہوگا' اس طرح حلال کام کرنے سے اس کو ثواب کیوں نہ ہوگا؟'' (مسلم شریف)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف میں ہے۔

حقوق زوجیت ادا کرنا تو میاں بیوی کا معاملہ ہے لیکن تسبیح، تکبیر، تحمید اور تہلیل پڑھ کر بھی میت کیلئے صدقہ کیا جا سکتا ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے' جس شخص نے اللہ اکبر کہا' الحمد للہ کہا' لا الہ الا اللہ کہا' سبحان اللہ کہا' استغفر اللہ کہا' لوگوں کے راستے سے کوئی پتھر ہٹایا' کوئی کانٹا یا کوئی ہڈی راستہ سے ہٹائی' نیکی کا حکم دیا یا برائی سے روکا' تو یہ تین سو ساٹھ جوڑوں کی تعداد (کے برابر شکر) ہے اور اس دن وہ اس حال میں چل رہا ہوگا کہ جہنم سے آزاد ہوگا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقۃ کی پہلی فصل میں ہے:

❁ مشکوٰۃ شریف اور صحیح مسلم شریف کے مذکورہ بالا ابواب میں ہی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انسان کے ہر عضو پر جب دن کا سورج طلوع کرتا ہے' صدقہ لازم ہوتا ہے۔ اگر وہ دو انسانوں کے درمیان انصاف کرتا ہے تو وہ صدقہ ہوتا ہے' اگر کسی کو سواری پر

چڑھنے میں مدد دیتا ہے یا اس کا سامان اُٹھا کر دیتا ہے' یہ بھی صدقہ ہے اور اگر کسی سے کلمہ خیر کہتا ہے یہ بھی صدقہ ہے اور نماز کیلئے ہر قدم صدقہ ہے' اسی طرح راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقۃ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے' صحابہ نے عرض کیا اگر یہ کسی سے ممکن نہ ہو تو آپ نے فرمایا "اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے"۔ صحابہ نے عرض کیا' اگر یہ کسی سے ممکن نہ ہو اور نہ کر سکے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی ضرورت مند اور غمگین کی مدد اور تسلی کرے"۔ صحابہ نے عرض کیا اگر کوئی ایسا بھی نہ کر سکے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نیکی کا حکم کرے"۔ صحابہ نے عرض کیا' اگر ایسا نہ کرے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آپ برائی سے رُکا رہے اور یہی اس کیلئے صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ میں ہے۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب ثبوت اجر المتصدق وان وقعت الصدقۃ فی ید فاسق و نحوہٖ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک شخص نے کہا میں آج کی رات صدقہ کروں گا" وہ اپنا صدقہ (نافلہ) لے کر

نکلا اور صدقہ ایک زنا کار عورت کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک شخص نے ایک زانیہ کو صدقہ دے دیا۔ وہ کہنے لگا اے اللہ! تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں (یعنی اگر میرے صدقہ کرنے کی کوئی تعریف نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں) میرا صدقہ زانیہ کو ملا' میں ضرور صدقہ کروں گا' پھر وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی کے ہاتھ میں رکھ دیا' صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات کو ایک غنی کو دیا گیا' اس نے کہا اے اللہ! حمد تیرے ہی لئے ہے میرا صدقہ غنی کو ملا۔ البتہ میں ضرور صدقہ کروں گا۔ وہ پھر اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا' صبح کو لوگ پھر باتیں کرنے لگے کہ ایک چور کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے' میرا صدقہ زانیہ' غنی اور چور کو ملا۔ پھر اس کے پاس ایک آنے والا آیا اور اسے بتایا گیا کہ تیرا صدقہ قبول ہو گیا' جو صدقہ تم نے زانیہ کو دیا تو شاید وہ زنا کاری سے باز آ جائے اور جو صدقہ تم نے غنی کو دیا تھا تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے مال دیا اس سے صدقہ کرنے لگے اور جو صدقہ تم نے چور کو دیا تھا شاید اس وجہ سے وہ چوری سے باز آ جائے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب اذا تصدق علی غنی وھو لایعلم میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ کے باب الانفاق و کراھیۃ الامساک کی تیسری فصل میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب فضل الصدقات کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے فرمایا ''جس نے کسی مسلمان کو لباس پہنایا تو اس کے

جسم پر جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی باقی رہے گا' یہ لباس پہنانے والا حفظ وامن میں رہے گا۔ (احمد، ترمذی)

مشکوۃ شریف کے باب فَضْلِ الصدقات کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب ابوذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' یارسول اللہ! صدقہ میں کیا اجر ملتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''دونا دونا اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس سے زیادہ بھی ہے''۔ (احمد)

صحیح مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب فَضْلِ اِخْفَآءِ الصَّدَقَةِ میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سات لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے سائے تلے ہوں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا''۔

۱۔ امام عادل

۲۔ وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو۔

۳۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے۔

۴۔ وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ملیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں جدا ہوں

۵۔ وہ شخص جسے کوئی مقتدر اور حسین عورت (گناہ کی) دعوت دے اور وہ شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

۶۔ وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو نہ پتہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے؟

۷۔ اور وہ شخص جو تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے

آنسو جاری ہو جائیں۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب الصَّدَقَةِ بِالْيَمِيْنِ میں ہے۔

سوال: صدقہ واجبہ اور صدقہ نافلہ کا فرق بیان کریں؟

جواب: صدقہ واجبہ وہ ہے جو شرع کی طرف سے مالکِ نصاب پر واجب ہو' جیسے زکوٰۃ

یا

صدقہ واجبہ وہ ہے جو انسان نے خود اپنے اوپر واجب کیا ہو جیسے نذر شرعی' اغنیاء اور سادات کو اس کا لینا یا کھانا جائز نہیں۔ اس کا لینا اور کھانا صرف غریبوں اور مسکینوں کو جائز ہے۔

❁ صدقہ نفلی وہ ہے جو انسان پر واجب نہ ہو بلکہ بطور تبرع و احسان ہو' اسے امیر' غریب' مسکین' سادات سب لے اور کھا سکتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب کیلئے جو کھانا کھلایا جاتا ہے اس کا کھانا اغنیاء کو بھی جائز ہے۔ جیسے عام طور پر جو گیارھویں کا ختم حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ایصالِ ثواب کیلئے دلایا جاتا ہے' اس کا کھانا سب کو جائز ہے۔ محافل ایصالِ ثواب میں جو کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے وہ صدقہ واجبہ نہیں۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ کے بَابُ مَنْ لَّا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کھانے کی کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ لانے والے سے دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ' اگر بتایا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ مستحق صحابہ سے

فرماتے، تم کھالو اور خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالتے اور خود بھی صحابہ کے ساتھ تناول فرماتے۔ (متفق علیہ)

عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی محمد نعیمی اشرفی بھاگلپوری اپنی فتاویٰ "حبیب الفتاویٰ" (شبیر برادرز، لاہور) کے صفحہ نمبر ۶۶۶ میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۶۹۸: (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ صدقات نافلہ سادات کرام کی خدمت میں پیش کئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضراتِ سادات کرام اس کو مصرف میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) صدقاتِ کتنے قسم کے ہیں ان میں سے کون سا صدقہ سادات کرام پر حرام ہے؟

الجواب: صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ، نذر شرعی اور عشر اور کفارۂ صوم و یمین و ظہار اور فدیہ صوم و صلوٰۃ و فدیہ جنایت حج اور صدقہ فطر سادات کرام کو دینا جائز نہیں۔ ان کے علاوہ صدقات نافلہ حضرات سادات کرام کو دینا جائز و درست ہے۔

عالمگیری میں ہے:

"بنی ہاشم کو مال زکوٰۃ نہ دیا جائے، وہ آل علی، آل عباس، آل جعفر، آلِ عقیل اور آلِ حارث بن عبدالمطلب ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، یہ حکم صدقات واجبہ میں ہے، جیسے زکوٰۃ، نذر شرعی، عشر اور کفارہ۔ ہاں صدقاتِ نافلہ انہیں دیا جا سکتا ہے، ایسا ہی الکافی میں ہے:

در مختار ص ۶۷ میں ہے۔

(وجازت التطوعات من الصدقات) و غلة (الاوقاف لهم) اى لبنى هاشم

صدقاتِ نافلہ اوراوقاف کا غلہ بنی ہاشم لے سکتے ہیں۔

عالمگیری باب صدقۃ الفطر میں ہے:

وَمَصْرَفُ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ مَا هُوَ مَصْرَفُ الزَّكٰوةِ

صدقہ فطر لینے کا مستحق وہی ہے جو زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اس سے آگے صفحہ نمبر ۶۶۷ کا ایک سوال اوراس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں

مسئلہ ۶۹۹: عام طور پر لوگ صدقہ گندم، ماش، تیل سرسوں وغیرہ کی شکل میں دیتے ہیں، کیا نقد داموں کے ذریعہ بھی دیا جا سکتا ہے؟ اولیٰ واحسن طریقہ صدقہ دینے کا کیا ہے؟

الجواب: صدقات نافلہ میں مطلق اجازت ہے کہ گندم، ماش، روغن تلخ یا کوئی اور اناج یا لباس وطعام اور جو چیز چاہے صدقہ کرے، خواہ نقد دام خیرات کرے اور جتنی مقدار میں چاہے خیرات وصدقہ کرے، کسی چیز کی تعیین شرعاً ضروری نہیں، نہ وزن ومقدار کی پابندی لازم ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ جو چیز زیادہ محبوب ومرغوب ہو وہ صدقہ کرے اور صدقات واجبہ جیسے صدقہ فطر اور صدقہ صوم وصلوٰۃ میں گندم نصف صاع اور جَو ایک صاع دینا ضروری ہے یا نصف صاع گندم کی قیمت یا ایک صاع جَو کی قیمت دینا لازم ہے۔ صدقاتِ واجبہ وصدقہ فطر اپنی اصل وفرع اور میاں بیوی اور بنی ہاشم اور سادات کے علاوہ جو زیادہ ضرورت مند ہو اسی کو دیا جائے اور صدقاتِ نافلہ بغیر استثناء ہر شخص کو دیا جا سکتا ہے، مگر اولیٰ یہ ہے کہ صدقاتِ نافلہ بھی غریب، مسکین، حاجت مند ہی کو دے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

سوال: صدقہ جاریہ سے کیا مراد ہے؟ مثالوں سے وضاحت فرمائیں۔

جواب: صدقہ جاریہ سے مراد یہ ہے کہ مرنے والا مسلمان اپنی زندگی میں کوئی ایسا کام

کر جائے کہ جس کا اجرا سے مرنے کے بعد بھی ملتا رہے۔ مثلاً مسجد و مدرسہ تعمیر کرنا، ہسپتال تعمیر کرنا، دین کی تعلیم دینا، اولاد کو نیک تربیت دینا، کتابیں وقف کرنا، کنواں کھدوانا، نلکا لگوانا وغیرہ۔

❁ صحیح مسلم کتاب الوصیۃ کے باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے''۔

(۱) صدقہ جاریہ (۲) علم نافع

اور (۳) نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہتی ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب فضائل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب ثواب معلم الناس الخیر میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو علم کی بات بتائے گا تو اسے اس پر عمل کرنے والے کا بھی اجر ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف کے اسی باب میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب انتقال کرتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر سات چیزوں کا ثواب اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ اوّل یہ کہ اگر اس نے کسی کو علم دین سکھایا تو اس کو برابر

ثواب ملتا رہے گا جب تک وہ علم دنیا میں جاری رہے گا۔ دوم یہ کہ اس کی نیک اولاد ہو جو اس کے حق میں دُعا کرتی رہے۔ سوم یہ کہ وہ قرآن شریف چھوڑ گیا ہو۔ چہارم یہ کہ اس نے مسجد بنوائی ہو۔ پنجم یہ کہ اس نے مسافروں کے آرام کیلئے مسافر خانہ بنوایا ہو۔ ششم یہ کہ اس نے کنواں یا نہر وغیرہ کھدوائی ہو۔ ہفتم یہ کہ اس نے اپنی زندگی میں صدقہ دیا ہو تو یہ چیزیں جب تک موجود رہیں گی اس کو ثواب ملتا رہے گا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی تیسری فصل میں ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف کے اسی باب میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''سب سے بہترین صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم کی بات سیکھ کر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے''۔

❁ صحیح مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ کے بَابُ بیان ان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص (صدقہ کرے) پاکیزہ مال سے صدقہ کرے' اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کے سوا قبول نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ خواہ وہ ایک کھجور ہو' پھر وہ صدقہ رحمٰن کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ پہاڑ سے زیادہ ہو جاتا ہے' جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب کے بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت اُسَید سَاعِدِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے کہ بنی سَلِمَہ کا ایک آدمی آ کر عرض گزار ہوا "یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کی نیکیوں میں سے کوئی ایسی باقی ہے کہ ان کی وفات کے بعد میں ان کے ساتھ نیکی کر سکوں؟ فرمایا "ہاں' ان کے لئے دعا کرنا' ان کی بخشش مانگنا' ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا' اُن رشتوں کو جوڑنا جو ان کی وجہ سے جُڑتے ہیں اور ان کے دوستوں کی عزت افزائی کرنا۔ (ابوداؤد۔ابن ماجہ)

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اولاد صرف دعا کر کے ہی اپنے والدین کو ایصالِ ثواب نہیں کر سکتی بلکہ مذکورہ بالا کام کر کے بھی اپنے مرحوم والدین کو ایصالِ ثواب کرتی ہے اور ان نیکی اور صلہ رحمی کے کاموں کا بھی ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔

سوال: میّت کو صدقات و خیرات سے ایصالِ ثواب کرنا تو ثابت ہوا' اہل میت کیلئے کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا تو احادیث سے ثابت ہے' کیا اہل میت نے کبھی اپنی میت کے ایصالِ ثواب کیلئے کھانا پکوایا؟ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے دَور میں کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کیا جانا ثابت ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک ایصالِ ثواب کیلئے کھانا پکوانا شرط نہیں ہے لیکن اگر کوئی کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرتا ہے تو اس کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے۔

❁ بخاری شریف کِتَابُ النَّفَقَات کے باب نفقۃِ الْمُعْسِرِ عَلٰی اَھْلِہٖ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں ایک شخص آ کر عرض گزار ہوا کہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کس طرح؟ عرض گزار ہوا کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا۔ فرمایا "ایک غلام آزاد کر دو" عرض کی کہ میرے پاس تو کوئی غلام نہیں فرمایا "تو متواتر دو مہینے کے روزے رکھ لو"۔ عرض کی کہ مجھے اس کی استطاعت نہیں ہے"۔ فرمایا "تو ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلا دو"۔ عرض گزار ہوا کہ مجھے یہ بھی میسر نہیں ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک تھیلا یا ٹوکرا پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے؟ عرض کی حضور میں حاضر ہوں۔ فرمایا "انہیں خیرات کر آؤ"۔ عرض کی: یا رسول اللہ! اپنے سے زیادہ حاجت مند کو دوں پس قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان (مدینہ منورہ میں) ہم سے زیادہ حاجت مند کوئی نہیں ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے اور فرمایا کہ پھر تم ہی اس کے مستحق ہو۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب کے باب ماجاء فی قول الرجل ویلک میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الھبہ میں بھی ہے۔

جس طرح میت کے ایصالِ ثواب کیلئے روزے رکھے جا سکتے ہیں غلام آزاد کیے جا سکتے ہیں اسی طرح میت کے ایصالِ ثواب کیلئے کھانا بھی کھلایا جا سکتا ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کِتَابُ الْبُیُوْعِ کے بَابُ اِحْیَاءِ الْمَوَاتِ وَالشِّرْب کی آخری حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئیں کہ یارسول اللہ! کس کس چیز کا روکنا جائز نہیں؟ فرمایا کہ پانی' نمک اور آگ کا۔ فرمایا کہ میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ! پانی کے متعلق تو ہم جانتے ہیں لیکن نمک اور آگ کی وجہ؟ فرمایا' اے حمیرا! جس نے آگ دی گویا اس نے وہ تمام چیزیں صدقہ دیں جو اس آگ سے پکائی گئیں اور جس نے نمک دیا گویا اس نے وہ تمام چیزیں صدقہ دیں' جن کو اس نمک نے ذائقہ دار بنایا اور جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی ملتا نہ ہو تو اس نے گویا اسے زندہ کیا۔ (ابن ماجہ)

جس طرح پانی' نمک اور آگ صدقہ بن جاتا ہے تو ان سے پکایا ہوا کھانا اگر ایصالِ ثواب کیلئے کھلایا جائے تو کیوں میت کیلئے فائدہ مند نہ ہوگا۔

❁ اسی مفہوم کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَةِ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت بُہَیْسَہ رضی اللہ عنہا اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' یارسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس کو منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ''پانی'' میں نے پھر دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس کو منع کرنا جائز نہیں؟ آپ نے فرمایا ''نمک'' میں نے پھر معلوم کیا' یا نبی اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس کو منع کرنا جائز نہیں؟ تو آپ نے فرمایا ''اَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَّكَ جو عمل خیر بھی تم کرو وہ تمہارے لئے بہتر ہے''۔ (ابوداؤد)

❁ صحیح بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب اِنْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهٖ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ”جس نے کھجور (کھانے کی چیز) کے برابر بھی حلال کمائی سے خیرات کی' اور اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا مگر حلال کمائی سے' تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے دستِ قدرت میں لیتا ہے' پھر خیرات کرنے والے کیلئے اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ نیکی پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

جو کوئی حلال چیز اپنے کیلئے صدقہ و خیرات کی جا سکتی ہے وہ مردے کے ایصالِ ثواب کیلئے بھی کی جا سکتی ہے۔

بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ میں ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ”جہنم سے بچو' خواہ کھجور کا ایک چھلکا دے کر“۔

بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ میں ہے:

مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ”ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملے گی؟ فرمایا کہ جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ انہوں نے چھڑی لے کر انہیں ناپا تو ان میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے' بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے زیادہ صدقہ دینا مراد تھا اور ہم میں سب سے پہلے وہی (حضرت زینب بن جحش) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں کیونکہ انہیں خیرات کرنا بہت محبوب تھا۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ میں بھی ہے۔

اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ غریبوں' مسکینوں اور بھوکوں کو کھانا

بھی کھلاتی ہوں گی۔

❁ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب ''مَنْ اَمَرَ خَادِمَهٗ بِالصَّدَقَةِ ......''
میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے خرچ کرتی ہے جو باعث فساد نہ ہوتو اس کوخرچ کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور اس کے خاوند کو کمانے کا اور خزانچی کیلئے بھی اتنا ہی ثواب ہے۔ان میں سے ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرتا۔

اس حدیث میں تو طعام (کھانے) کا واضح ذکر ہے اور یہ طعام عورت کسی غریب' یتیم' بھوکے کو دیتی ہے تو ثواب ملتا ہے۔

❁ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالیٰ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافاً......'' میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' مسکین وہ نہیں جو ایک دو لقموں کیلئے پھرتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے جو مالدار نہیں لیکن شرماتا ہے (مانگنے سے) اور لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتا۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اس دور میں بھی غریب' مسکین اور بھوکے اشخاص ہوا کرتے تھے اور لوگ ان کو کھانا وغیرہ بھی کھلایا کرتے تھے۔اگر کوئی اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کیلئے کھلاتا ہے تو کیا اس کو ثواب نہیں ملتا؟ ضرور ملتا ہے۔

❁ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب اِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةِ میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں گوشت لایا گیا جو بریرہ کو صدقہ کے طور پر دیا گیا تھا' فرمایا کہ وہ اس کیلئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

یعنی غریب' مسکین کو جو صدقہ ملا اب اس کی ملکیت ہو گیا۔ اگر وہ کسی غنی کو کھانے کیلئے دے تو اس کیلئے وہ صدقہ نہیں ہوگا بلکہ ہدیہ ہوگا جو امیر' غنی بھی کھا سکتا ہے بکری یا بکرے کا گوشت بھی کھانے والی چیز ہے جو چیز صدقہ واجبہ (زکوٰۃ، منت) میں دی جا سکتی ہے وہ صدقہ نافلہ (اپنے یا اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کیلئے) میں بھی دی جا سکتی ہے۔

❁ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ کے باب الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ (صدقہ فطر نماز عید سے پہلے دینا) میں ہے:

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عید الفطر کے روز ایک صاع کھانا نکالا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری خوارک میں جَو' کشمش' پنیر اور کھجوریں ہوا کرتی تھیں۔

جو چیزیں صدقہ' فطر میں دی جا سکتی ہیں وہ ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ نافلہ میں بھی دی جا سکتی ہیں کیونکہ اس دور میں جو خوراک تھی' اس کے مطابق اور اپنی حیثیت کے مطابق جو خوراک کھاتے وہ صدقہ فطر میں نکالتے اس لئے موجودہ دَور میں جو بھی کھانے ہیں ان کا ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ ان کو صدقہ میں دینا جائز ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الصّوم کے بَابُ الْقَضَاءِ کی دوسری فصل میں ہے:

نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جو شخص مرا اور اس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضا ہے تو اس کی

طرف سے ہر دن کے بدلے مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ (ترمذی شریف)

مشکوۃ شریف کتاب الجنائز کے بَابُ عِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ وَ ثَوَابِ الْمَرَضِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں سے فرمائے گا' اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی''۔ بندہ کہے گا خداوند تو رب العالمین ہے' میں تیری کس طرح عیادت کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی' کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا''۔ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ دیا' بندہ کہے گا: خداوندا تو رب العالمین ہے' میں تجھے کس طرح کھانا دیتا؟ رب کریم فرمائے گا'' تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا طلب کیا لیکن تو نے اس کو کھانا نہ کھلایا' کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کا ثواب مجھ سے پاتا''۔

ابنِ آدم میں نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ کہے گا یارب العالمین! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو رب العالمین ہے۔ رب کریم فرمائے گا'' تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اس کو پانی نہ پلایا' کیا تجھے معلوم نہ تھا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو مجھے اس کے قریب پاتا''۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے واضح ہے کہ کھانا کھلانے' پانی پلانے' عیادت کرنے کا کتنا زیادہ اجر و ثواب ہے۔ اگر اہل میت کھانا کھلا کر' پانی پلا کر اس کا اجر و ثواب اپنے مُردہ کو بخشیں تو مُردے کو کتنا زیادہ اجر و ثواب حاصل ہوگا۔

سوال: جو کھانا ایصالِ ثواب کیلئے پکایا گیا ہو کیا اسے صرف فُقَرَاء کو ہی کھلایا جا سکتا ہے یا اَغنِیَاء بھی کھا سکتے ہیں؟ جو کھانا اغنیاء نے کھایا کیا اس کا ثواب بھی میّت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے مصارف احادیث میں بیان کئے گئے ہیں کہ اِن اِن کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

کسی نے کوئی منت یا نذر مانی ہو تو اس کا کھانا صرف مساکین اور فقراء کو دیا جا سکتا ہے۔

لیکن ایصالِ ثواب کا کھانا جو کے پہلے تین روز کے علاوہ ہو تو اسے امیر اور غریب بھی کھا سکتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کیلئے کنواں کھدوایا تو اس کا پانی امیر اور غریب سب پیتے تھے اور ان تمام کے پینے کا ثواب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ملا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جو اپنا مَخرَاف نامی باغ صدقہ کیا تو کیا اس کا پھل صرف فقراء اور مساکین ہی کھا سکتے تھے؟

پاکستان میں رواج ہے کہ میت کے پہلے دوسرے روز جب میت کو دفن کیا جاتا ہے اور جب اس کے ایصالِ ثواب کیلئے محفل کا اہتمام کیا جاتا ہے تو میت کے قریبی رشتہ دار، پڑوسی یا دوست احباب اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ کھانا وغیرہ میت

والوں کی طرف سے نہیں ہوتا اس لئے اس کھانے کو حاضرین بھی کھا سکتے ہیں لیکن اغنیاء کو اس کے کھانے سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ ان کا گھر اسی شہر یا محلہ میں موجود ہوتا ہے۔اس لئے انہیں اپنے گھر جا کے ہی کھانا وغیرہ کھانا چاہیئے اور جو دوسرے شہروں اور دور دراز سے آئے ہوں وہ کھالیں تو کوئی حرج نہیں۔

جو عزیز و اقارب اس کھانے وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں اگر تو نمود و نمائش اور دکھلاوے کیلئے کرتے ہیں تو نیکی برباد گناہ لازم والا معاملہ ہے اور اگر نیک نیّتی سے کرتے ہیں تو اس سے نہ صرف میّت کا بلکہ خود ان کا بھی اُخروی فائدہ ہے۔ہم اس کا اہتمام کرنے والوں کے متعلق اچھا گمان رکھتے ہیں۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب کے باب ما ینھی عنہ من التھاجر والتقاطع و اتباع العورات کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اچھا گمان رکھنا اچھی عبادت کا ایک حصہ ہے۔(احمد،ابوداؤد)

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب کے بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرمائے گا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا"۔(متفق علیہ)

لٰہذا یہ مناسب نہیں کہ دور دراز علاقوں اور شہروں سے آئے ہوئے عزیز و اقارب کو پریشانی میں مبتلا کر دیا جائے۔

سوال: ویسے تو قریبی عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کیلئے مستحب ہے کہ وہ اہلِ میّت کیلئے کھانے کا اہتمام کریں لیکن کن صُورتوں میں اہلِ میّت خود کھانے وغیرہ کا اہتمام کرسکتے ہیں؟

جواب: جب کسی کے ہاں کوئی فوت ہو جاتا ہے تو وہ گھر والے شدید مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں' انہیں اس وقت اپنے کھانے پینے کا کوئی ہوش نہیں ہوتا' لہٰذا اس وقت ان کو کھانا کھلانا چاہیئے اور گھر کے تمام افراد سے فرداً فرداً تعزیت اور اظہار ہمدردی کرنا چاہیئے تاکہ ان کا دھیان اپنی مصیبت سے ہٹ کر دوسری طرف ہو جائے اور انہیں کچھ تسکین حاصل ہو۔

کیونکہ شریعت نے تین دن سوگ کے مقرر کئے ہیں اور تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں مگر عورت کیلئے اپنے خاوند کا سوگ چار مہینے دس دن ہے۔ ان عدّت کے ایام کے بعد وہ عورت بھی کسی دوسرے مرد سے شادی کرسکتی ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف ابواب الجنائز کے باب **ما جاء فی الطعام یبعث الی اهل المیت** میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کیلئے کھانا تیار کرو کیونکہ وہ مصیبت میں مبتلا ہیں۔

 سنن ابن ماجہ شریف کے اس باب کی اگلی حدیث میں ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ جب حضرت جعفر شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ جعفر کی اولاد جعفر کے غم میں مبتلا ہے تم ان کیلئے کھانا تیار کرو۔ عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں یہ طریقہ سنت تھا لیکن جب یہ فخر و مباہات کے طور پر ہونے لگا تو چھوڑ دیا گیا۔

یہ درست ہے کوئی بھی نیک عمل جب فخر و مباہات کے لئے ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا لیکن حضرت عبداللہ بن ابی بکر کا جو قول بیان کیا گیا ہے کہ اس سنت طریقہ کو چھوڑ دیا گیا تو یہ عام مشاہدہ کے مطابق نہیں کیونکہ اب بھی میت والوں کے گھر کھانے کا اہتمام عزیز و اقارب یا دوست احباب کرتے ہیں۔ اگرچہ فخر و مباہات کا پہلو پہلے سے بہت زیادہ نمایاں ہو گیا ہے۔ نمود و نمائش اور دکھلاوا عزت کے نام پر کرنا ضروری ہے ثواب حاصل کرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

اگر اس کا بالکل اہتمام چھوڑ دیا گیا تو پھر اہل میت کے اس مصیبت کے وقت ان کیلئے کھانے وغیرہ کا اہتمام کس طرح ہوتا تھا یا ہونا چاہیئے یہ کسی طرح واضح نہیں ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف کے اس سے اگلے باب مَا جَآءَ فِی النَّھْیِ عَنِ الْاِجْتِمَاعِ اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ وَصُنْعَةِ الطَّعَامِ میں ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ نے فرمایا کہ ہم میت کے گھر جمع ہونا اور کھانا' کھانا ماتم میں داخل سمجھتے تھے۔

بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کیلئے رونے پیٹنے' ماتم کرنے پر سخت شدید وعید فرمائی ہے۔

 بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو رخسار پیٹے' گریبان پھاڑے اور دورِ جاہلیت کی طرح چیخے چلائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

❁ اور بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ میں ہے۔

عمرہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ابن حارثہ' جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ غم زدہ ہو کر بیٹھ گئے اور میں دروازے کی درزوں سے دیکھ رہی تھی۔ ایک آدمی آ کر عرض گزار ہوا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ انہیں منع کر دو' وہ جا کر دوبارہ حاضر بارگاہ ہوا کہ وہ کہنا نہیں مانتی۔ فرمایا کہ انہیں منع کر دو۔ سہ بارہ حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! خدا کی قسم وہ ہم پر غالب آ گئیں' فرمایا کہ ان کے منہ میں مٹی جھونک دو۔

آنکھوں سے آنسو بہیں تو اس کی ممانعت نہیں کیونکہ یہ احادیث سے ثابت ہے۔

❁ بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان بک لمحزونون میں ہے۔

حضرت ثابت سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو یوسف لوہار کے پاس تشریف لے گئے جو حضرت ابراہیم (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر) کی دایا کا شوہر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لے کر بوسہ دیا اور سونگھا۔ اس کے بعد آپ دوبارہ

تشریف لے گئے اور حضرت ابراہیم دم توڑ رہے تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک بہنے لگیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! آپ' فرمایا کہ اے ابن عوف! یہ رحمت ہے۔ پھر دوسری دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک آنکھ بہتی ہے اور دِل مغموم ہے اور ہم نہیں کہتے مگر جو ہمارے رب کو راضی کرے اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں۔

اسی مفہوم کی حدیث مسلم شریف کتاب الفضائل کے باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والحیال و تواصغه ...... میں ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ کے فرمان کے مطابق تو میت کے گھر جمع ہونا بھی ماتم میں داخل ہے اور ماتم کرنے والے کے متعلق وعید ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ کیا تمام لوگ میت کے عزیز و اقارب' اہل محلہ' دوست احباب مطلقاً اہل میت کے گھر نہ جائیں اور جنازگاہ میں صرف جنازہ پڑھیں' دفن تک ساتھ رہیں اور مسجد میں ان سے اظہارِ ہمدردی اور تعزیت کریں چونکہ جمع ہونا تو مطلقاً موجب وعید ٹھہرے گا۔

لیکن چند صورتیں ایسی سامنے آتی ہیں کہ اس قول پر عمل ممکن نہیں اسی طرح کی چند صورتیں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں کہ میّت کے گھر والوں کو خود اپنے لئے اور اپنے دُور دراز سے آئے ہوئے عزیز و اقارب کیلئے کھانے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ جیسے:

جب موت ایسے گھرانے میں ہو جہاں وہی اکیلا گھر ہی مسلمانوں کا گھرانا ہے۔ آس پاس کے ہمسائے غیر مسلم یا بدمذہب ہیں یا مسلمان ہیں مگر غریب ہیں کہ جن کی اپنی گزر اوقات مشکل سے ہوتی ہے۔ ان میں ہمت و استطاعت ہی نہیں کہ اہل میت کو دو وقت کا کھانا دے سکیں یا امیر ہیں مگر دل کے فقیر و بخیل ہیں' اسلامی احکامات

سے ناواقف' بے مروّت و بے حس ہیں تو کیا ان صورتوں میں فقہائے کرام یہ بات پسند کریں گے کہ اہل میت صبح و شام بھوکے رہیں اور ان کے ساتھ ان کے دور دراز سے آئے ہوئے عزیز و اقارب اور چھوٹے بچے بھی بھوکے رہیں (جن کی بھوک لحظہ بہ لحظہ تازہ رہتی ہے) اہل میت ایسی صورت میں کہ اگر پڑوسی اور عزیز و اقارب نہ پکائیں تو اگر وہ ضرورت محسوس کریں تو خود بھی ان کیلئے کھانے وغیرہ کا اہتمام کروا سکتے ہیں' ان کے علاوہ وہ محتاجوں' غریبوں اور دوسرے بھوکوں کیلئے بھی جو وہاں کچھ کھانے کے ملنے کے خیال سے جمع ہو گئے ہیں' کھانا پکوا سکتے ہیں۔

❁ چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

وَاِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اِذَا كَانُوا بَالِغِيْنَ.

فتاویٰ قاضی خاں جلد ۴، ص ۴۰۵)

کہ اہل میت بالغ ہوں اور باہمی صلاح مشورے سے میت کے ترکہ سے فقراء و ضرورت مندوں کو رضائے الٰہی کیلئے پکا کر کھلائیں تو اچھی بات ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اہلِ میّت کا کھانا کھلانا مطلقاً ممنوع نہیں ہے لیکن جو کھانا شہرت' دکھاوے' ریاء اور نمود و نمائش کیلئے ہو وہ ممنوع ہے۔

❁ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید امام حافظ محدّث و فقیہہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (۶۲۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاِنْ دَعَتِ الْحَاجَةُ اِلٰى ذٰلِكَ جَازَ فَاِنَّهُ رُبَّمَا جَاءَهُمْ مَنْ يَحْضُرُ مَيِّتَهُمْ مِنَ الْقُرٰى وَالْاَمَاكِنِ الْبَعِيْدَةِ

اگر اہل میت کو کھانا کھانے کی حاجت ہو تو جائز ہے' بنا سکتے ہیں کیونکہ بسا اوقات ان کے ہاں میت پر بستیوں اور دور دراز

وَ يَبِيْتَ عِنْدَهُمْ وَلَا يُمْكِنُهُمْ إِلَّا أَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ

(المغنی لابن قدامہ، جلد ۲، ص ۵۵۱، ۵۵۰)

کے علاقوں سے ان کے قریبی رشتہ دار و احباب حاضر ہوتے ہیں اور اُن کو ان کے ہاں ٹھہرنا پڑتا ہے اور اہل میت کو اُن کے کھلائے پلائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

لہذا ایسی صورت میں وہ اپنے لئے، اپنے بچوں کیلئے اور دور دراز سے آئے ہوئے عزیز و اقارب کیلئے کھانا پکا سکتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کے باب المعجزات کی تیسری فصل میں ہے:

عاصم بن کُلَیب نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قبر پر کھڑے آپ قبر کھودنے والے کو ہدایات دے رہے تھے کہ اس کے پاؤں کی طرف سے کھلا کرو اُس کے سر کی طرف سے کشادہ کرو

فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِيْ امْرَأَتِهٖ فَأَجَابَ وَنَحْنُ مَعَهُ فَجِيْئَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَأَكَلُوْا. الخ

(رواہ ابوداؤد والبیہقی فی دلائل النبوۃ)

تو جب آپ واپس لوٹے تو میت کی بیوی کا بلانے والا آیا، آپ اس کے ساتھ چل پڑے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، تو کھانا لایا گیا، آپ نے کھانا شروع کیا، پھر قوم نے کھایا۔

چنانچہ اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ اہل میت اگر اپنی مرضی سے کھانا پکانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ خود بھی کھا سکتے ہیں، مہمانوں کو بھی کھلا سکتے ہیں اور خصوصاً تدفین میں شرکت کرنے والوں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔

شارح مشکوۃ علامہ نواب محمد قطب الدین خاں کی مظاہر حق شرح مشکوۃ جس کی تزئین وترتیب جدید' علماء دیوبند کے مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری' فاضل دیوبند نے کی ہے۔اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''حدیث میں جس کھانے کا ذکر ہے وہ دراصل میت کی بیوی نے ایصالِ ثواب کی نیت سے فقراء اور مساکین کو بطور صدقہ کھلانے کیلئے تیار کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ کھانا بطور ہدیہ پیش کیا گیا' اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو ضرورت مند اور مفلس تھے' میت کے گھر اس کھانے پر تشریف لے گئے' علاوہ ازیں بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ جو لوگ تجہیز وتکفین میں شریک ہوں ان کیلئے اہل میت کی طرف سے پیش کئے جانے والے طعام کو کھانا درست ہے۔یہی نہیں بلکہ جو فقہاء طعام مصیبت (مصیبت وغیرہ کے موقع پر تیار کئے گئے کھانے) کو مکروہ لکھتے ہیں۔انہوں نے بھی اس صورت کو مستثنیٰ رکھا ہے۔لہٰذا میت کے گھر کھانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانے کو اس صورت پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ وہ سب تجہیز وتکفین اور تدفین میں شریک تھے' اس لئے میت کی دعوت پر کھانا کھانے چلے گئے............

اس بحث کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث اور فقہی روایتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں''۔(مظاہر حق شرح مشکوۃ،جلد۵،ص۵۵۰،۵۴۹)

ابوداؤد شریف پر علماء دیوبند کے علامہ فخر الحسن دیوبندی کا حاشیہ عربی زبان میں ملاحظہ فرمائے' وہ لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ يَجُوْزُ   اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل میت

لِلْمُصَنِّفِ اَنْ يَتَنَاوَلَ مِنْ بَيْتِ الْمُصَابِ لِمَوْتِ قَرِيْبِهٖ وَ فِيْهِ رَدٌّ عَلٰى مَا اشْتَهَرَ فِيْ زَمَانِنَا هٰذَا عَلٰى اَلْسِنَةِ النَّاسِ.

(التعلیق المحمود حاشیہ ابی داؤد، جلد۲، ص ۱۱۷)

کے گھر سے کھانا جائز ہے اور اس میں اس بات کا بھی ردّ ہے جو ہمارے اس زمانے میں لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے کہ اہل میت کے ہاں کھانا مکروہ ہے۔

سوال: کھانا پکا کر غریبوں، مسکینوں کو کھلا دینے سے ہی اس مُردہ کو ایصالِ ثواب ہو جاتا ہے، جس کیلئے کھانا پکا کر تقسیم کیا، لیکن یہ جو آپ کے ہاں طریقہ ہے کہ پہلے اس کھانے پر قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں، درود شریف پڑھتے ہیں، کیا اس طرح کھانا سامنے رکھ کر تلاوتِ قرآنِ پاک کرنا، درود شریف پڑھنا اور پھر جو کچھ پڑھا گیا، پڑھایا گیا، اہتمام کیا گیا، اس کا ایصالِ ثواب کرنا ضروری ہوتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دَور میں تو اِس طرح ایصالِ ثواب کرنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا پھر آپ کیوں کرتے ہیں؟

جواب: آپ نے پچھلے صفحات میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمایا کہ میّت کیلئے مالی،

بدنی' مرکب ہر طرح کی عبادت کا ایصالِ ثواب اس کے قواعد و ضوابط کے مطابق کیا جا سکتا ہے۔ ہر طرح کی عبادت کیلئے اخلاصِ نیّت ضروری ہے' جتنا کوئی اخلاص کے ساتھ ان عبادات میں سے کوئی عبادت کر کے فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کرے گا' اتنا ہی زیادہ ان کو ثواب پہنچے گا۔

اسلام میں ایصالِ ثواب کرنے کا کوئی مقررہ شدہ طریقہ نہیں ہے کہ نماز' روزہ' حج' قربانی کی طرح اس کے ادا کرنے کا طریقہ شریعت نے مقرر کیا ہوا ہے۔ نماز چار رکعت سے پانچ رکعت ادا نہیں کی جاسکتی کہ ایک رکعت کا زیادہ ثواب حاصل ہو۔

روزہ سحری سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہی رکھا جاتا ہے' یہ نہیں کہ عشاء تک رکھ لیں گے تو زیادہ ثواب مل جائے گا۔

حج مقررہ ایام اور مقررہ طریقہ سے ہی ادا کیا جا سکتا ہے' نہ کہ رمضان یا ربیع الاوّل میں کر لیں کہ بڑے بابرکت مہینے ہیں۔

قربانی کرنے کا طریقہ مقرر ہے یہ نہیں کہ بسم اللہ اللہ اکبر کی جگہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر ذبح کر لیا جائے۔

دعا کھڑے' بیٹھے' لیٹ کر' اونچی آواز سے' دل میں' اکیلے' چند مسلمان اکٹھے ہو کر کسی بھی وقت کر سکتے ہیں۔

درود تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت آپ کی ذاتِ بابرکات پر بھیجتے رہتے ہیں۔ فرشتے جس جس حالت میں ہیں اس حالت میں ہر وقت درود کے گجرے نچھاور کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح کوئی بھی مسلمان فرض عبادات ادا کرنے کے علاوہ تمام دن اور تمام رات کسی بھی وقت درود و سلام آپ کی ذات پر پڑھ سکتا ہے اور اس کیلئے

کوئی خاص طریقہ بھی مقرر نہیں ہے۔ تلاوت قرآن پاک کا بھی یہی مسئلہ ہے' دن رات میں کسی بھی وقت تلاوت قرآن پاک کی جا سکتی ہے۔

اگر آپ دوکان پر بیٹھے قرآن پاک پڑھیں یا سنیں تو کیا اس کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت دینا پڑے گا کہ انہوں نے دوکان پر بیٹھ کر قرآن پاک پڑھا یا سنا۔

اگر آپ ہر روز ہر فرض نماز اور سنتیں' نوافل ادا کرنے کے بعد بیس دفعہ درود شریف' کلمہ شریف یا کوئی اور تسبیح جیسے سبحان اللہ وبحمدہ' سبحان اللہ العظیم پڑھتے ہیں۔ تا کہ تمام اذکار سو سو دفعہ پڑھے جائیں تو کیا آپ اس کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے مانگیں گے اور پڑھنے والے کو اس کا کوئی ثواب نہ ملنے کا فتویٰ جاری کریں گے۔

آپ غریب اور نادار مریضوں کے علاج کیلئے ہسپتال بناتے ہیں۔ اس میں ہر طرح کی ادویات بھی مہیا کرتے ہیں اور ایک ٹرسٹ کے زیر اہتمام اس کا انتظام و انصرام کرتے ہیں اور تمام ممبران اس پر ماہانہ رقم خرچ کرتے ہیں کہ اس کا ثواب ان کے مرحوم والدین کو ملے' کیا آپ ان سے اس کا ثبوت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کرنے کا طلب کریں گے؟ اگر وہ اس کا ثبوت مہیا نہ کر سکیں تو آپ یہ فتویٰ جاری کریں گے کہ اس طرح کوئی ثواب نہیں ملے گا اور نہ ہی ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

ایک شخص ہر ماہ اپنی تنخواہ ملنے پر ایک ہزار روپیہ اپنے محلے کی دو بیوہ خواتین کو دیتا ہے تا کہ اس کا ثواب اس کے مرحوم والدین کو پہنچے تو کیا آپ اس سے اس کا ثبوت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے طلب کریں گے' اگر وہ ثبوت مہیا نہ کر سکے تو اس کیلئے فتویٰ صادر فرمائیں گے کہ اُسے کوئی ثواب نہیں ملے گا اور نہ ہی اس کے مرحوم والدین کو اس کا ثواب پہنچے گا؟

احادیث میں تو یہ ہے کہ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

نیة المومن خیر من عمله

پھر آپ کس طرح اس طریقہ کو خلافِ سُنّت اور بدعت قرار دے سکتے ہیں جو آج کل عام مسلمانوں میں رائج ہے۔ ان کی نیّت تو یہی ہوتی ہے کہ ان کی میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچے' اس طریقہ میں کئی نیک اعمال کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ آپ نے پیچھے ملاحظہ فرمایا کہ تسبیحات پڑھنے کا کتنا زیادہ ثواب ہے۔ قرآن مجید کے ایک ایک حرف پڑھنے پر ثواب ملتا ہے' کلمہ شریف اور سورہ اخلاص کا کتنا زیادہ ثواب ہے۔ صدقہ وخیرات کا کتنا زیادہ ثواب ہے۔ ایک کھجور بھی صدقہ کرنے کا کتنا فائدہ ہے۔ پانی کا صدقہ افضل صدقہ ہے اسی لئے حضرت سعد کو اس کا حکم فرمایا۔ پیاسے کو پانی پلانا اسے زندہ کرنا ہے اور آپ نے یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائی کہ جس نے آگ دی گویا اس نے وہ تمام چیزیں صدقہ دیں جو اس آگ سے پکائی گئیں اور جس نے نمک دیا گویا اس نے وہ تمام چیزیں صدقہ دیں' جن کو اس نمک نے ذائقہ دار بنایا۔

درود شریف کے فضائل اور ثواب پر سینکڑوں احادیث موجود ہیں۔

اگر ان تمام احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا جائے تو موجودہ طریقہ ایصالِ ثواب ان تمام کا جامع نظر آتا ہے۔

آپ کا زیادہ اعتراض اس بات پر ہے کہ کھانا پھل وغیرہ سامنے رکھ کر کیوں

ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ آپ نے پیچھے احادیث میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت سعد نے کنواں بنوا کر اس کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا:

هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ اُمِّ سعد کی طرف سے ہے۔

یعنی جس چیز کا ایصالِ ثواب کیا جا رہا ہے وہ سامنے ہے اور اس کی طرف اشارہ کر کے زبان سے الفاظ ادا کر رہے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مینڈھا ذبح کرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں:

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰی بِهٖ. (مُسلم شریف)

اللہ کے نام سے، اے اللہ محمد، آل محمد اور اُمت محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما۔ پھر اس کی قربانی کی۔

ایصالِ ثواب کرتے وقت بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

مناظرِ اسلام علامہ محمد سعید احمد اسعد اپنی کتاب ''ایصالِ ثواب مع روئیداد مناظرہ راولپنڈی'' کے صفحہ نمبر ۵۰، زیرِ عنوان ''کھانے کی چیزوں پر قرآن پڑھنا'' رقمطراز ہیں:

''ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ ایصالِ ثواب کیلئے کھانا شرط ہے اور کھانے پر قرآن حکیم پڑھنا شرط ہے۔ ہمارے نزدیک اگر کسی نے صرف کھانا پکا کر کسی کو کھلا کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا تب بھی جائز۔

اگر صرف قرآن حکیم پڑھ کر اس کا میت کو ثواب بخشا تب بھی جائز۔ اگر کسی نے قرآن حکیم بھی پڑھا اور کھانا بھی پکایا لیکن کھانے پر قرآن حکیم نہیں پڑھا بلکہ الگ پڑھا اور ان دونوں چیزوں کا ثواب میت کو پہنچایا تب بھی جائز۔

اور اگر کسی نے کھانا پکایا اور کھانا سامنے رکھ کر اور قرآن حکیم کی چند آیات بھی پڑھ دیں اور پھر اس طعام اور کلام الٰہی کا ثواب میت کو پہنچایا تب بھی جائز۔

ہاں ہاں.........

اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ جب تک کھانے پر قرآن حکیم کی چند مخصوص آیات نہ پڑھی جائیں اتنی دیر تک میت کو ثواب پہنچ ہی نہیں سکتا وہ درحقیقت شریعت مطہرہ پر افتراء کرنے والا ہے اس کو اپنے اس گندے عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیئے۔

اسی طرح.........

اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اگر صرف کھانے کا ثواب میت کو بھیجا جائے تو پہنچے گا اسی طرح اگر صرف قرآن خوانی کی جائے تو اس کا ثواب بھی پہنچے گا لیکن اگر کھانا سامنے رکھ کر قرآن اوپر پڑھا جائے تو ثواب نہیں پہنچے گا بلکہ ایسا کرنا بدعت اور گناہ ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا بھی شریعت مطہرہ پر افتراء کرنے والا ہے۔ ایسے شخص کو بھی ایسے گندے عقیدے سے توبہ کرنی لازم ہے۔

ہاں.........

اگر کوئی اس گندے عقیدے پر اصرار کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ قرآن حکیم احادیث مبارکہ سے ایسی تصریح پیش کرے کہ قرآن حکیم اور طعام کا ثواب الگ الگ ہونے کی صورت میں تو میت کو پہنچے گا لیکن اگر کھانے پر قرآن حکیم پڑھا جائے تو گناہ ہوگا

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ ○

اب آیئے قرآن وسنت سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں کہ.........

قرآن حکیم کن لوگوں کیلئے باعث رحمت و برکت ہے اور کن لوگوں کو قرآنِ حکیم سن کر اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے۔

خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ (پارہ ۱۵، بنی اسرائیل ۸۲)

ترجمہ: اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو رحمت اور شفاء ہے ایمان والوں کیلئے اور وہ نہیں زیادہ کرتا ظالموں کیلئے مگر نقصان کو۔

قرآن حکیم سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مومن قرآن حکیم سنتے ہیں تو ان پر رحمت کا نزول ہوتا ہے، ان کے دلوں کو شفاء نصیب ہوتی ہے لیکن اگر اسی قرآن کو ظالم سنتے ہیں تو ان کے دلوں کی جلن میں اضافہ ہوتا ہے۔

اب غور فرمائیے!

شرع شریف نے کھانے پر قرآن حکیم پڑھنے کی ممانعت ہرگز نہیں فرمائی۔
اب اگر محض حصولِ برکت کیلئے قرآن حکیم کی چند آیات پڑھ دی جائیں تو سننے والا اگر دل میں جلن اور کڑھن محسوس کرے تو اس کو اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیئے کہ کہیں وہ خسارہ پانے والوں میں تو شامل نہیں اور اگر قرآنِ حکیم کی آیات سن کر اپنے دل میں ٹھنڈک اور فرحت محسوس ہو تو یہ ایمان کی نشانی ہے۔

اب چند احادیث مبارکہ بھی درج کی جاتی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے پر برکت کیلئے کچھ پڑھنا ناجائز نہیں ہے۔

حدیث نمبر۱: عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا اِلَيْهِ اَنَّ مَا فِيْ بَيْتِهٖ مَحْمُوْقٌ مِّنَ الْبَرَكَةِ فَقَالَ اَيْنَ اَنْتَ مِنْ آيَةِ الْكُرْسِيِّ مَا تَلَيْتَ عَلٰى طَعَامٍ وَّلَا اِدَامٍ اِلَّا اَنْمَى اللّٰهُ بَرَكَةَ ذَالِكَ الطَّعَامِ وَالْاِدَامِ۔

اُمّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے گھر میں برکت کے نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم آیت الکرسی کیوں نہیں پڑھتے؟ جس کھانے یا سالن پر آیت الکرسی پڑھو گے' اللہ تعالیٰ اس کھانے اور سالن میں برکت پیدا فرما دے گا۔ (تفسیر در منثور جلد ۱، ص ۳۲۳)

حدیث نمبر۲: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُنی ہے جو ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے تو انہوں نے کہا' ہاں۔ پھر انہوں نے جَو کی چند روٹیاں نکالیں اور ایک اوڑھنی کے کونہ میں لپیٹ کر مجھے پکڑا ئیں اور باقی اوڑھنی مجھے اوڑھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا' جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں کافی لوگ موجود تھے۔ میں (نے معاملہ عرض تو نہ کیا) لیکن دوسرے لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ''کیا تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟'' میں نے عرض کیا' جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کھانا دے کر؟ میں نے پھر عرض کی جی ہاں' تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس حاضر لوگوں سے فرمایا ''اٹھو!

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ سب چل پڑے تو میں ان کے آگے آگے چل کر ابوطلحہ کے پاس آ کر انہیں اس چیز کی خبر دی تو ابوطلحہ نے اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دوسرے لوگ بھی آ رہے ہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو ان سب کو کھلا سکیں۔

حضرت اُمّ سلیم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوطلحہ دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے اُمّ سلیم! تیرے پاس جو کچھ ہے لے آ'' تو وہ وہی رُوٹیاں لے کر حاضر ہوئیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ پھر ام سلیم نے ان روٹیوں کے ٹکڑوں پر (گھی) کی کپی اوندھا کر ان کو روغنی کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ٹکڑوں پر جو اللہ نے چاہا پڑھا۔ پھر ارشاد فرمایا: دس شخصوں کو بلاؤ' وہ آئے اور سیر ہو کر کھا کر چلے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور لوگوں کو بلاؤ' وہ بھی آئے اور سیر ہو کر کھا کر چلے گئے۔ پھر فرمایا دس اور لوگوں کو بلاؤ' وہ بھی سیر ہو کر کھا کر چلے گئے۔ غرض سب لوگ سیر ہو گئے اور یہ ۷۰ یا ۸۰ لوگ تھے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۔ سنن الترمذی' کتاب المناقب' باب ۵۔ فی آیات اثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما قد خصہ اللہ عزوجل بہ۔ ص ۵۵۵/ ۵۔ طبع مکہ مکرمۃ، ص ۲۰۴/ ۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید۔ کراچی

۲۔ بخاری شریف، ص ۵۰۵/ ۱

۴۔ مسلم شریف، ص ۱۷۹/۲

اس حدیث سے معلوم ہوا:

ا۔ کھانے پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے کچھ پڑھا۔

ب۔ جس کھانے پر کچھ پڑھا تھا اس میں ۷۰، ۸۰ گنا برکت پیدا ہوگئی۔

ج۔ جب کھانے پر مطلقاً کلام پڑھنا ثابت ہوگیا تو کھانے پر کلامِ الٰہی پڑھنا بطریق اولیٰ ثابت ہوجائے گا۔

حدیث نمبر۳: عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ طَعَامًا فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَاِنْ نَسِیَ فِیْ اَوَّلِهٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ . هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ .

مستدرک مع تلخیص، ص ۱۰۸/۴۔

ابوداؤد شریف، کتاب الاطعمہ باب التسمیۃ علی الطعام حدیث نمبر ۳۷۶۷

ترجمہ: اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھ لے' پس اگر کوئی کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اسے چاہیئے کہ پڑھے:

بسم اللّٰہ فی اوّلہٖ و آخرہٖ .

اس حدیث سے کھانا سامنے رکھ کر مطلقاً پڑھنا ثابت ہوگیا۔

حدیث نمبر۴: اِنَّ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْکُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ (فَلَعَلَّکُمْ تَفْتَرِقُوْنَ)؟ قَالُوْا نَعَمْ' قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ وَاذْکُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ یُبَارَکْ لَکُمْ.

(ابوداؤد ص ۱۸۲/۲، کتاب الاطعمہ باب فی الاجتماع علی الطعام حدیث نمبر ۳۷۶۴)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوپاتے۔ فرمایا: شاید تم الگ الگ کھانا کھاتے ہو، انہوں نے عرض کیا' ہاں۔ تو ارشاد فرمایا'' مل کر کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو تو تمہارے لئے اس کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی''۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ کھانے پر اگر خدا کا نام پڑھ لیا جائے تو کھانے میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر پاک کھانے پر پاک خدا کا پاک کلام بھی پڑھ دیا جائے تو بھی رحمت ہی نازل ہوگی' گناہ نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر ۵: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھے اور ایک صاحب کھانا کھا رہے تھے' انہوں نے بسم اللہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ صرف ایک لقمہ ہی کھانے سے باقی رہ گیا تھا کہ انہوں نے وہ لقمہ اپنے منہ تک اُٹھایا اور بسم اللہ اوّلہٖ وآخرہٖ (اللہ ہی کے نام سے کھاتا ہوں اور شروع سے اخیر تک) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور ارشاد فرمایا: شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا تھا پھر جب اس نے اللہ کا نام لے لیا تو شیطان نے اپنے پیٹ میں سب کچھ قے کر دیا۔ (ابوداؤد شریف، ص ۱۷۳/۲، کتاب الاطعمہ باب التسمیۃ علی الطعام، حدیث نمبر ۳۷۶۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا:

۱۔ شیطان کا اس کھانے میں شریک ہونا پھر اللہ کے پاک نام کی وجہ سے قے کرنا غیبی امر تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے۔

ب۔ بسم اللہ اوّلہٗ وآخرہٗ کلامِ مصطفوی تھا۔ اس اعتبار سے کہ یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہوئے تھے یا یوں کہہ لیجئے کہ یہ الفاظ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر پڑھے وحی غیر متلو کے الفاظ تھے' جب کھانے پر وحی غیر متلو پڑھنے سے اتنی برکت نازل ہوتی ہے تو وحی متلو (قرآن حکیم) میں سے پڑھنے سے کس قدر برکت نازل ہوگی۔

ج۔ سچ ہے پڑھائی والا کھانا شیطان کو ہضم نہیں ہوتا۔

خداوند قدوس نے بھی ارشاد فرمایا ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا . مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ۔

(پارہ ۸، سورہ الانعام، ۱۱۸، ۱۱۹)

ترجمہ: پس تم اگر اللہ کے کلموں کو مانتے ہو تو جن چیزوں پر خدا کا نام ذکر ہوا نہی کو کھاؤ اور خدا کا نام جن چیزوں پر ذکر کیا جائے ان کے نہ کھانے میں تمہارا کیا عذر ہے جبکہ خدا نے حرام چیزیں تم کو مفصّل بتلادی ہیں۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری، غیر مقلد، ص ۱۷۰)

جس کھانے پر قرآن حکیم پڑھا جاتا ہے اس کھانے پر اللہ کا نام ضرور لیا جاتا ہے اور خدا کے کلموں کو ماننے والے ایسے کھانے کو بخوشی باعثِ برکت سمجھ کر کھا بھی لیتے ہیں۔

خداوندِ قدوس نے حرام اشیاء کو مفصل بیان فرمادیا ہے کوئی ابہام نہیں رکھا ہے' جس کھانے پر قرآن حکیم پڑھ دیا جائے ایسے کھانے کو نہ تو اللہ نے کہیں حرام فرمایا ہے' نہ

ہی اس کے پیارے محبوب علیہ السلام نے' اس لئے ایسا کھانا کھانے میں کسی ایمان والے کو عذر نہیں ہونا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۶: ابوجعفر محمد بن علی (امام محمد باقر) سے مروی ہے کہ جو شخص اپنے قلب میں کچھ سختی وقساوت محسوس کرتا ہوا سے چاہیئے کہ ایک کٹورے مین زعفران اور گلاب سے سورہ یٰسین لکھ کر پی جائے۔ (شعب الایمان بیہقی ص ۴۸۲/۲، اتقان مترجم ص ۵۱۲/۲)

اگر کھانے پینے کی چیزوں پر قرآن حکیم پڑھنا حرام ہوتا تو امام محمد باقر جیسا عظیم امام ایسا نسخہ ہرگز بیان نہ فرماتے کیونکہ حدیث میں ہے:

لا شفاء في الحرام

حدیث نمبر ۷: طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھو نے کاٹا تھا تو آپ نے پانی اور نمک منگوا کر زخم پر ملنا شروع کر دیا اور آپ یہ سورتیں پڑھتے جاتے تھے۔ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْكَـٰفِرُونَ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ۔

(الاتقان مترجم ص ۵۱۲/۲، شعب الایمان بیہقی ص ۵۱۸/۲)

حدیث نمبر ۸: ہم عبادات مالیہ کے ضمن میں حدیث بیان کر چکے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دُنبے ذبح فرمائے اور ان پر قرآن حکیم میں سے دو متفرق آیات میں سے پڑھ کر اپنی اُمت کو ایصالِ ثواب بھی کیا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:

جس کھانے کا ثواب حضرت امامین کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ وقل ودرود

پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے' اس کا کھانا بہت خوب ہے۔

(فتاویٰ عزیزی، ص ۱۸۹، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے:

اگر شخصے بزے را خانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست۔

(تقریر ذبیح، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ص ۱۹۴/۴)

ترجمہ: اگر کوئی شخص گھر میں بکری اس لئے پالے کہ اس کا گوشت خوب ہو' اس کو ذبح کر کے پکا کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلانے میں کوئی حرج نہیں

اب ہم آخر میں غیر مقلدوں کے پیشوا نواب صدیق حسن خان صاحب کی کتاب ''الداء والدواء'' جس کو نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور نے کتاب التعویذات کے نام سے شائع کیا ہے' سے چند اقتباسات پیش کر دیتے ہیں۔ شاید اس طرح وہ ہم پر فتویٰ بازی سے اپنی زبان اور قلم کو روک لیں' چنانچہ نواب صاحب لکھتے ہیں۔

ختم قادریہ: اس کو مشائخ نے واسطے برآمد امر مہم کے مجرب سمجھا ہے۔ عروج ماہ میں پنجشنبہ سے شروع کر کے تین دن تک پڑھے۔ بسم اللہ معہ فاتحہ وکلمہ تمجید و درود' سورہ اخلاص' ہر ایک کو ایک سو گیارہ بار' پھر شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر اور ثواب اس کا روح پر فتوح آنحضرت و مشائخ طریقت کو دے کر تقسیم کرے۔

دیگر ختم قادریہ: پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ اخلاص گیارہ بار' پھر سلام کے یہ درود ایک سو گیارہ بار پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ.

پھر شیرینی پر فاتحہ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ پڑھ کر تقسیم کر دے۔

(کتاب التعویذات المعروف الداء والدواء، ص ۱۵۴)

مناظرِ اسلام علامہ محمد سعید احمد اسعد نے انہیں احادیث اور دلائل پر اکتفا کیا ہے کیونکہ مسئلہ بالکل واضح ہے۔

اب میں چند اور دلائل پیش کر دیتا ہوں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا یا کوئی اور کھانے والی چیز ہے اور آپ نے اس پر دعا فرمائی ہے اور ان کھانا یا جو بھی چیز سامنے تھی اس میں بہت زیادہ برکت پیدا ہو گئی۔ یہاں سے بالواسطہ یہ مسئلہ بھی اخذ کرنا مطلوب ہے کہ سامنے کھانا رکھ کر کچھ کلامِ الٰہی پڑھنا یا دعا کرنا ہرگز منع نہیں۔

حدیث نمبر ا: بخاری شریف کتاب المغازی کے باب غَزْوَۃِ الْخَنْدَقِ وَھِیَ الْاَحْزَابُ میں ہے:

حضرت سُعید بن مِیْنَاء کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی ہے، پس میں اپنی بیوی کے پاس آ کر کہنے لگا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے بوری نکالی تو اس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا

ایک بچہ تھا' پس میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جَو پیس لئے۔ میں نے گوشت کی بوٹیاں بنا کر انہیں ہانڈی میں ڈال دیا۔ جب میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کی خاطر جانے لگا تو بیوی نے کہا' کہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے شرمسار نہ کرنا۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر سرگوشی کے انداز میں عرض کی' یارسول اللہ! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس ایک صاع جَو کا آٹا ہے' پس آپ چند حضرات کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے تمہارے لئے ضیافت کا بندوبست کیا ہے۔ لہذا آؤ چلو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اتارنا اور روٹیاں نہ پکوانا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ لوگوں کے آگے آگے تھے۔ جب میں گھر گیا تو بیوی نے گھبرا کر مجھ سے کہا کہ آپ نے تو میرے ساتھ وہی بات کر دی جس کا خدشہ تھا۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کہا' میں نے وہ عرض کر دیا تھا' پس حضور نے آتے ہی لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا مانگی۔ پھر ہانڈی میں لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ روٹی پکانے والی ایک اور بلا لو تا کہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تمہاری ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اُتارنا۔ کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! سب نے کھانا کھالیا۔ یہاں تک کہ سارے شکم سیر ہو کر چلے گئے اور کھانا پیچھے بھی چھوڑ گئے۔ دیکھا گیا تو ہانڈی میں اتنا ہی گوشت موجود تھا جتنا پکنے کیلئے رکھا تھا اور ہمارا آٹا بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ پکانے سے پہلے تھا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کے باب المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔(متفق علیہ)

حدیث نمبر۲: بخاری شریف کِتَابُ الشِّرْکَۃِ فِی الطَّعَامِ کے باب الشرکۃ فی الطعام والنھد و العروض میں ہے:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کے زادِ راہ ختم ہو گئے اور وہ تہی دست ہو گئے تو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ اپنے اونٹ ذبح کریں تو آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور انہیں بتایا تو وہ کہنے لگے کہ اونٹوں کے بغیر کیسے گزارہ کرو گے!

پس وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ! اپنے اونٹوں کے بعد لوگ کیسے گزر اوقات کریں گے۔(زندہ رہیں گے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں منادی کروا دو کہ اپنا بچا ہوا زادِ راہ لے آئیں' چنانچہ ایک دسترخوان بچھا دیا اور اس پر وہ سارا جمع کر دیا۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس پر دعائے برکت فرمائی پھر لوگوں کو بلایا تو وہ اپنے برتن بھر کر لے گئے اور سارے فارغ ہو گئے' آپ نے فرمایا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور میں اس کا رسول ہوں''۔

حدیث نمبر۳: مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابٌ فِی الْمُعْجِزَاتِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے روز لوگوں کو سخت بھوک کا سامنا ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! لوگوں

سے باقی زادِراہ منگایئے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کیجئے۔فرمایا' ہاں۔پس دسترخوان منگایا جو بچھایا گیا پھر بچا ہوا زادِراہ منگایا گیا۔یہاں تک کہ دسترخوان پر تھوڑا سا راشن جمع ہو گیا۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی' پھر فرمایا کہ اپنے برتن لو اور برتنوں میں بھرلو' یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن نہ رہا مگر اسے بھر لیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے کھایا' شکم سیر ہو گئے اور باقی بھی بچا رہا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔کوئی بندہ ان دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے نہیں ملے گا کہ ان میں شک نہ کرتا ہو اور پھر بھی اسے جنت سے روکا جائے''۔(مسلم شریف)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان کے باب الدلیل عَلیٰ اَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَی التَّوْحِیْدِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ میں ہے۔

حدیث نمبر۴: مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابٌ فِی الْمُعْجِزَاتِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر کے عروسی حالت میں تھے تو میری والدہ ماجدہ حضرت اُمِّ سُلَیم (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی خالہ) نے کھجوریں' گھی اور پنیر سے حیس بنانے کا ارادہ کیا اور انہیں ایک بڑے پیالے میں ڈالا۔فرمایا اے انس! اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے جاؤ اور عرض کرنا کہ یہ میری امّی جان نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔وہ آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ کی بارگاہ میں یہ ہمارا قلیل سا نذرانہ ہے۔میں گیا اور عرض کر دیا۔فرمایا کہ رکھ

دو۔ پھر فرمایا جاؤ اور فلاں فلاں آدمیوں کو بلا لاؤ' اُن کے نام لئے۔ نیز جو بھی ملے اسے بلا لانا۔ پس جن کے نام لئے تھے وہ میں نے بلائے نیز جو بھی ملا۔ میں واپس لوٹا تو کاشانہ اقدس لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کتنے حضرات تھے؟ فرمایا کہ تین سو کے لگ بھگ۔ پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس حیس پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر پڑھا۔

پھر دس دس کو بلاتے رہے جو اس سے کھاتے رہے۔ آپ اُن سے فرماتے کہ اللہ کا نام لو اور کھاؤ اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ کھا کر شکم سیر ہو گئے۔ پس ایک جماعت جاتی اور دوسری آتی' یہاں تک کہ سارے کھا چکے۔ آپ نے فرمایا'' اے انس! اُٹھا لو۔ پس میں نے اُٹھا لیا اور مجھے معلوم نہیں کہ جب میں نے رکھا اس وقت زیادہ تھا یا جبکہ میں نے اُٹھایا۔ (متفق علیہ)

میّت کیلئے قربانی کرنا:

میّت کی طرف سے قربانی کر کے اس کا ثواب اس میّت کو پہنچانا جائز ہے۔

★ عَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّنْحَرَ مِائَةَ بَدَنَةٍ ' وَاَنَّ هِشَامَ بْنَ الْعَاصِ نَحَرَ حِصَّتَهٗ خَمْسِيْنَ بَدَنَةً وَاَنَّ عَمْرًوا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ اَمَّا اَبُوْكَ فَلَوْ كَانَ اَقَرَّ بِالتَّوْحِيْدِ فَصُمْتَ وَتَصَدَّقْتَ عَنْهُ نَفَعَهٗ ذٰلِكَ۔

(الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل، ص ۱۰۰/۸)

ترجمہ: عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو(۱۰۰) اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ (اس کے بیٹے) ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے۔ (دوسرے بیٹے) حضرت عمرو نے اپنے حصہ کے اونٹ ذبح کرنے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تیرے باپ نے توحید کا اقرار کیا ہوتا تو پھر اس کی طرف سے خواہ روزہ رکھتا' خواہ صدقہ کرتا تو اس کو نفع پہنچتا۔

اس حدیث کے متعلق علامہ ساعاتی لکھتے ہیں:

لَمْ اَقِفْ عَلَيْهِ لِغَيْرِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ وَ سَنَدُهٗ جَيِّدٌ

(بلوغ الامانی شرح فتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد، ص۱۰۰/ ۸)

ترجمہ: مجھے اس بات کا علم نہیں کہ اس حدیث کی تخریج امام احمد کے علاوہ بھی کسی نے کی ہے یا نہیں لیکن اس حدیث کی سند جید ہے۔

❁ مسلم شریف کتاب الاضاحی کے باب ''استحباب الضحية و ذبها......'' میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا' جس کے ہاتھ' پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ سو قربانی کرنے کیلئے ایک ایسا مینڈھا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! چھری لاؤ' پھر فرمایا: اس کو پتھر سے تیز کرو' میں نے اس کو تیز کیا۔ پھر آپ نے چھری لی' مینڈھے کو پکڑا' اس کو لٹایا اور ذبح کرنے لگے۔ پھر فرمایا:

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰی بِهٖ

اللہ کے نام سے' اے اللہ محمد' آلِ محمد اور اُمتِ محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما پھر اس کی قربانی کی۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الضحایا کے باب مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الضَّحَايَا میں ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے بَابٌ فِي الْاُضْحِيَّةِ کی پہلی فصل میں ہے۔

سنن ابوداؤد شریف کتاب الضَّحَايَا کے باب فِي الشَّاةِ يُضَحّٰی بِهَا عَنْ جَمَاعَةٍ میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عید الاضحیٰ کے روز عیدگاہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا' جب آپ خطبے سے فارغ ہوئے تو منبر سے اُتر آئے اور ایک مینڈھا لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمایا اور کہا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ — اللہ کے نام سے شروع اور اللہ بہت بڑا ہے۔

هٰذَا عَنِّي وَ عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ عَنْ اُمَّتِيْ — یہ میری طرف سے ہے اور میری اُمت کے ہر اُس شخص کی طرف سے جو قربانی نہ کر سکے

اور کچھ حدیثوں میں مِنْ اُمَّتِیْ ہے کہ جس نے قربانی نہیں کی۔

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲، ص ۲۶۱ میں لکھتے ہیں:

قَالَ الطِّيْبِيُّ الْمُرَادُ الْمُشَارَكَةُ فِي — یعنی علامہ طیبی نے فرمایا کہ اس سے مراد

الثَّوَابِ مَعَ الْاُمَّةِ لِاَنَّ الْغَنَمَ الْوَاحِدَ لَا يَكْفِيْ عَنِ اثْنَيْنِ فَصَاعِدًا

اُمت کو ثواب میں شریک کرنا ہے اس لئے کہ ایک بکری دو آدمی یا زیادہ کی طرف سے کفایت نہیں کرتی۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کے وقت یہ الفاظ فرما کر اپنی قربانی کے ثواب میں اپنی اُمت کو بھی شریک فرمالیا''۔

(مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ص ۱/۹۵۱)

 مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب فی الاضحیۃ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو چتکبرے خصی سینگوں والے مینڈھے ذبح فرمائے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو لٹایا تو پڑھا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ
السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ
اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ
اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ
وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا
شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ
وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

(احمد، داؤد، ابن ماجہ، دارمی)

مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے بَابٌ فِی الْاُضْحِیَّۃِ کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت حَنَش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ سرکار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں ان کی جانب سے قربانی کروں لہٰذا میں سرکار کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات جلد ۲، ص ۲۶۵ میں فرماتے ہیں:

(ان اُضَحِّیَ عَنْہُ) بَعْدَ مَوْتِہٖ اِمَّا بِکَبْشَیْنِ عَلٰی مِنْوَالِ حَیٰوتِہٖ اَوْ بِکَبْشٍ اَحَدُھُمَا عَنْہُ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِیْ (فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْہُ) قَالَ ابْنُ الْمَلِکِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ التَّضْحِیَۃَ تَجُوْزُ عَمَّنْ مَّاتَ.

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے جو فرمایا کہ میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں، حضور کے وصال ﷺ کے بعد، جس طرح آپ اپنے حیات میں دو جانور قربانی کیا کرتے تھے، اسی طرح میں بھی حضور کی طرف سے دو جانور قربانی کرتا ہوں، دو میں سے ایک حضور کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ ابن ملک نے کہا کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ میّت کی طرف سے قربانی کرنی جائز ہے

ردالمحتار، جلد ۵، ص ۲۲۰ میں ہے:

وَاِنْ تَبَرَّعَ بِھَا عَنْہُ لَہُ الْاَکْلُ لِاَنَّہٗ یَقَعُ عَلٰی مِلْکِ الذَّابِحِ وَالثَّوَابُ لِلْمَیِّتِ

یعنی اگر کسی نے میّت کی طرف سے تبرعاً قربانی کی تو اس سے کھانا جائز ہے، کیونکہ یہ قربانی ملک ذابح پر واقع ہوئی اور مردہ

کو قربانی کا ثواب ملےگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میّت کیلئے غلام آزاد کرنا:

❁ سنن ابوداؤد شریف کِتَابِ الْوَصَایَا کے باب مَا جَآءَ فِی وَصِیَّةِ الْحَرْبِیِّ یُسْلِمُ وَلِیُّهٗ اَیَلْزَمُهٗ اَنْ یُنْفِذَهَا میں ہے۔

عاص بن وائل نے وصیّت کی کہ اس کی طرف سے سو (۱۰۰) غلام آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشّام نے پچاس غلام آزاد کردیئے۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے باقی کے پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا لیکن انہوں نے طے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے بعد ایسا کروں گا۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور میرے بھائی ہشّام نے پچاس اپنی طرف سے آزاد کردیئے اور پچاس باقی ہیں تو کیا میں اپنے والد کی طرف سے وہ پچاس غلام آزاد کردوں؟ آپ نے فرمایا ''اگر تمہارے والد اسلام وایمان کے ساتھ دنیا سے گئے ہوتے تو پھر تم ان کی طرف سے غلام آزاد کرتے' یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو ان اعمال کا ثواب ان کو پہنچ جاتا۔

غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

فِیْهِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْفَعُ الْکَافِرَ وَ عَلٰی اَنَّ الْمُسْلِمَ یَنْفَعُهُ الْعِبَادَةُ الْمَالِیَّةُ وَالْبَدَنِیَّةُ۔ (عون المعبود شرح ابی داؤد، ص ۷۸/۳)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ صدقہ کافر کو نفع نہیں دیتا اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ مسلمانوں کو مالی اور بدنی عبادت کا نفع پہنچتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العتق کے باب اعتاق العبد المشترک و شری القریب و العتق فی المرض کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ انصاری سے راویت ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ نے غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا مگر صبح تک دیر کر دی تو وہ فوت ہو گئیں۔ میں نے امام قاسم بن محمد سے کہا کہ اگر میں ان کی طرف سے آزاد کر دوں تو کیا انہیں فائدہ پہنچے گا؟ امام قاسم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت سعد بن عبادہ حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ میری والدہ ماجدہ فوت ہو گئی ہیں، اگر میں ان کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا انہیں فائدہ پہنچے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"۔ (مالک)

یہ حدیث موطا امام مالک کتاب العتق و الولاء کے باب عتق الحی عن المیت میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے مذکورہ بالا باب میں ہی ہے:

حضرت یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے سوتے ہوئے وفات پائی تو ان کی بہن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُن کی طرف سے بہت سے غلام آزاد کیے۔ (مالک)

یہ حدیث مؤطا امام مالک کے باب عتق الحی عن المیت میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العتق کے پہلے باب کی تیسری فصل میں ہے:

غریف دیلمی کا بیان ہے کہ ہم حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے "ہم سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجیے جس میں کمی بیشی نہ ہو، وہ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم قرآن مجید پڑھتے ہو جو تمہاری گھروں میں لٹکا رہتا ہے تو کیا کمی بیشی کرتے ہو؟ ہم عرض گزار ہوئے؟ ہمارے مراد یہ ہے کہ ایسی حدیث بیان

کیجئے جو آپ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو"۔

فرمایا کہ اپنے ایک ساتھی کے سلسلے میں، جس پر قتل کے باعث جہنم واجب ہو گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ اس کی طرف سے غلام آزاد کرو تو اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کے اعضاء کو جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ (ابوداؤد، نسائی)

میّت کا قرض ادا کرنا:

میّت کا قرض کوئی دوسرا شخص ادا کر دے تو اس میّت کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔ اگر میّت کا قرض ادا نہ کیا جائے تو روزِ حساب اس کی نیکیاں قرضہ کے عوض میں قرض خواہ کو دی جائیں گی۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف کے اَبْوَابُ الصَّدَقَاتِ کے بـاب اَدَآءِ الـدَّیْـنِ عَـنِ الْمَیِّتِ میں ہے:

حضرت سَعْد بن اَطْوَل نے فرمایا کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا، انہوں نے تین سو درہم اور اپنے بچے چھوڑے، میرا خیال ہوا کہ ان درہموں کو ان بچوں پر صرف کر دوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تمہارا بھائی مقروض ہے، تمہیں چاہیئے کہ اس کا قرضہ ادا کرو"۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ان کا تمام قرض ادا کر دیا ہے لیکن دو دینار باقی ہیں جن کا دعویٰ ایک عورت نے کیا تھا، وہ میں نے نہیں دیئے کیونکہ اس کے پاس گواہ نہ تھے۔ آپ نے فرمایا "اسے دے دو کیونکہ وہ عورت سچی ہے"۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف اَبْوَابُ الصَّدَقَاتِ کے باب التَّشْدِیْدِ فِی الدَّیْنِ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مومن کی روح اس کے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے جب تک اس کا قرضہ ادا نہ کیا جائے"۔

بخاری شریف الکفالہ کے باب "مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ" میں ہے:

حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا تا کہ اس پر نماز پڑھی جائے۔ فرمایا "کیا اس پر کوئی قرض ہے؟" لوگوں نے عرض کی، نہیں۔ تو اس پر نماز پڑھی۔ پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو فرمایا "کیا اس پر قرض ہے؟" لوگ عرض گزار ہوئے، ہاں۔ فرمایا کہ اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! اس کا قرض مجھ پر۔ پس اس پر نماز پڑھی۔

میّت کی نذر پوری کرنا:

نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں، جو نذر مانتا ہے اس کا شرعاً اس کا پوری کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ نذر دو قسم کی ہوتی ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العِتق کے بَابٌ فِی النُّذُوْرِ کی فصل میں ہے:

حضرات عمران بن حُصَیْن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: نذر دو قسم کی ہے، جس نے اللہ کی اطاعت میں نذر مانی تو وہ

اللہ کیلئے ہے اور اسے پوری کرے اور دوسری جو اللہ کی نافرمانی میں نذر مانی، وہ شیطان کیلئے ہے، اسے پوری نہ کرے بلکہ اس کا کفارہ ادا کرے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (نسائی)

❁ مشکوٰۃ بَابٌ فِي النُّذُوْرِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے اللہ کا حکم ماننے کی نذر مانی تو ضرور حکم مانے اور جس نے اس کی نافرمانی کرنے کی نذر مانی تو اس کی نافرمانی نہ کرے۔ (بخاری شریف)

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الکفارات کے باب النذر فی المعصیۃ میں ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب النذور والایمان میں ہے۔

نذر کیلئے مطلقاً چند شرائط ہیں۔ ان کے مطابق نذر پوری کی جاتی ہے۔

(۱) جس چیز کی نذر مانی ہو وہ بذاتہٖ گناہ کی بات نہ ہو اور اس کا پورا کرنا اس کے اختیار میں ہو۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب العِتق کے بَابٌ فِي النُّذُوْرِ کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' گناہ کی نذر کو پورا نہیں کرنا چاہیئے اور نہ اس کو جس پر بندہ اختیار نہ رکھے۔ (مسلم) اُسی کی دوسری روایت ہے: اللہ کی نافرمانی میں نذر نہیں۔ (مسلم)

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب العتق کے باب فی النذور کی پہلی فصل میں ہی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے درمیان (ٹیک لگا کے) چل رہا تھا۔ فرمایا

کہ اس کا کیا حال ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اس۔ نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ فرمایا کہ جو یہ اپنی جان کو تکلیف دے رہا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ بڑے میاں! سوار ہو جاؤ کیونکہ اللہ تم اور تمہاری نذر سے بے نیاز ہے۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث کتاب النذور میں ہے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث کتاب النذور والایمان کے باب فی من یحلف بالمشی ولا یستطیع میں ہے۔

(۲) نذر صرف جائز کاموں میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف باب فِی النُّذُوْرِ کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس کے متعلق پوچھا تو لوگ عرض گزار ہوئے: ابو اسرائیل نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا' بیٹھے گا نہیں' نہ سائے میں جائے گا' نہ کلام کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسے حکم دو کہ کلام کرے' سائے میں جائے' بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے''۔ (بخاری شریف)

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الایمان والنذور کے باب النذر فی المعصیة میں ہے۔

اور موطا امام مالک کے کتاب النذور والایمان میں بھی ہے۔

 مشکوٰۃ شریف باب فی النذور کی دوسری فصل میں ہے:

حضرت سعید بن میتب سے روایت ہے کہ دو انصاری بھائیوں کے درمیان میراث تھی۔ اُن میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم کرنے کیلئے کہا تو دوسرے نے کہا: اگر دوبارہ تم نے تقسیم کرنے کیلئے کہا تو میں سارا مال خانہ کعبہ پر خرچ کردوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ کعبہ کو تمہارے مال کی ضرورت نہیں، اپنی قسم کا کفارا ادا کرو اور اپنے بھائی سے کلام کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے "رب تعالیٰ کی نافرمانی کی نہ تم پر نذر ہے اور نہ قسم اور قطع رحم کرنے کی اور نہ اُس چیز کی جس کے تم مالک نہیں"۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث ابوداؤد شریف **کتاب الایمان والنذور** کے **باب الیمین فی قطیعة الرحم** میں ہے۔

★ مشکوٰۃ شریف **باب فی النذور** کی دوسری فصل میں ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق پوچھا جس نے ننگے پیر اور بغیر دوپٹہ اوڑھے حج کرنے کی نذر مانی تھی۔ فرمایا اسے حکم دو کہ دوپٹہ اوڑھے، سوار ہو جائے اور تین روزے رکھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

یہ حدیث ابن ماجہ شریف **ابواب الکفارات** کے **باب من خلط فی نذرہ طاعة بمعصیة** میں ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف **کتاب النذور والایمان** میں ہے اور سنن ابوداؤد کتاب الایمان والنذور کے **باب من رای علیه کفارة اذا کان فی معصیة** میں بھی ہے اور اس کی حدیث میں ہے کہ اسے چاہیئے کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا

کفارہ ادا کرے۔

(۳) جس چیز کی نذر مانے اس کا نام لے کر مانے۔

★ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الکفارات کے بَابُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' جس نے نذر مانی اور کسی شے کا نام نہ لیا تو اس کا کفارہ قسم کے کفارہ کے مثل ہے اور جس نے ایسی شے کی نذر مانی جس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی شے کی نذر مانی جس کی طاقت رکھتا ہو تو اسے پورا کرے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کتاب الایمان والنذور کے باب من نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ میں ہے۔

قسم کا کفارہ دس مساکین کو کھانا کھلانا ہے' جیسا کہ موطا امام محمد کتاب الایمان والنذور کی پہلی حدیث میں ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں خبر دی کہ ہمیں حضرت نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قسم کے کفارہ میں دس مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور ہر شخص کو ایک مُدّ (دوکلو) گندم دیا کرتے تھے اور جب ایک قسم میں تکرار ہوتا تو ایک کنیز (غلام) آزاد کرتے۔

اس سے آگے فرماتے ہیں کہ جسے گندم ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔

(۴) اس کی نذر نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہو خواہ فی الحال یا آئندہ مثلاً

آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی نذر صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔

(۵) وہ عبادت خود بالذات مقصود ہو کسی دوسری عبادت کیلئے وسیلہ و ذریعہ نہ ہو۔ لہذا وضو غسل کی نذر صحیح نہیں۔

(۶) ایسی چیز کی نذر نہ ہو جس کا ہونا محال ہو۔ مثلاً یہ نذر مانی کہ کل گذشتہ روزہ رکھوں گا۔ یہ نذر صحیح نہیں۔

اب وفات شدہ کی نذر پوری کرنے کے متعلق احادیث کو ملاحظہ فرمائیں۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب العتق کے بَابٌ فِی النُّذُوْرِ کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عُبادہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے متعلق فتویٰ لیا جو ان کی والدہ ماجدہ پر تھی اور جس کو پورا کرنے سے پہلے وہ وفات پا گئی تھیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ ان کی طرف سے وہ پوری کر دی جائے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الوصایا کے باب مَا یَسْتَحِبُّ لِمَنْ یُتَوَفّٰی فَجْاَءَ ۃً اَنْ یَتَصَدَّقُوْا عَنْہُ وَقَضَاءِ النُّذُوْرِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف باب النذور والایمان کے باب قضاء النذر عن المیت میں ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد کتاب الایمان والنذور میں بھی ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب النذر کی پہلی حدیث ہے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث سنن ابوداؤد شریف کِتَابُ الْاِیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ کے باب قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے۔

یہ حدیث مؤطا امام مالک کِتَابُ النُّذُوْرِ وَالْاِیْمَانِ کے باب مَا یَجِبُ مِنَ النُّذُوْرِ فِی الْمَشِیِ میں بھی ہے۔

مؤطا امام مالک کے اسی مذکورہ بالا باب میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر نے اپنی پھوپھی جان سے روایت کی ہے کہ ان کی دادی جان نے مسجد قبا میں پیدل جانے کی نذر مانی تھی۔ نذر ادا کرنے سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کے صاحبزادے کوفتویٰ دیا کہ ان کی طرف سے تم چلے جاؤ۔

❁ مؤطا امام مالک کتاب الصیام کے باب النَّذْرِ فِی الصِّیَامِ وَالصِّیَامُ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے:

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ جو فوت ہو جائے اور اس پر نذر ہو غلام آزاد کرنے یا روزہ یا صدقہ یا اونٹ گائے کی قربانی کی' پھر اس نے وصیت کی کہ اسے میرے مال سے پوری کر دیا جائے کیونکہ صدقہ اور قربانی تہائی مال سے ہو اور یہ دوسری وصیتوں سے مقدّم ہے۔ ماسوائے اُس کے جو ایسی ہی ضروری ہو اور یہ اس لئے ہے کہ نذر وغیرہ کے سوا اس پر اور کچھ واجب نہیں اور دوسری وصیتیں نفلی ہیں' واجب نہیں۔

❁ مؤطا امام محمد کِتَابُ الْاِیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ کے باب اَلرَّجُلُ یَمُوْتُ وَ عَلَیْهِ نَذْرٌ میں ہے:

قَالَ مُحَمَّدٌ مَا کَانَ مِنْ نَذْرٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ حَجٍّ قَضَاهَا عَنْهَا اَجْزَاٴَ ذٰلِکَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی	حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص کے ذمے کوئی نذر' صدقہ یا حج واجب ہو' پھر کوئی دوسرا اس کی طرف سے

وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.

ادا کر دے تو یہ نذر وغیرہ اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ہمارے دیگر فقہاء کا یہی قول ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف کتاب الایمان والنذور کے باب قَضَآءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے:

حضرت سعید بن جُبَیْر نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے سمندری سفر کرتے ہوئے منّت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے بچائے رکھے تو ایک مہینے کے روزے رکھے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بچائے رکھا لیکن اس نے روزے نہ رکھے یہاں تک کہ فوت ہوگئی۔ پس اُس کی بیٹی یا بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اُس کی طرف سے تم روزے رکھلو۔

یہ حدیث سنن ابوداوٗد شریف کتاب الایمان والنذور کے باب قَضَآءِ النذر عن المیت میں ہے۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف اَبْوَابُ الْمَنَاسِکِ کے بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْمَیِّتِ میں ہے:

ابوالغوث بن حصین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے والد کے حج کے بارے میں دریافت کیا جوان کے ذمہ تھا اور وہ فوت ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا'' تم اپنے باپ کی جانب سے حج کرو' نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی میّت کے ذمّہ نذر کے روزے ہوں تو اس کے وارث وہ روزے رکھیں۔

❁ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الکفّارات کے بَابُ مَنْ مَّاتَ وَ عَلَیْهِ نَذْرٌ

میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا میری والدہ وفات پا گئیں اور ان کے ذمہ نذر کے روزے تھے اور وہ انہیں پورا نہ کر سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی جانب سے ولی روزے رکھے۔

نذر شرعی اور نذر عُرفی:

آپ نے پچھلے صفحات میں مطالعہ فرمایا کہ نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی ہو نہیں سکتی کیونکہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔ ساری کائنات' ساری کائنات کی جملہ اشیاء کا خالق و مالک صرف خدائے واحد بزرگ و برتر ہے' وہی ہر ہر کا رازق اور حاجات کو پورا کرنے والا ہے۔

نذر شرعی کو پورا کرنا واجب ہے اگر پوری نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ ہمارے معاشرے میں نذر کا ایک عرفی مفہوم بھی ہے جیسے شاعر کہتے ہیں کہ یہ شعر آپ کی نذر' جیسے کوئی مصنف اپنی تصنیف کسی کو دیتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ تحفہ آپ کی نذر۔

اسی مفہوم میں جب کوئی مریدِ صادق اپنے پیر و مرشد کو کوئی تحفہ دیتا ہے تو کہتا ہے کہ حضور یہ آپ کی نذر اور جب اپنے پیر و مرشد حقیقی یا وہ بزرگ شخصیّت جس سے وہ عقیدت و محبت رکھتا ہے ان کے نام پر کوئی کھانا مٹھائی یا غریبوں کی مالی امداد کرتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کی نذر۔ یعنی اس کا عام فہم مفہوم یہ ہے کہ یہ جو میں کھانا کھلا رہا

ہوں' مٹھائی تقسیم کر رہا ہوں' اس کا ثواب میں اپنے فلاں بزرگ کو ہدیہ' صدقہ کرتا ہوں۔ کسی بھی مالی' بدنی' یا مرکب عبادت کا ثواب اگر کوئی دے سکتا ہے تو وہ فقط اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہی مطلقاً اختیار حاصل ہے کہ کسی کے کسی عمل کو قبول فرمائے' اس پر جتنا چاہے اجر و ثواب عطا فرمائے اور اس اجر و ثواب کو اس عمل کرنے والے کی نیت کے مطابق جس کو اس نے یہ ثواب پہنچایا ہے اس کو پہنچائے۔

نذر کے ساتھ ہی ایک لفظ نیاز بھی عام بولا جاتا ہے کہ یہ حضور داتا صاحب کی نیاز ہے۔ یہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی نیاز ہے۔ اس کا عام مفہوم یہ ہے کہ حضور داتا صاحب یا حضور سلطان الہند کے ارادت مند نے جو کھانا' مٹھائی یا کوئی اور کھانے پلانے والی چیز آپ کی نذر کی ہے کہ اس کا آپ کو ثواب پہنچے۔ یہ کھانا' مٹھائی وغیرہ آپ کی بابرکت نسبت سے بڑا بابرکت ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور ولی کامل ہیں۔ جس طرح کسی چیز کی اللہ کے نبی سے نسبت ہو جاتی ہے تو وہ بڑی بابرکت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے ولی سے جس چیز کی نسبت ہو جاتی ہے وہ بھی بڑی بابرکت ہو جاتی ہے۔ اس مفہوم میں مریدین اور نسبت عقیدت و محبت رکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ حضور داتا صاحب کی نیاز ہے' یہ حضور سلطان الہند کی نیاز ہے۔ المختصر نذر شرعی اور نذر و نیاز عرفی میں ایک واضح فرق ہے جو اس فرق کو مدِّنظر نہیں رکھتے' وہ نذر و نیاز عرفی پر نذر شرعی کے احکامات اور فتوے جاری کر کر کے لوگوں کو ایک شدید گمراہی اور گناہ کے مرتکب ٹھہراتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی شمائم امدادیہ صفحہ ۱۲۹ میں فرماتے ہیں:

''جب مثنوی شریف ختم ہو گئی اور بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا

کہ اُوس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا' آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں۔ ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز' شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا' یہ جائز ہے۔ لوگ (وہابی' دیوبندی) انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے۔ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے' ایسے اُمور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے''۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وطعامیکہ آں نیاز حضرت امامین باشد قل و فاتحہ و درود خواندان متبرک می شود و خوردن او بسیار خوب ست (فتاویٰ عزیزی)	"وہ کھانا جو حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی نیاز کیلئے پکایا جائے اور اس پر قل و فاتحہ درود پڑھا جائے' وہ متبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت ہی اچھا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی (امام الوہابیہ و دیوبندیہ) لکھتے ہیں:

پس ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے از گزشتگان برساند و طریق رسانیدنِ آں دعاء خیر بجناب الہیست پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن است و در خوبی ایں قدر امراز امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نذر و نیاز اموات	پس ہر وہ عبادت جو مسلمان ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گزرے ہوئے کی روح کو پہنچائے اور اس کیلئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرے تو یہ بہت ہی بہتر اور خوب ہے اور رسوم میں فاتحہ پڑھنے' عرس کرنے' مُردوں کی نذر و نیاز کرنے کی رسموں کی خوبی میں

شک وشبہ نیست ۔(صراط مستقیم ص ۵۵)	شک وشبہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام وفاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر وافضل است ۔(صراط مستقیم صفحہ ۶۴)	کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مُردوں کو طعام اور فاتحہ خوانی کے ساتھ نفع پہنچانا خوب نہیں ہے کیونکہ یہ بات بہتر اور افضل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دشیر برنج بنابر فاتحہ بزرگے بقصد ایصالِ ثواب بروح ایشاں پزند و بخور انند مضائقہ نیست جائز است واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیاء را ہم خوردن جائز است ۔(زبدۃ النصائح ،صفحہ ۱۳۲)	دودھ چاول (کھیر) کسی بزرگ کی فاتحہ کیلئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائے اور کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں، جائز ہے اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جائے تو مال داروں کو بھی کھانا جائز ہے

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ کھانا حرام ہے کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام آ گیا ہے تو یہ اس کی جہالت ہے کیونکہ وہ علاقے اور ملک کے عرف کو مدِ نظر نہیں رکھ رہا۔ اللہ کے سوا ہر چیز غیر اللہ ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ میرے بیٹے کے ولیمہ کا بکرا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بیٹے کی شادی کے بعد اس کے ولیمہ کے موقع پر اللہ کے نام سے ذبح کر کے ولیمہ میں شرکت کرنے والے عزیز و اقارب اور دوست احباب کو اس کا گوشت کھلایا جائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ یہ میری بیٹی کے عقیقہ کا بکرا ہے تو سننے والا فوراً سمجھ جاتا ہے۔ یہ اس کو عقیقہ کرنے کیلئے اللہ کے نام سے ذبح کرے گا اور اس کا گوشت عزیز و اقارب،

دوست احباب یا اہلِ محلہ کو تقسیم کر دے گا۔

اگر مطلقاً غیر اللہ کا نام لینے سے چیز حرام ہو جاتی تو انسان کا جینا مشکل ہو جاتا' جیسے کہتے ہیں کہ اس نے ملتانی سوہن حلوا کھایا' یہ کامونکی کی برفی ہے۔ اس نے گوجرانوالہ کے تکّے کھائے۔

اب سوہن حلوے پر ملتان کا' برفی پر کامونکی کا اور تکّوں پر گوجرانوالہ کا نام آیا ہے اور ملتان کامونکی گوجرانوالہ غیر اللہ ہیں تو کیا سوہن حلوہ' برفی' تکے حرام ہو جائیں گے۔ اگر کہو یہ تو شہروں اور جگہوں کے نام ہیں تو ان کے مالکوں کے نام سے بھی چیزیں مشہور ہیں۔ جیسے شہباز کے تکے' حاجی اللہ رکھا کے تکے' حافظ کا سوہن حلوہ' شیخوں کی برفی' حافظ کی برفی' تو کیا اب حرام ہونے کا فتویٰ دے سکتے ہو' ہرگز نہیں۔

اسی طرح نیاز و نذر عرفی پر عرفِ عام میں یہ الفاظ بولے جائیں کہ داتا کی نیاز' سلطان الہند کی نیاز تو اس سے وہ چیز حرام نہیں ہو گی۔

نذر شرعی اور نذر و نیاز عرفی کی شرائط اور قواعد و ضوابط میں ایک واضح اور روزِ روشن کی طرح واضح فرق ہے' جس کو ہر اہلِ علم آسانی سے سمجھ جاتا ہے لیکن جن کو مسلمانوں پر شرک و بدعت اور فلاں حرام' فلاں حرام کے فتوے لگانے کا جنون ہے ان کی اُلٹی کھوپڑی میں یہ بات جو اتنی واضح ہے' سمجھ میں نہیں آتی۔

اور جب نذر و نیاز عرفی پر اعتراضات کرنے لگتے ہیں تو نذر شرعی کے دلائل پیش کر کر کے اپنی جہالت اور بے وقوفی کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہیں۔ نذر شرعی کیلئے درج ذیل اصول ملاحظہ فرمائیں۔

مسلم شریف کتاب النذر کے پہلے باب میں عضباء اونٹنی والی لمبی حدیث کے

آخر میں ہے:

لَاوَفَآءَ لِنَذْرٍ فی مَعْصِیَۃٍ وَلَا فِیْمَا لَا یَمْلِکُ الْعَبْدُ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ حُجْرٍ لَا نَذْرَ فِی مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ۔

گناہ کی نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا اور نہ اس چیز کی نذر کو پورا کیا جائے گا جس کا انسان مالک نہیں ہے اور ابن حُجر کی روایت میں ہے: اللہ کی معصیّت میں نذر پوری نہیں کی جائے گی۔

اگر کوئی یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں سر پر چوٹی رکھوں گا۔ ہاتھوں میں کنگن پہن کے رکھوں گا۔ گلے میں گھنٹیاں اور پاؤں میں گھنگرو پہن کر رکھوں گا' وغیرہ وغیرہ تو اس نذر کو ہرگز ہرگز پورا نہیں کیا جائے گا اور اس کا کفارہ ادا کیا جائے گا صاحب تفسیر تبیان القرآن' شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد۴ کے صفحہ نمبر ۵۳۴ تا ۵۵۴ میں نذر کے موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔

اختصار کے ساتھ اس میں چند ضروری حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

نذر: علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں ''نذر منت ہے' انسان جس کام کی منت مان کر اس کو اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے اس کو نذر کہتے ہیں''۔

قرآن مجید میں ہے کہ عمران کی بیوی نے کہا ''رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا ۔ اے میرے پروردگار جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے' میں اس کی تیرے لئے منت مانتی ہوں کہ میں اس کو دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی''۔

نذر کا حکم: نذر کا پورا کرنا واجب ہے' قرآن مجید میں ہے:

ولیوفوا نذورھم (حج:۲۹)

وہ اپنی نذروں کو پورا کریں۔

ہر چند کہ قرآن مجید سے نذر پورا کرنے کا لزوم فرضیت کا تقاضا کرتا ہے لیکن چونکہ اس آیت کی لزوم پر قطعی دلالت نہیں کرتا اس لئے نذر کا پورا کرنا فرض نہیں' واجب ہے اور لزوم قطعی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مطلقاً نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے چنانچہ معصیت کی نذر کو عبادات نافلہ کی نذر کو اور عبادات واجبہ غیر مقصودہ کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں "نذر کا پورا کرنا' کتاب' سنت اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے"۔

(ردالمحتار جلد ۳'ص ۹۱'مطبوعہ استنبول)

نذر کی شرائط: مُلّا نظام الدین نے نذر کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں۔

۱۔ جس چیز کی نذر مانی ہے اس کی جنس سے کوئی عبادت شرعاً واجب ہو' اس لئے عیادت مریض کی نذر صحیح نہیں ہے۔

۲۔ جس چیز کی نذر مانی ہے وہ عبادت مقصودہ ہو' کسی دوسری عبادت کا وسیلہ نہ ہو' اسی لئے وضو اور سجدہ تلاوت کی نذر صحیح نہیں ہے۔

۳۔ جس چیز کیلئے نذر مانی ہے وہ فی نفسہ معصیت نہ ہو۔ (البحرالرائق)

۴۔ جن عبادات کی نذر مانی ہو وہ فی نفسہا فرض یا واجب نہ ہو مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز کی نذر مان لے تو صحیح نہیں ہے۔

۵۔ جس عبادت کی نذر مانی ہو اس کا کرنا محال نہ ہو مثلاً کوئی شخص یہ کہے "اگر اللہ تعالیٰ نے میرا کام کردیا تو میں گذشتہ کل میں روزہ رکھوں گا"۔ (البحرالرائق)

نوٹ: ان شرائط سے واضح ہے کہ اولیاء کرام کیلئے جو نذر مانی جاتی ہے وہ شرعی نذر نہیں ہوتی بلکہ اَز راہِ اَدب اسے نذر کہا جاتا ہے۔

نذر کی اقسام: علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نذر کی چار قسمیں ہے:

۱۔ عبادت جیسے نماز

۲۔ معصیّت جیسے زنا

۳۔ مکروہ جیسے نوافل ترک کرنے کی نذر

۴۔ مباح جیسے مباح کھانے پینے یا مباح لباس پہننے کی نذر۔

عبادت کی نذر کو پورا کرنا لازم ہے اور باقی اقسام کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۳، ص ۲۰۸، مطبوعہ مصر)

صحیح یہ ہے کہ عبادت کی نذر کو پورا کرنا لازم ہے۔

معصیّت کی نذر کو پورا کرنا' معصیت کی نوعیت کے اعتبار سے ممنوع ہے۔

حرام کی نذر کو پورا کرنا حرام ہے۔

مکروہ کی نذر کو پورا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مکروہ تنزیہی کی نذر کو پورا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

اور مباح کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

غیر مقلدین کا قول یہ ہے کہ میت کی نذر کو اس کی طرف سے پورا کرنا واجب ہے۔ خواہ روزہ کی نذر ہو یا نماز کی' (کیونکہ ظاہراً احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے) اور فقہاء شافعیہ نے کہا کہ میت کی طرف سے نماز پڑھنا اور حج کرنا جائز ہے۔ اور توضیح میں ہے کہ فقہاء کا مشہور مذہب یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھا جائے' نہ نماز پڑھی جائے۔ اور امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھا جا سکتا ہے' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور غیر مقلدین کا یہی نظریہ ہے' اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے' فرض نہ سنت' زندہ کی طرف سے نہ مُردہ کی طرف سے' کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔ نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی کی طرف سے روزہ رکھے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے یا کسی کی طرف سے روزہ رکھے"۔ (عمدۃ القاری، جلد ۲۳، صفحہ ۲۱۰، ۲۰۹، مطبوعہ مصر)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں' امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا

درآں حالیکہ اس پر حج فرض تھا تو اس کے ورثاء پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے حج کی وصیّت کی ہو یا نہ' اور اگر اس نے حج کی وصیّت کی اور اس کے تہائی مال سے حج کیا جا سکتا ہے تو میّت کی وصیّت کے مطابق اس کی طرف سے حج کیا جائے گا اور اگر میّت کے تہائی ترکہ سے حج نہیں کیا جا سکتا تو میّت کی وصیّت باطل ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری، جلد ۱۰، ص ۲۱۴، مطبوعہ مصر)

خلاصہ یہ کہ فقہاء احناف کے نزدیک میت کی نذر پوری کرنا ورثاء پر اس وقت لازم ہے جب میت نے مالی عبادت یا مال اور بدن سے متعلّق عبادت کی نذر مانی ہو اور میّت کے تہائی (۱/۳) ترکہ سے وہ نذر پوری کی جا سکتی ہو اور میّت نے اس نذر کو پورا کرنے کی وصیّت بھی کی ہو' اگر میّت نے وصیّت نہیں کی تو اس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے' البتہ تبرعاً اور احساناً ورثاء یا ان کا غیر اس نذر کو پورا کر دے تو جائز ہے' جس طرح میّت کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔

اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروّج غلط طریقہ اور اس کی اصلاح کی صورتیں

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانتا ہے "اے سیدی! اگر میرا گم شدہ شخص لوٹ آیا یا میرا بیمار تندرست ہو گیا یا میری حاجت پوری ہو گئی تو میں آپ کو اتنا سونا' چاندی یا کھانا یا موم بتیاں یا تیل دوں گا' یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جس کی نذر مانی ہے وہ میّت ہے اور میّت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا یہ گمان ہے کہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ نہیں میت کا تصرف ہے تو اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

اس کی اصلاح کی یہ صورت ہے کہ نذر ماننے والا اللہ کی نذر مانے اور کہے اے اللہ! اگر میرا مریض شفایاب ہوگیا' یا میرا گم شدہ شخص واپس آ گیا یا میری حاجت پوری ہوگئی تو میں تیری نذر مانتا ہوں کہ میں (مثلاً) سیدہ نفیسہ' یا امام شافعی' یا امام لیث کے مزار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مساجد کیلئے چٹائیاں لے جاؤں گا یا ان مساجد کیلئے تیل یا روپے پیسے لے جاؤں گا۔

نذر اللہ کی ہو اور اولیاء کرام کا ذکر صرف نذر کا مصرف متعین کرنے کیلئے ہو اور جو فقراء اولیاء اللہ کے مزارات یا مساجد پر اس اُمید سے بیٹھے ہوتے ہیں ان پر اس نذر کو خرچ کیا جائے۔

اس نذر کو غنی' عہدہ دار اور سادات پر خرچ کرنا جائز نہیں اور شریعت میں نذر کو اغنیاء پر صرف کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ مخلوق کی نذر حرام ہے اور منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی مزارات کے خادموں کیلئے اس نذر کا لینا جائز ہے الاّ یہ کہ وہ فقراء ہوں اور ان کے اہل و عیال کسب سے عاجز ہوں۔

(ردالمحتار، جلد۲، ص۱۷۵، مطبوعہ استنبول)

مُلّا نظام الدّین حنفی (مرتّب فتاویٰ عالمگیری) نے ذکر کیا ہے:

اکثر عوام اس طرح نذر مانتے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جاتے ہیں اور ان کے مزار کی چادر اُٹھا کر کہتے ہیں " اے سیدی فلاں بزرگ! اگر میری حاجت پوری ہوگئی تو مثلاً آپ کو اتنا سونا دوں گا" یہ نذر بالا جماع باطل ہے۔ ہاں اگر یہ کہے کہ اے اللہ! میں تیری نذر مانتا ہوں کہ اگر مثلاً میرا بیٹا شفایاب ہوگیا تو میں مثلاً سیدہ نفیسہ کے دربار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مسجد کیلئے چٹائیاں اور روشنی کیلئے موم بتیاں دوں گا یا مسجد کے منتظم کو خرچ کیلئے پیسے دوں گا۔ یہ نذر اللہ تعالیٰ کی ہو اور شیخ کا ذکر صرف نذر کے مستحقین کے محل کو متعیّن کرنے کیلئے ہو تو یہ جائز ہے لیکن اس نذر کو غیر فقراء پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کسی ذی عالم پر اور نہ شیخ کے خدّام اور حاضرین پر اِلّا یہ کہ وہ فقراء ہوں۔

پس اولیاء اللہ کے مزارات پر ان کا تقرب حاصل کرنے کیلئے جو پیسے چڑھائے جاتے ہیں وہ بالا جماع حرام ہیں جب تک ان پیسوں کو زندہ فقراء پر خرچ کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور اکثر لوگ اس غلط کام میں مبتلا ہیں۔ النہرالفائق اور البحرالرائق میں اسی طرح لکھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری، جلد ۱، ص ۲۱۶، مطبوعہ مصر)

اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلّق شاہ عبدالعزیز کا نظریہ

آپ فتاویٰ عزیزی میں لکھتے ہیں:

قضاء حاجات کیلئے اولیاء اللہ کی جو نذر معروف اور مروّج ہے، اکثر فقہاء اس

حقیقت کو نہیں پہنچ سکے' انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کر کے یہ کہا ہے کہ اگر ولی کیلئے بالاستقلال نذر ہو تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کیلئے ہو اور ولی کا ذکر صرف بیان مصرف کیلئے ہو تو جائز ہے لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ میت کی روح کو طعام کا ہدیہ پہنچانا امر مسنون ہے اور یہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے' جیسا کہ حضرت سعد کی والدہ کا ذکر صحیحین میں ہے' اس نذر کا خلاصہ یہ ہے کہ فلاں ولی کی طرف اتنی چیز کے ثواب کی نسبت ہے اور ولی کا ذکر نذر شدہ عمل کی تعین کیلئے ہے' مصرف کے ذکر کیلئے نہیں ہے' نذر کرنے والے کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے متعلقین' قرابت دار' خدام اور اہل طریقت ہوتے ہیں اور نذر کرنے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے' اس نذر کا حکم یہ ہے کہ اس کو پورا کرنا صحیح ہے' کیونکہ یہ عبادت مقصودہ ہے۔ ہاں اگر اس ولی کو بالاستقلال حلّالِ مشکلات سمجھتا ہو یا اس کے شفیعِ غالب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو تو یہ شرک ہے اور ایسی نذر نا جائز ہے۔ (فتاویٰ عزیزی، جلد ا، ص ۱۲۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

شاہ عبدالعزیز کا مطلب یہ ہے کہ عوام جو چیزیں اولیاء اللہ کو نذر کرتے ہیں وہ درحقیقت ایصالِ ثواب کا نذرانہ ہے اور لغوی نذر ہے اور یہ ایصالِ ثواب ولی کے خدام' اقرباء اور متعلقین کیلئے ہے اور یہ شرعی نذر نہیں ہے جس میں یہ کہا جائے کہ ''اگر فلاں بزرگ نے میرا یہ کام کر دیا تو میں اس کی درگاہ میں چادر چڑھاؤں گا' یا اس کی درگاہ میں اتنی چیزیں دوں گا'' اور اگر کسی نے ایسا کہا تو یہ نا جائز ہے۔ اس کی تصریح شاہ عبدالعزیز نے اسی فتاویٰ میں اس سے پہلے فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے کر دی ہے۔

(فتاویٰ عزیزی، جلد ا، ص ۹۵، مطبوعہ دہلی)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب آگے صفحہ نمبر ۵۴۳ میں لکھتے ہیں:

ہر چند کہ اولیاء اللہ کو غیر مستقل اور اللہ کے اذن سے متصرف سمجھ کر ان سے مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے لیکن مستحسن بھی نہیں ہے۔ مستحسن یہی ہے کہ ہر حال میں اللہ سے دعا کی جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اذا سئلت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن الله

''جب سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگو''

اس لئے یہ چاہیئے کہ اولیاء اللہ اور دیگر محبوبان خدا کا صرف وسیلہ پیش کیا جائے اور دعا ہر حال میں اللہ سے مانگی جائے اور اپنی حاجات اور مصیبتوں میں غیر اللہ کی نذر ماننا بہر حال ناجائز ہے۔ البتہ عبادات کے ایصالِ ثواب کو نذر کرنا ایک الگ چیز ہے۔

آگے اپنی بحث کا خلاصہ اس طرح پیش کرتے ہیں۔

انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں راہِ اعتدال اپنائے:

ان پڑھ لوگوں کو اولیاء کرام کی نذریں مانتا دیکھ کر' ان کے مزارات مقدسہ کا طواف اور سجدے کرتے دیکھ کر اور مزارات کی تعظیم میں رکوع کی حد تک ان پڑھ لوگوں کو جھکتے ہوئے دیکھ کر مجھے ایک بڑے عرصہ سے رنج اور قلق رہتا ہے' ہر چند کہ ان میں سے کوئی چیز کفر اور شرک نہیں ہے لیکن ان کے حرام ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔ اب افراط اور تفریط کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف وہ انتہاء پسند علماء ہیں جو ان چیزوں کو منع کرنے میں حد شرعی سے نکل گئے اور جو چیزیں حرام تھیں ان کو انہوں نے کفر اور شرک کہہ دیا اور بہت سی چیزیں جو مباح اور مستحب ہیں جیسے میلاد نبوی' غوثِ اعظم کی گیارھویں' فاتحہ' سوم' چہلم اور عرس وغیرہ ان کو بدعت سیئہ اور حرام کہہ دیا اور دوسری

طرف وہ ان پڑھ غالی عوام ہیں جو خدا کو چھوڑ کر اولیاء اللہ کی نذریں مانتے ہیں' نماز' روزہ اور دیگر فرائض پر عمل کرنے اور محرمات سے بچنے کی بجائے میلاد شریف اور گیارھویں شریف کو کافی سمجھتے ہیں' نماز' روزے کے قریب نہیں جاتے اور گیارھویں شریف کو چھوٹنے نہیں دیتے۔ ایک وہ انتہاء پسند علماء ہیں جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں پر غیر شرعی کاموں کو روکنے میں اس قدر جری اور بے باک ہوئے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص اور توہین شروع کر دی کہ یہ کسی چیز کے مالک اور مختار نہیں' ہماری لاٹھی فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نبی اتنا فائدہ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ (العیاذ باللہ) اور بتوں کی آیات کو انبیاء کرام اور اولیاء عظام پر چسپاں کرنا شروع کر دیا' دوسری طرف وہ ناپختہ واعظین ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی شان بیان کرنے میں حد شرعی سے نکل جاتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ دونوں جانبوں سے افراط اور تفریط کو چھوڑ کر اعتدال کو اپنایا جائے کہ حق وہی ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔

سوال: شریعت کے کسی مُطلق حکم کو اپنی رائے سے مقیّد کر دینا شریعت پر دَست اندازی اور اسے تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ یہ جو ایصالِ ثواب کیلئے تیجہ' دسواں' چالیسواں وغیرہ دن اور وقت کی تعیّن سے کئے جاتے ہیں یہ شریعت میں دَست اندازی ہے کیونکہ خیر القرون میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔ نیز جو چیز باوجود داعیہ اور محرّک کے حضرات صحابہ کرام سے ثابت نہ ہو اور صاحبِ شریعت

کی اس پر ترغیب وتحریص بھی موجود نہ ہو یا کسی چیز میں اپنی طرف سے وقت اور کیفیّت کی تعیّن کرلی جائے تو وہی چیز بدعت ہے جس سے سُنّت کی مخالفت لازم آتی ہے جو حرام ہے۔

جواب: آپ نے پیچھے تفصیل سے ملاحظہ فرمایا کہ میّت کو مالی' بدنی اور مرکب عبادات کا ایصالِ ثواب کرنا قرآن وحدیث کے واضح دلائل سے ثابت ہے۔لہٰذا میّت کیلئے ایصالِ ثواب کرنا سنت ہے اور ایصالِ ثواب کی مخالفت کرنا سُنّت کی مخالفت ہے اور سُنّت کی مخالفت بدعت کا فروغ ہے۔

شریعت نے ایصالِ ثواب کو مطلقاً جائز قرار دیا اور اس کیلئے کوئی طریقہ' دن اور وقت مقرّر نہ کیا۔لہذا دن اور رات میں کسی بھی وقت جو کوئی ایصالِ ثواب کرتا ہے' جائز ہے۔

ہم مخالفین اہلسنت سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا ایصالِ ثواب کے مروّجہ طریقوں سے ایصالِ ثواب کے لئے متعیّن کردہ کسی طریقہ کی مخالفت ہوتی ہے؟ کیا قرآن وحدیث سے کسی قطعی یا ظنی دلیل سے ہی کوئی طریقہ مقرر شدہ ہے کہ جس کو تم دلیل میں پیش کرسکو کہ فلاں سنت طریقہ کی مخالفت ہورہی ہے؟ جب کوئی بدعت فروغ پاتی ہے تو اس کے ساتھ اس سے متعلّق سُنّت مٹتی ہے۔سُنّت طریقہ کا وجود خطرے میں پڑتا ہے۔کیا ایصالِ ثواب کے مروّجہ طریقوں سے ایصالِ ثواب کا وجود خطرے میں پڑا ہے یا ایصالِ ثواب کرنے کو فروغ حاصل ہوا ہے؟

اگر یہ کہیں کہ دن، جگہ اور وقت کی تعین کے بغیر ایصالِ ثواب کرنا سنت طریقہ ہے۔ کیونکہ آپ ایصالِ ثواب کیلئے دن، جگہ اور وقت کا تعین کر کے اجتماعی طور پر ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں اور صاحبِ شریعت کی طرف سے اور صحابہ کرام سے اس چیز کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے ایصالِ ثواب کرنے کیلئے کسی دن، کسی جگہ اور کسی مخصوص وقت کا اجتماعی طور پر اہتمام کیا ہو؟ لہذا یہ تعین یوم اور وقت بدعت ہے۔ شریعت میں دست اندازی ہے۔ صاحب شریعت کی اس پر ترغیب و تحریص نہیں۔

❁ حضرات محترم! دن مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ شرع نے تعین کر دی ہو جیسے ایامِ حج، رمضان کے روزے، نمازوں کے اوقات وغیرہ۔ اس میں کسی کو تبدیلی کا اختیار نہیں مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ حج محرم میں ادا کر لیا جائے یا روزے رمضان کی بجائے کسی اور مہینہ میں فرض سمجھے جائیں، یہ کسی طرح ممکن نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شرع نے ایسی تعیّن نہ فرمائی بلکہ انسان نے اپنی مصلحت و ضرورت کے پیشِ نظر تعیّن کی مثلاً فاتحہ کیلئے دوسرے یا تیسرے دن کا تعیّن کرنا اس دوسری صورت کو اگر کوئی شخص شرعی تعیّن کہے تو بلاشبہ وہ شخص بدعتی ہے۔ یہ مخالفینِ اہلسنّت کی مسلمانوں سے بدگمانی اور بغض ہے کہ ان پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ وہ اس تعیّن دن اور وقت کو شرعی تعیّن سمجھتے ہیں۔

شریعت نے کسی جگہ یہ حکم نہ فرمایا کہ انفرادی طور پر اگر کوئی مالی، بدنی یا مرکب عبادت کرو گے تو ایصالِ ثواب ہوگا اور اجتماعی طور پر کرو گے تو نہیں ہوگا، یہ شریعت پر بہت بڑا بہتان ہے کہ اس کے عام حکم کو خاص کیا جائے۔

- میّت کیلئے انفرادی طور پر دُعا کی جاسکتی ہے لیکن اجتماعی طور پر کرنا بھی ثابت ہے جیسے کہ نماز جنازہ اجتماعی طور پر وقت اور جگہ کے تعین کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے' دفن کرنے کے بعد اجتماعی طور پر دعا کی جاتی ہے۔
- میّت پر قرض ہے تو ایک شخص انفرادی طور پر اس کا تمام قرض اپنے ذمہ لے سکتا ہے اور کچھ افراد یا تمام اولاد مشترکہ طور پر بھی قرض اپنے ذمے لے سکتی ہے۔
- پیچھے میّت کیلئے قربانی کرنے کے باب میں آپ نے ایک حدیث حضرت عمرو بن العاص کے والد عاص بن وائل کیلئے سو (۱۰۰) اونٹ قربان کرنے کے متعلق ملاحظہ فرمائی۔ اس سے واضح ہے کہ اگر ان کا والد مسلمان ہوتا تو اس کا ثواب اس کو پہنچتا۔ اب میں چند سوالات پوچھنا چاہوں گا کہ اگر حضرت عمرو کے والد مسلمان ہوتے اور وہ ان کیلئے اونٹ ذبح کرتے تو ان کے ذبح کرنے کیلئے کوئی جگہ مقرر کرتے یا کہ تمام اونٹ الگ الگ جگہوں اور مختلف اوقات میں ذبح کرتے؟

اگر وہ ذبح کرنے میں دوسرے مسلمانوں سے مدد طلب کرتے کہ وہ ان کے ساتھ ذبح کرنے' کھال اتارنے' گوشت بنانے میں تعاون کریں تو کیا اس سے ایصالِ ثواب میں فرق آجاتا اور اس سے ان کے ثواب میں کمی آجاتی۔

- کیا یہ تعاون لینا آج کل کے کلمہ شریف' قل شریف یا قرآن مجید پڑھنے کیلئے دوسروں مسلمانوں سے تعاون لینے کی طرح نہ ہوتا؟

کیا آپ ان کے ان اونٹوں کے ذبح کروانے پر نکتہ چینی کرتے کہ ہوسکتا ہے کہ فلاں نے ٹھیک طرح سے ذبح نہ کیا ہو؟ اگر خود ذبح کرتے تو ثواب ملتا' دوسرے مسلمانوں سے ذبح کرانے کا کیا اعتبار؟

اگر دوسرے مسلمانوں سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے ذبح کرنے میں مدد لینا جائز ٹھہرتا تو یہ کلمہ شریف پڑھنے' قل شریف' سورہ یٰسین شریف' قرآن مجید پڑھنے میں تعاون لینا بھی جائز ہے۔

کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مقرر شدہ تعداد یعنی پچاس اونٹ ذبح کرنے پر اعتراض کیا کہ اونٹ ذبح کرنے کا فائدہ پہنچے گا لیکن یہ تعداد متعین کرنا جائز نہیں؟

❁ ایک شخص ہر سال اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کیلئے (۱۰) سلائی مشینیں غریب عورتوں میں تقسیم کرتا ہے اور تقسیم کرنے کیلئے دن اور جگہ مقرر کرتا ہے کہ فلاں تاریخ کو آپ میرے گھر سے وصول فرمالیں کہ اس دن تک میں ان کا اہتمام کرلوں گا۔

تو کیا اس کا یہ مقرر شدہ تعداد میں مشینیں تقسیم کرنا اور وہ بھی دن اور جگہ متعین کر کے تقسیم کرنا بدعت ہے؟ کیا اس کا اس کے والدین کو کوئی ثواب نہیں ملے گا؟

اچھا اگر وہ مختلف اوقات اور مختلف دنوں میں تقسیم کرتا ہے تو کیا یہ اس کی طرف سے شریعت میں دست اندازی ہوگی کہ خیر القرون میں تو غریبوں' مسکینوں کو سلائی مشینیں' واشنگ مشینیں' واٹر کولر' پنکھے' چارپائیاں' بستر وغیرہ تقسیم کرنے کا تو کوئی وجود نہیں ملتا' نہ ہی صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب وتحریص ملتی ہے کہ اس طرح مالی امداد کرو گے تو ایصالِ ثواب ہوگا۔

❁ ایک شخص ہر سال کسی مسجد کی چٹائیوں' دریوں یا قالین کیلئے مسجد انتظامیہ کو مطلوبہ رقم فراہم کرتا ہے اور اس کا ثواب اپنے والدین کو ہدیہ کرتا ہے۔

کیا اس طرح ایصالِ ثواب کرنا صحابہ کرام سے ثابت ہے؟

کیا صاحبِ شریعت نے اس طرح ایصالِ ثواب کرنے کی ترغیب دی؟

کیا اس کا ہر سال دریاں یا قالین دینا شریعت کے حق پر دست اندازی نہیں؟

ایک شخص سارا رمضان مسجد میں پانچ کلو کھجوریں نمازیوں کے روزہ افطار کرنے کیلئے بھیجتا ہے اور اس کا ثواب اپنے والدین کے نام ہدیہ کرتا ہے۔

اس کا یہ اس طرح ایصالِ ثواب کرنا کہ مقررہ وزن میں، مقررہ دنوں میں، مقررہ مسجد کے نمازیوں کے روزہ کھلوانے کیلئے کھجوریں دینا، کیا یہ شریعت میں دست اندازی ہوگا کہ خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کیا ان کا اس طرح اپنے والدین کو ایصالِ ثواب نہ کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس طرح ایصالِ ثواب کرنا بدعت ہے؟ شریعت کے احکامات کو بدلنا ہے؟

دیوبندی، وہابی کسی سے رقم بٹورنے کیلئے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اپنے مرحوم والد، اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ یا کسی بھائی وغیرہ کے ایصالِ ثواب کیلئے ہماری لائبریری میں اتنی رقم کی کتابیں رکھوا دیں جب تک طالب علم، علماء کرام اور دوسرے حضرات ان کتابوں سے استفادہ کرتے رہیں گے اس کا ثواب آپ کے ان مذکورہ بالا اشخاص کو پہنچتا رہے گا۔

یہ آپ کیلئے بھی اور آپ کے مرحوم .... کیلئے بھی صدقہ جاریہ ہے۔

کیا صحابہ کرام نے یا قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس طرح لائبریریوں میں کتابیں رکھوا کر اپنے مرحوم عزیز و اقارب کو ایصالِ ثواب کیا؟

کیا صاحبِ شریعت نے اس طرح اپنے مرحوم عزیز و اقارب کو ایصالِ ثواب کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی؟

کیا صرف غریب طلباء کے پڑھنے سے ہی ان کو ثواب پہنچے گا یا جو کوئی بھی پڑھے گا سب کے پڑھنے سے ان کے مرحوم عزیز و اقارب کو ثواب پہنچے گا؟

❁ دیوبندی' وہابی حضرات کے اکثر و بیشتر مدرسوں کے انتظام و انصرام کا انحصار بازار کے دوکانداروں' کاروبار حضرات اور گردونواح کے امیر' اہلِ ثروت حضرات کے ماہانہ چندہ پر ہوتا ہے۔ یہ جب کسی سے ماہانہ چندہ لگوانا ہوتا ہے تو یہی فریب اکثر و بیشتر دیتے ہیں کہ آپ کسی مرحوم عزیز و اقارب کے ایصالِ ثواب کیلئے ماہانہ چندہ دیا کریں' اس کا آپ کو آپ کے مرحوم عزیز کو بھی فائدہ ہوگا۔ اور اکثر و بیشتر مہینے کی پہلی یا دوسری تاریخ کو ان سے ماہانہ چندہ وصول کرتے ہیں۔

کیا اس طرح چندہ دینے والے اور اس کے عزیز کو ایصالِ ثواب کرنے کا یہ طریقہ قرونِ اولیٰ میں موجود تھا؟

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ماہانہ کسی مدرسہ کی مدد کر کے ایصالِ ثواب کرنے کی ترغیب دلائی؟

کیا یہ مقررہ تاریخ کو ماہانہ ایک ہی رقم کا چندہ لینا اور دینا شریعت میں دخل اندازی نہیں؟

❁ جب دیوبندی حضرات مسجد' مدرسہ تعمیر کرتے ہیں تو پانی کی موٹر یا پنکھے وغیرہ لگوانے کیلئے مسجد میں اور لوگوں کے گھروں میں بھی جا کر' دوکانداروں اور کاروباری حضرات کے پاس جا کر اپیل کرتے ہیں کہ آپ مسجد میں' مدرسہ میں پانی کا موٹر پمپ لگوا دیں جب تک لوگ اس پانی سے وضو کرتے رہیں گے۔ طالب علم اور ان کے اساتذہ فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ ان کا ثواب آپ کو اور آپ کے ان مرحوم عزیز و اقارب کو

پہنچتا رہے گا جن کو ایصالِ ثواب کرنے کیلئے آپ موٹر لگوا کردیں گے یا پنکھے لگوا کردیں گے کہ نمازی حضرات سخت گرمی کے موسم میں ان کے نیچے نمازیں ادا کریں گے۔ طالب علم قرآن پاک حفظ کریں گے یا نصابی کُتب پڑھیں گے۔

کیا صاحبِ شریعت نے اس طرح ایصالِ ثواب کرنے کی ترغیب دلائی؟

کیا صحابہ کرام یا قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اس طرح اپنے مرحوم عزیز و اقارب کو ایصالِ ثواب کیا؟

کیا غریب نمازیوں کے وضو کرنے یا پنکھے کے نیچے نماز پڑھنے سے ثواب ملے گا کہ امیر نمازیوں کے وضو کرنے یا پنکھے کے نیچے نماز پڑھنے سے بھی ثواب ملے گا؟

❁ جب وہابی' دیوبندی حضرات کسی جگہ نیا مدرسہ قائم کرتے ہیں تو مدرسے کے طلباء کو اکثر و بیشتر اس علاقے کے امیر گھروں سے دو وقت کا کھانا لگوا دیتے ہیں اور ان امیر لوگوں کو گھیرنے کیلئے طریقہ واردات یہی ہوتا ہے کہ اپنے کسی عزیز و اقارب کے ایصالِ ثواب کیلئے غریبوں' مسکینوں اور نادار طلباء کو کھانا کھلانے کا بڑا اجر ہے اور طلباء کو کھلانا تو صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک علم حاصل کرتے رہیں گے' آگے علم پھیلاتے رہیں گے آپ کے اس مرحوم عزیز کو جس کے ایصالِ ثواب کیلئے آپ ان کو دو وقت کھانا کھلائیں گے ثواب پہنچتا رہے گا۔

کیا صاحبِ شریعت نے اس طرح ایصالِ ثواب کرنے کی ترغیب دلائی؟

کیا صحابہ کرام یا قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اس طرح اپنے مرحوم عزیز و اقارب کو ایصالِ ثواب کیا؟

محترم قارئین حضرات ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں سے حسن ظن رکھتے ہوئے

اس طرح کے خودساختہ فتوؤں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

❁ ہمارے ہر عالم دین کا مؤقف یہی ہے کہ ایصالِ ثواب کیلئے تعین یوم ضروری نہیں، ایصالِ ثواب کسی دن اور کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے لیکن سہولت کیلئے تعین یوم میں کچھ حرج بھی نہیں کیونکہ یہ شرعی تعین نہیں، شریعت میں اس طرح کی تعین یوم کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ یہ تعین یوم بطور مصلحت اختیار کی جاتی ہے، ان کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہوتا کہ ان دنوں کے علاوہ کسی اور دن یا وقت فاتحہ دلوائی جائے تو جائز نہ ہوگی یا اس کا ثواب نہیں ملے گا۔ (معاذ اللہ)

❁ سب اہلِ علم جانتے ہیں کہ اموات کیلئے ایصالِ ثواب ایک مستحب امر ہے۔ فرض یا واجب نہیں، جب اصل ایصالِ ثواب فرض یا واجب نہ ہوا تو تعین یوم کو کون نادان فرض یا واجب کہہ دے گا۔

❁ اسلام دینِ فطرت ہے اور یہ لوگوں کی سہولت کو مدِ نظر رکھتا ہے۔ اسلام میں شریعت کیلئے ہی نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، حج کے ایام مقرر ہیں، رمضان کے روزوں کے ایام، سحری اور افطار کے مقرر اوقات ہیں، سہولت کیلئے ہی عید کے دن وقت مقرر کیا جاتا ہے تا کہ لوگ مقررہ وقت پر عید گاہ پہنچ سکیں۔ حتیٰ کہ نماز جنازہ میں سہولت کیلئے ہی وقت مقرر کیا جاتا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ نماز جنازہ میں شرکت کر سکیں۔

قرآن کریم، سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہا کرام سے یہی ثابت ہے کہ نیک کام کیلئے ایام کی تعیین بلاشبہ جائز ہے۔ یہ جو ایصالِ ثواب کیلئے تعیین ایام ہے یہ تعیین محض عادی ہے یہ تعیین شرعی نہیں کہ یہ صرف اسی دن ہو سکتا ہے اسی وقت ہو سکتا ہے

❁ اگر آپ اس قائدہ کلیہ کو تسلیم نہیں کریں گے تو آپ معاشرے سے کٹ

جائیں گے۔ آپ اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کرنے لگتے ہیں تو باقاعدہ دن اور وقت مقرر کرتے ہیں کہ اتنے بجے بارات روانہ ہوگی' اتنے بجے ولیمہ ہوگا۔ آپ اپنے کسی عزیز و اقارب کو اس طرح کا کارڈ بھیج سکتے ہیں کہ میرے بیٹے یا بیٹی کی شادی طے پائی ہے لیکن تعین یوم اور وقت شریعت میں دست اندازی ہے اس لئے کسی بھی دن کسی بھی وقت بارات روانہ ہو سکتی ہے۔

❁ آپ کسی مولوی صاحب سے نکاح پڑھوانے کیلئے جائیں اگر وہ آپ کی طرح کا سر پھرا ہو تو کہے کہ حضرت نکاح پڑھوا دوں گا لیکن دن اور وقت مقرر نہیں کروں گا کسی بھی دن اور کسی بھی وقت آ جاؤں گا لیکن فیس ضرور لوں گا کیونکہ اس پر صاحب شریعت نے ترغیب دلائی ہے اور صحابہ کرام اور خیر القرون میں بھی فیس لی جاتی رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ برات کھانوں کی بھی کھاؤں گا۔

❁ آپ کسی ادارے میں ملازمت کے سلسلہ میں جاتے ہیں۔ وہ آپ سے کہتے ہیں کہ آپ کو صبح ۸ بجے تا شام ۴ بجے ڈیوٹی دینا ہوگی اور آپ کو جمعہ کے دن چھٹی ہوگی۔ آپ جواب میں کہیں گے کہ یہ وقت اور دن متعین کرنا میں تسلیم نہیں کرتا تو کیا آپ کو ملازمت مل سکتی ہے؟

آپ کسی مدرسہ میں مدرس ہیں۔ آپ کے پیریڈ مقرر ہیں آپ کیلئے چھٹی کا دن مقرر ہے۔ کیا آپ اپنے مدرسہ کے مہتمم کو کہہ سکتے ہیں کہ میں اس تعین وقت یا چھٹی کے دن کو تسلیم نہیں کرتا۔ میں کسی بھی دن چھٹی کر لیا کروں گا اور کسی بھی وقت طلباء کو پڑھا دیا کروں گا۔ کیا وہ مدرسہ کے مہتمم صاحب آپ کو مدرسہ میں ملازمت میں رہنے دیں گے؟

المختصر یہ تعیین وقت اور ایام محض سہولت کیلئے ہے۔

اب میں کسی مستحب امر کیلئے تعیّن یوم و وقت کے احادیث سے دلائل ثبوت میں پیش کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے بَابُ الْبُکَاءِ عَلَی الْمَیِّتِ کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مرد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے ہیں اور حدیثیں سنتے ہیں' ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرمائیں تا کہ اس دن ہم بھی حاضر ہوں اور آپ ہمیں بھی اسلام کے احکام سکھائیں' جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمائے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم فلاں دن فلاں جگہ پر جمع ہو جانا''۔

حسبِ ارشاد خواتین وہاں جمع ہو گئیں تو سرکار وہاں تشریف لائے' ان احکام سے ان کو آگاہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے سرکار کو سکھائے تھے' پھر سرکار نے فرمایا ''تم میں کوئی خاتون ایسی نہیں ہے جس نے اپنے تین بچوں کو اپنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں بھیجا ہو تو یہ بچے اس کے لئے آگ (دوزخ) سے پردہ بن جائیں گے''۔ ایک عورت نے کہا اگر کسی کے دو بچے فوت ہوئے ہوں' یہ جملہ اس نے دوبارہ ادا کیا تو سرکار نے بھی دو مرتبہ فرمایا ''ہاں دو بھی' ہاں دو بھی''۔ (بخاری شریف)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب فَضْلِ مَنْ مَّاتَ لَہٗ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ ......'' میں ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب البر والصلۃ والادب کے باب فَضْلِ مَنْ

يَمُوْتُ لَهٗ وَلَدٌ فَيَحْتَسِبُهٗ میں ہے۔

❁ ترمذی شریف ابواب الآداب میں ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے وعظ کے دن مقرر فرمادیتے تھے تاکہ ہم پر گراں نہ ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت شقیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر جمعرات کو مجلس وعظ منعقد کر کے دین کی باتیں بتاتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ سنائیں' آپ نے فرمایا'' مجھے یہ بات روکتی ہے کہ میں تمہیں روزانہ نصیحتیں کر کے تنگ کروں اور یہ مجھے پسند نہیں البتہ میں ناصحانہ انداز میں تمہاری خبر گیری رکھتا ہوں جس طرح ہمارے اُکتا جانے کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خبر گیری فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

اسی مفہوم کی حدیث بخاری شریف کتاب الرقاق کے بَابُ الْمَوْعِظَةِ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ میں بھی ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ:

۱۔ مجلس وعظ کیلئے دن اور جگہ کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمعرات کا دن مقرر کیا ہوا تھا تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ جمعرات کے علاوہ کسی اور دن مجلس وعظ منعقد نہیں کی جا سکتی۔

۴۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ شرعی تعین اور عرفی تعیین کے احکامات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

مجلس وعظ کیلئے دن' جگہ اور وقت کا تعین کرنا سہولت کے پیش نظر ہے۔

یہ کسی بھی دن' کسی بھی جگہ اور کسی بھی وقت منعقد کی جاسکتی ہے۔

نمازوں کے اوقات' حج کے ایام' روزوں کے اوقات' رمضان میں روزوں کے ایام کی طرح ان پر تعین شرعی کا حکم لاگو نہیں کیا جاسکتا۔

معترض نے جو کہا کہ شریعت کے کسی مطلق حکم کو اپنی رائے سے مقید کر دینا شریعت پر دست اندازی اور اسے تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ یہ جو ایصالِ ثواب کیلئے دن اور یوم کی تعین کے ساتھ محافل ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ شریعت پر دست اندازی ہے۔ معترض کا تعین عرفی پہ تعین شرعی کا فتویٰ لگانا اس کی جہالت کا واضح ثبوت ہے۔ ختم سوم صرف تیسرے دن ہی نہیں کیا جاتا' دوسرے' تیسرے دن جب اور جس وقت (صبح' دوپہر۔ شام) چاہے کرتے ہیں اور اپنی سہولت کے پیش نظر اس کا تعین کرتے ہیں۔ محض تیجا یا سوم نام مشہور ہو جانے پر اس پر شرعی تعین کا فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا۔

ختم قل شریف میں صرف سورہ اخلاص ہی نہیں پڑھی جاتی' کوئی درود شریف پڑھتا ہے' کوئی قرآن پاک پڑھتا ہے' کوئی کلمہ شریف پڑھتا ہے' کوئی تسبیحات پڑھتا ہے' کوئی آیت کریمہ پڑھتا ہے۔

عرف عام میں اس کا نام ختم قل شریف مشہور ہونے پر اس پر تعین شرعی کا فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا۔

اسی طرح دسویں' چالیسویں اور سالانہ ختم ٹھیک دسویں دن' ٹھیک چالیسویں

دن، ٹھیک سال گزرنے کے دن اور کسی ایک وقت میں ہی نہیں منعقد کئے جاتے۔ اپنی سہولت کے پیش نظر کوئی سا چھٹی کا دن اور کسی بھی نماز کے بعد کا وقت مقرر کرلیا جاتا ہے۔ لہٰذا تعین یوم و وقت شرعی کا فتویٰ لاگو کرنا خود شریعت پر افتراء ہے۔

محض نام رکھنے سے تعین یوم و وقت ثابت نہیں ہو جاتا۔ کسی بھی مستحب کام کیلئے کوئی سا دن اور کوئی سا وقت مقرر کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو پھر اس پر فرض یا واجب کرنے کا اعتراض کرنا بے جا ہے۔ مسلمانوں کو بدعتی ثابت کرنے کا مالیخولیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الصّوم کے بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر پہلی وحی آئی"۔ (مُسلم)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دوشنبہ کا روزہ رکھنا فرض، واجب ہے یا مستحب ہے؟

فرض یا واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا نفلی روزہ ہے۔ اگر آپ سنت مؤکدہ کہیں تو پھر ہر سوموار کو آپ کیوں روزہ نہ رکھ کر سنت مؤکدہ کے تارک ہوتے ہیں؟ اگر آپ بھی مستحب سمجھتے ہوئے ہر سوموار کو روزہ رکھتے ہیں اور مشہور نام "صوم دو شنبہ" سے رکھتے ہیں تو کیا یہ روزہ رکھنا گناہ اور بدعت ہوگا؟ کیا اس طرح مقررہ دن، مقررہ نام، مقررہ اوقات کے اندر روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

سنن ابوداؤد شریف کتاب الصیام کے باب فِي صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ میں ہے:

مولیٰ قُدَامَہ بن مَظْعُون نے مولیٰ اُسَامَہ بن زید سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اونٹ تلاش کرنے وادی القریٰ گئے۔ چنانچہ وہ (حضرت اُسامہ) پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کے مولیٰ نے ان سے کہا کہ آپ پیر اور جمعرات کو روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں۔

❁ سنن ابوداؤد شریف کتاب الادب کے باب فِیْ ھِجْرَۃِ الرَّجُلِ اَخَاہُ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر پیر اور جمعرات کے روز جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں"۔

یہ حدیث مسلم شریف کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف کتاب الادب کے باب ما ینھی عنہ من التھاجر والتقاطع میں ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں کے اعمال ہر ہفتے میں دو دفعہ پیش کیے جاتے ہیں یعنی پیر اور جمعرات کے روز"۔ پس ہر مومن بندے کو بخش دیا جاتا ہے ماسوائے اس آدمی کے جس کا اپنے بھائی کے ساتھ کینہ ہو۔ پس کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ مل جائیں۔ (مُسلم)

❁ بخاری شریف کتاب الوکالہ کے باب مَا جَآءَ فِی الْغَرْسِ میں ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوا

کرتے تھے کیونکہ ایک بڑھیامائی صاحبہ ہمارے لئے چقندر کی جڑیں لیتی جس کو ہم اپنی کیاریوں میں لگاتے تھے۔ان جڑوں کوایک ہنڈیا میں ڈالتی اوراس میں چند جَو کے دانے بھی ڈال دیتی تھی۔اس میں چربی یا چکنائی نہ ہوتی تھی۔جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تواس مائی صاحبہ کے پاس جاتے تووہ ہمارے سامنے مذکورہ پکوان رکھ دیتی اس لئے ہمیں جمعہ کے دن بڑی خوشی ہوتی تھی۔(بخاری،جلد ا،ص ۳۱۶)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجمعہ کے باب ''قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض...... ''میں بھی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس صحابیہ نے صحابہ کرام کی دعوت کا اپنی طرف سے اپنی سہولت کیلئے ایک دن مقرر فرمایا ہوا تھا اور ایک مقررہ وقت' مقررہ جگہ پر صحابہ کرام اس کو کھا کر بہت خوش ہوتے۔

کیا اس پر تعین شرعی کا حکم لگایا جا سکتا ہے کہ اس طرح دن اور وقت کا تعین کر کے انہوں نے شریعت پر دست اندازی کی ہے؟

۞ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے بَابُ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ کی تیسری فصل میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی میرے یہاں باری ہوتی تو سرکار رات کے آخری حصہ میں قبرستان تشریف لے جاتے اور وہاں یہ کلمات فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ — اس بستی کی ایماندار قوم تم پر سلامتی ہو

وَاَتَاکُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ — تمہیں وہ چیز مل گئی جس کا تم سے کل تک

وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ — کا وعدہ کیا گیا تھا اور تمہیں مہلت دی گئی

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

تھی اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ خداوندا! بقیع غرقد کے مومنین کی مغفرت فرما۔ (مسلم)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص دن، مخصوص جگہ، مخصوص کلمات ادا کرنا کیا نماز، روزے، حج کی طرح کی شرعی تعین ہے؟

اگر کوئی رات کے آخری حصہ قبرستان جا کر یہ دعا نہیں مانگتا تو کیا اس پر تارک فرض یا واجب کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے؟

صحابہ کرام یا خیر القرون کے مسلمان جو اس طرح زیارت قبور نہ کرتے رہے کیا وہ فرض یا واجب کے تارک ہوئے؟ کیا ان پر بھی فرض یا واجب کے تارک کا فتویٰ لگاؤ گے۔ کیا انہوں نے اس کو ترک کر کے شریعت میں دست اندازی کی؟

جس طرح اضافہ کرنا دست اندازی ہے اسی طرح ترک کرنا بھی دست اندازی ہے۔ کیا اس سنت کی مخالفت حرام نہیں؟

کیا اس طرح مسلسل قبرستان آخری حصّہ میں نہ جانا سُنّت کو مٹانا نہیں؟

خدارا! فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب، مباح کو پہچانیں اور اس کے دلائل اور تقاضوں کو مدنظر رکھ کر فتویٰ لاگو کیا کریں۔

اگر اس کا نام "فلاں دن کی زیارت قبور" رکھ دیا جائے تو کیا یہ بدعت ہو جائے گی؟

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے بَابُ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ کی تیسری فصل میں ہی ہے:

حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک الفاظ حدیث

جمعہ کے دن والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کا نام نیکوکاروں میں لکھا جاتا ہے۔ (بیہقی در شعب الایمان)

کو پہنچاتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص

کچھ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ہر جمعہ کو صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے والد یا والدہ یا دونوں کی قبور کی زیارت' فاتحہ پڑھنے کیلئے قبرستان جاتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی سہولت کے پیش نظر نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد قبرستان جاتے ہیں۔ اب یہ جمعہ کے دن کا تعین اور پھر صبح کی نماز یا جمعہ کی نماز کے بعد کے وقت کا تعین آپ کے نزدیک شریعت میں دست اندازی اور اسے تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔

کیا صحابہ کرام یا خیر القرون میں ان اوقات میں زیارت قبور کا ثبوت ملتا ہے؟

کیا اس طرح زیارتِ قبور کرنے والا سنت کی مخالفت کرنے والا اور بدعتی ہے؟

جمعہ کو تو یہ فضیلت حاصل ہے کیا دوسرے ایام میں اپنے والدین کی قبور کی زیارت کرنے والا گنہگار ہوگا؟

❁ بخاری شریف کتاب الکفالہ کے باب جَوَارِ اَبِیْ بَکْرٍ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِهٖ میں ہے:

حضرت عُروَہ بن زُبَیْر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں نے ہوش نہیں سنبھالا مگر اپنے والدین کو دین برحق پر عمل کرتے ہوئے پایا اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرا مگر اس کے دونوں کناروں میں سے صبح یا شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے تھے۔

اس حدیث سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روزانہ ایک مقررہ وقت پر ایک

مقررہ جگہ تشریف لے جانا ثابت ہے۔

یہ تعین شرعی نہیں بلکہ محض تعین عادی ہے۔

❁ مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن میں مختلف سورتوں کو مختلف اوقات میں پڑھنے کی احادیث ملتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ:

جب تم رات کو بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی آخر تک پڑھو۔ (بخاری شریف)

کلام الٰہی تعیین وقت اور تعیین مقام کے ساتھ پڑھنا ثابت ہوا۔

۲۔ حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھے تو وہ دونوں آیتیں اس کو کفایت کرتی ہیں''۔ (متفق علیہ)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ رات کو جب بستر پر لیٹتے تو سورۂ اخلاص، سورہ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان پر دَم کرتے اور جسم پر جہاں تک ہاتھ جاتا ہاتھ پھیرتے تھے اور ہاتھ سر کی جانب سے چہرہ تک لاتے پھر جسم کے اس حصہ تک پھیرتے جہاں تک ہاتھ جاتا اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے۔ (متفق علیہ)

❁ بخاری شریف کتاب الجهاد والسیر کے باب مَنْ اَرَادَ غَزْوَةً فَوَرّٰى بِغَيْرِهَا وَمَنْ اَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ میں ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے روز غزوۂ تبوک کیلئے نکلے اور آپ

جمعرات کے روز سفر پر نکلنا پسند فرماتے تھے۔

اس تعیین یوم میں خاص برکات مخفی ہوں گی۔ ویسے دن اور رات کے کسی بھی وقت سفر شروع کر سکتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب صَلٰوۃِ الْاِسْتِسْقَاءِ کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو سرکار نے (عیدگاہ میں) منبر بچھانے کا حکم دے کر لوگوں کو ایک دن عیدگاہ میں مجتمع ہونے اور خود تشریف لانے کی نوید دی۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دن سرکار اس وقت حجرہ سے باہر تشریف لائے جبکہ سورج کا کنارہ چمکا تھا۔ آپ عیدگاہ میں آ کر منبر پر بیٹھے' اللہ کی تکبیر وتحمید کی اور اس کے بعد (دُعا) فرمائی۔ اللہ کے حکم سے بارش ہوئی۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے تعیین یوم' تعیین وقت کے ساتھ دُعا فرمانا ثابت ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ کے بَابُ الْمَسَاجِدِ وَ مَوَاضِعِ الصَّلٰوۃِ کی پہلی فصل میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر ہفتہ کے دن پیدل یا سواری پر قبا (مسجد) تشریف لاتے اور وہاں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (متفق علیہ)

(صحیح بخاری شریف ص ۱۵۱/۱، باب من اتی مسجد قباء کل سبت)

 كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُ قَبْرَ حَمْزَةَ

بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ كُلَّ جُمُعَةٍ وَ عَلَّمَتْهُ بِصَخْرَةٍ. (تفسیر قرطبی،ص ۳۸۱،الجزو العاشر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کے دن سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت فرماتیں اور آپ نے قبر انور پر ایک پتھر بھی بطور نشانی رکھ دیا تھا۔

❁ سنن ابوداؤد شریف کتاب الطب کے باب مَتٰی تُسْتَحَبُّ الْحَجَامَةُ میں ہے:

سہیل کے والد ماجد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے سترہ تاریخ کو پچھنے لگوائے یا انیسویں کو یا اکیسویں تاریخ کو تو یہ اس کیلئے ہر بیماری سے شفاء ہے۔

نوٹ: بقایا اعتراضات کے جوابات بشرطِ زندگی جلد نمبر ۲ میں پیش کروں گا۔

ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف

کے موضوع پر کتب برائے استفادہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	پبلشر
۱۔	انوارِ ساطعہ	حضرت مولانا عبدالسمیع انصاری علیہ الرحمۃ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
۲۔	بوارق لامعہ رد براہین قاطعہ	مولانا نذیر احمد خاں محدث رامپوری علیہ الرحمۃ	فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموں کے
۳۔	جاء الحق	مفسر قرآن و شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ	ضیاء القرآن، پبلی کیشنز لاہور، کراچی
۴۔	مقیاس حنفیت	مناظر اعظم مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمۃ	المقیاس پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور
۵۔	توضیح البیان	مفسر قرآن، شارح صحیح مسلم حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
۶۔	محاسبۂ دیوبندیت (جلد اوّل)	مناظر اہلسنت حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی	ادارہ غوثیہ رضویہ کریم پارک مصری شاہ لاہور، انجمن انوار القادریہ کراچی
۷۔	ایصالِ ثواب	خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا علامہ ظفر الدین قادری رضوی بریلوی علیہ الرحمۃ	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
۸۔	مسئلہ ایصالِ ثواب	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری	اشاعت القرآن پبلی کیشنز الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

۹-	ایصالِ ثواب مع روئیداد مناظرہ راولپنڈی	مناظر اسلام پروفیسر محمد سعید احمد اسد	مرکزی دفتر سنی اتحاد جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد
۱۰-	ایصالِ ثواب	علامہ منیر احمد یوسفی ایم اے	نگینہ کتب خانہ وسن پورہ لاہور
۱۱-	قل شریف کیا ہے؟	علامہ منیر احمد یوسفی ایم اے	نگینہ کتب خانہ وسن پورہ لاہور
۱۲-	چالیسواں کیا ہے؟	علامہ منیر احمد یوسفی ایم اے	نگینہ کتب خانہ وسن پورہ لاہور
۱۳-	تلاوت قرآن برائے ایصالِ ثواب	مناظر اسلام علامہ مفتی محمد عباس رضوی	مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور، مدینۃ المنورہ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور
۱۴-	وسیلہ بخشش	ابوالفضل علامہ منور حسین عثمانی رضوی	جماعت رضائے مصطفےٰ مریدکے
۱۵-	گیارھویں شریف	مناظر اسلام مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی	قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ
۱۶-	ختم غوثیہ کا جواز	مناظر اسلام مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی	قادری کتب خانہ سیالکوٹ
۱۷-	فیصلہ ہفت مسئلہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی	علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور، مسلم کتابوی لاہور
۱۸-	ایصالِ ثواب اور فاتحہ خوانی	ابوالعتیق غلام نبی ہمدی نقشبندی قادری	دار العلوم عتیقیہ رضویہ کلاس والا ضلع سیالکوٹ
۲۹-	ایصالِ ثواب	علامہ محمد عنصر القادری	ادارہ تبلیغ الاسلام جامع مسجد حضراء نیویارک
۲۰-	ایصالِ ثواب مستحب امر ہے	علامہ عبدالرزاق چشتی بھترالوی	جامعہ جماعتیہ مہر العلوم رحیم ٹاؤن شکریال ضلع اسلام آباد
۲۱-	تعزیتی اجتماع اور قرآن خوانی	علامہ شیخ قیس بن محمد آل شیخ مبارک ترجمہ: مولانا محمد صدیق ہزاروی	آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف ضلع شیخوپورہ

۲۲۔	حقیقت ایصالِ ثواب	علامہ حافظ محمد رمضان اویسی ایم اے	النظامیہ کتاب گھر پیپلز کالونی گوجرانوالہ، صراط مستقیم پبلی کیشنز لاہور
۲۳۔	ثواب العبادات	خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۲۴۔	کڑوی روٹی	پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز	اسکالرز اکیڈمی گلشن اقبال کراچی
۲۵۔	ختم شریف پڑھنے کا ثبوت	حضرت مولانا سید محمد گل قادری علیہ الرحمۃ استاذ محترم صدر الافاضل	ادارہ ضیاء السنۃ جامع مسجد شاہ سلطان کالونی ریلوے روڈ ملتان
۲۶۔	ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت	علامہ حبیب الرحمٰن سعیدی	رضا پبلشنگ نو آباد کراچی
۲۷۔	تحقیق الحق	مرتبہ: ابو السرور محمد سرور احمد	ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی
۲۸۔	مسئلہ ایصالِ ثواب	ابو کلیم محمد صدیق فانی رحمۃ اللہ علیہ	مسلم کتابوی لاہور
۲۹۔	تعزیت اور ایصالِ ثواب کا ثبوت	علامہ قاضی محمد ایوب	مکتبہ جمال کرم لاہور
۳۰۔	کیا ختم شریف بدعت ہے؟	افادات: مناظر اسلام علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، مرتبہ: صاحبزادہ محمد عطاء المصطفےٰ جمیل	مکتبۃ المدینۃ المنورہ دربار مارکیٹ لاہور
۳۱۔	وما اُھل بہ لغیر اللہ کا تحقیقی بیان	صاحبزادہ محمد ظر الحق بندیالوی	مکتبہ جمال کرم لاہور
۳۲۔	ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت	مولانا حافظ محمد فضل الدین نقشبندی	مکتبہ نعیمیہ نقشبندیہ اسلام آباد
۳۳۔	زیارت قبور اور ایصالِ ثواب	مفسر قرآن علامہ محمد جلال الدین قادری	حافظ محمد سعید احمد نقشبندی محلہ لطیف شاہ غازی کھاریاں گجرات

۳۴۔	فوت شدگان کو ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟	حضرت مولانا محمد اللہ دتہ سیالوی علیہ الرحمۃ	اویسی بک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ
۳۵۔	قبر پر قرآن خوانی	شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی	قطب مدینہ پبلشرز کھارادر کراچی
۳۶۔	قل خوانی یا تیجا شریف	شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی	مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور
۳۷۔	تعین دن کا ثبوت	شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی	قطب مدینہ پبلشرز کراچی
۳۸۔	پیر کا بکرا	شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی	فیض رضا پبلشرز گلبرگ کراچی
۳۹۔	دافع الضلالات فی ایصال الثواب للاموات	مولانا وزیر احمد باروی	دارالعلوم بارویہ رضویہ نقشبندیہ فتح پور ضلع لیہ
۴۰۔	گیارھویں شریف	علامہ صائم چشتی	چشتی کتب خانہ فیصل آباد
۴۱۔	مسئلہ گیارھویں شریف	خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری	نوری بک ڈپو لاہور
۴۲۔	گیارھویں شریف	ابوالحسن محمد علی رضوی	مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی
۴۳۔	ایصال ثواب اور گیارھویں شریف	صدر الشریعہ علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	صراط مستقیم پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور
۴۴۔	تذکرہ قطب الاقطاب اور مسئلہ ایصال ثواب	محمد حفیظ نقشبندی	قادریہ پبلشرز کراچی
۴۵۔	خزینہ مغفرت	مولانا ابوسعید محمد سرور قادری رضوی گوندلوی	مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ
۴۶۔	محافل ایصال ثواب پر اعتراضات کا علمی محاسبہ	محمد نعیم اللہ خاں قادری	فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموکے
۴۷۔	ایصال ثواب کا ثبوت اور اس کا طریقہ	مولانا محمد نواز چیمہ نقشبندی مجددی	تلونڈی کھجوروالی ضلع گوجرانوالہ

۴۸۔	گیارھویں شریف حقائق کی روشنی میں	پروفیسر فیاض کاوش	مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور
۴۹۔	فاتحہ وقرآن خوانی	چوہدری محمد عاشق باٹھ ایم اے	مکتبہ قادریہ میلاد مصطفےٰ چوک گوجرانوالہ
۵۰۔	روایات وواقعات ایصالِ ثواب	علامہ محمد منشاء تابش قصوری	رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور
۵۱۔	ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف	افادات: ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مرتبہ: محمد نعیم اللہ خاں قادری	مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ
۵۲۔	القول الصواب فی مسئلہ ایصالِ ثواب	افادات: علامہ مولانا محمد عباس رضوی مرتبہ: قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی	شبیر برادرز اُردو بازار لاہور
۵۳۔	ایصالِ ثواب کا طریقہ اور ثبوت	علامہ محمد ریاض رضا ہاشمی عطاری	میلاد پبلی کیشنز لاہور
۵۴۔	ایصالِ ثواب کا شرعی طریقہ	حضرت علامہ محمد صالح نقشبندی	نوری کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
۵۵۔	کشف الحجاب عن مسائل ایصالِ ثواب	صدرالافاضل حضرت سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ	مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور
۵۶۔	غوث الاعظم اور گیارھویں شریف	نائب محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی	مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ
۵۷۔	ختم یا فاتحہ مروجہ کے جواز میں دلائل (دلائل المسائل میں ہے)	علامہ ابویوسف محمد شریف محدث کوٹلوی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
۵۸۔	دعوتِ میت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ	رضا اکیڈمی بمبئی
۵۹۔	روشن آئینے	حضرت مولانا محمد عبدالوحید رضوی	مہتمم مدرسہ جامعہ رضویہ صادق العلوم جہانیاں

۶۰۔	اسباب مغفرت	محمد انجم سعید بیگ نقشبندی	مسلم کتابوی لاہور
۶۱۔	گیارھویں کیا ہے؟	خلیل احمد رانا	الدار السنیہ ممبئی، نعمان اکادمی جہانیاں منڈی خانیوال، مسلم کتابوی لاہور
۶۲۔	توضیحات وتشریحات فیصلۂ ہفت مسئلہ	مفتی محمد خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ علیہ	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
۶۳۔	ختم طعام	پیر سید حسین شاہ قادری بنانوالے علیہ الرحمۃ	رضا بک ڈپو منچن آباد ضلع بہاول نگر
۶۴۔	اثبات ایصالِ ثواب	شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ	فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموں کے
۶۵۔	گیارھویں شریف	مفتی شاہ سلامت اللہ نقشبندی علیہ الرحمۃ	فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموں کے

نوٹ: یہ دونوں کتب ''غیر مقلدین کو دعوت انصاف'' جلد دوم میں ہیں۔

۶۶۔	گیارھویں شریف	مولانا محمد حنیف اختر خانیوال	بزم سعید خانیوال
۶۷۔	ختم شریف کا طریقہ	مولانا محمد حنیف اختر خانیوال	بزم سعید خانیوال
۶۸۔	مسئلہ ایصالِ ثواب	مولانا محمد حنیف اختر خانیوال	بزم سعید خانیوال
۶۹۔	مُردوں کو ثواب پہنچانے کا طریقہ	مولانا محمد امیر شاہ قادری	مجلس قادریہ یکہ توت پشاور
۷۰۔	فرائد النور فی جرائد القبور	حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی	مسلم کتابوی لاہور
۷۱۔	گیارھویں کی حقیقت	حافظ محمد حمید اختر	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ
۷۲۔	کشف الحجاب عن مسئلۃ ایصالِ ثواب	مولانا سید امیر اجمیری	
۷۳۔	فضائل شب برأت و مسائل ایصالِ ثواب	حکیم احمد الدین امام وخطیب جامع مسجد غوثیہ نور پور چک ۱۲۲/ ج ب فیصل آباد	